امام تقی الدین علی السبکی

کی عظیم کتاب

السیف المسلول علی من سب الرسول

کا ترجمہ

اسلام اور احترامِ نبوت

از

مُفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب ـــــــ السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ

مصنف ـــــــ امام تقی الدین علی السبکیؒ (۷۵۶ھ)

اردو نام ـــــــ اسلام اور احترام نبوت ﷺ

مترجم ـــــــ مفتی محمد خان قادری

اہتمام ـــــــ محمد فاروق قادری

ناشر ـــــــ کاروان اسلام

اشاعت اوّل ـــــــ ۲۰۰۶ء

قیمت ـــــــ ۲۰۰

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
☆ ضیاالقرآن پبلی کیشنز لاہور / کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی
☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ لاہور
☆ مکتبہ اعلیحضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور
☆ مسلم کتابوی گنج بخش روڈ لاہور
☆ سنی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ زاویہ کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ نوری کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ روحانی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور
☆ مکتبہ تنظیم المدارس لوہاری گیٹ لاہور

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

0300,4407048/042,7580004,5300353,4

حسن ترتیب

انتساب	۱۷
ابتدائیہ	۱۹
حمد وصلاۃ کے بعد	۵۱
آپ کی تعظیم ونصرت، فرض	۵۲
یہ چیزیں حرام کیں	۵۵
وجہ تصنیف کتاب	۵۷
کتاب کی ترتیب	۵۹
باب اوّل	۶۱
فصل اوّل	۶۳
مسئلہ اولیٰ، علماء کی تصریحات اور دلائل	۶۵
کتاب وسنت کے دلائل	۷۵
سنت سے دلائل	۷۹
ضابطہء اذیت	۸۰
عبداللہ بن سعد ابی سرح کا واقعہ	۸۲
مرتد پر توبہ	۸۴
گستاخی کا جرم، ارتداد سے بڑھ کر	۸۵
اہل علم کا اختلاف	۸۶

سند پر گفتگو ۸۸
قیاسی دلیل ۸۹
مسئلہ ثانیہ ۹۱
قتل گستاخ کا سبب کفر یا حد؟ ۹۱
حد کی تعریف ۹۴
اہم فائدہ ۹۵
فصل ثانی ۱۰۱
مسئلہ اولیٰ، گستاخ کی قبول توبہ ۱۰۳
دو مسلک ۱۰۹
امام شافعی کا مشہور مذہب ۱۱۱
قبول توبہ پر دلائل ۱۱۶
احادیث مبارکہ ۱۱۷
مراتب کفر تین ہیں ۱۲۱
لطیف حکمت ۱۲۸
اہم فائدہ ۱۲۸
اگر ثابت ہو جائے ۱۳۳
آیت محاربہ اور گستاخ ۱۳۴
سائل کی دلیل ۱۳۷

بعد کے حکمرانوں کا عمل	۱۳۹
آپ کے ترک کی حکمت	۱۳۹
سقوط پر دلائل	۱۴۰
قتل کی دو علتیں	۱۴۴
مصنف کی دعا	۱۴۵
خاص و الگ مقام	۱۴۶
اختلاف کی بنیاد	۱۴۷
شوافع اور احناف کا موقف	۱۴۷
استدلال کا جواب	۱۴۸
وجہ ثالث	۱۴۹
صحیح ماخذ	۱۴۹
مصنف کی دعا	۱۵۱
خاتمہ	۱۵۳
مسئلہ ثانیہ	۱۵۵
گستاخ سے توبہ کا مطالبہ	۱۵۵
مدت توبہ	۱۵۸
دوران مدت اس کے ساتھ طرز عمل	۱۵۹
قول اوّل، توبہ کا مطالبہ لازم	۱۶۱

اس قول کے دلائل	۱۶۱
قول ثانی، توبہ کا مطالبہ مستحب	۱۶۳
دوران مہلت گرفتاری	۱۶۴
عدم طلب توبہ پر دلیل	۱۶۴
طلب توبہ کے بغیر	۱۶۶
حکم گستاخ مرتد	۱۶۷
باب ثانی	۱۷۱
ذمی گستاخ کا حکم	۱۷۱
فصل اوّل	۱۷۳
حکم قتل اور اہل علم کی تصریحات	۱۷۳
حنابلہ کے فتاویٰ	۱۷۷
شوافع کے فتاویٰ	۱۷۸
عبارت میں مقصودی مقام	۱۸۶
اگر چوتھی صورت مراد نہیں	۱۸۷
تین وجوہ سے درست نہیں	۱۸۸
یہ دونوں پہلے مسلمان تھے	۱۹۰
امام رافعی کی گفتگو	۱۹۱
شیخ رویانی کی گفتگو	۱۹۲

امام فورانی کا کلام ۱۹۴
امام غزالی کا کلام ۱۹۴
فصل ثانی ۱۹۷
نقض عہد پر اہل علم کی گفتگو ۱۹۷
حدیث کی توجیہ ۲۰۰
ضروری تمہدی مقدمہ ۲۰۱
عقد نہیں ٹوٹتا ۲۰۱
عقد قطعاً ٹوٹ جاتا ہے ۲۰۲
طریق اوّل ۲۰۲
طریق ثانی ۲۰۳
طریق ثالث ۲۰۳
ان کی طرف سے جواب ۲۰۹
شیخ ابن رفعہ کا قول ۲۱۰
اب سنیے ۲۱۰
لیکن ہم کہتے ہیں ۲۱۰
دو طریقے ۲۱۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شرائط ۲۱۴
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر ۲۱۵

نقض عہد پر دلیل	۲۱۸
فصل ثالث	۲۲۱
خواہ نقض عہد ہو یا عدم نقض اس سے عدم قتل لازم نہیں	۲۲۱
فصل رابع	۲۲۷
گستاخ ذمی کی سزا قتل پر دلائل	۲۲۷
اس پر چودہ دلائل	۲۲۹
ا۔ دلیل اوّل، واقعہ کعب بن اشرف	۲۲۹
خصوصی معاہدہ	۲۳۲
بعض مفسرین کی رائے	۲۳۳
بعض فقہاء کا مغالطہ	۲۳۷
یہ کہنا غلط ہے	۲۳۹
وجوہ استدلال	۲۴۰
دونوں میں فرق	۲۴۱
بعض کی رائے	۲۴۲
صلح کا نقض	۲۴۲
ایک معاملہ	۲۴۴
تین احتمالات	۲۴۵
اس پر دلائل	۶۴۲

ایک اہم نکتہ	۲۴۷
ابن تیمیہ کا رد	۲۴۹
ابن تیمیہ کا تصرف	۲۵۰
حد بندی محل نظر	۲۵۲
ذمہ کا معنیٰ	۲۵۲
۲۔دلیل ثانی، یہودی ابورافع بن ابی الحقیق کا قتل	۲۵۵
۳۔دلیل ثالث، یہودی ابوعفک کا قتل	۶۵۲
۴۔دلیل رابع، واقعہ انس بن زنیم دیلی	۲۵۷
۵۔دلیل خامس	۲۶۰
سماع شعبی از سیدنا علی رضی اللہ عنہ	۲۶۰
فساد پر دلیل	۲۶۲
عمال کے نام خط	۲۶۳
۶۔دلیل سادس	۲۶۶
لفظ مغول کی تحقیق	۲۶۸
۷۔دلیل سابع، عصماء بنت مروان یہودیہ کا واقعہ	۲۶۸
۸۔دلیل ثامن	۲۷۳
۹۔دلیل تاسع	۲۷۴
۱۰۔دلیل عاشر	۲۷۵

۱۱۔دلیل حادی عاشر،صحابہ کا عمل ۲۷۵
۱۲دلیل ثانی عشر ۲۷۸
۱۳۔دلیل ثالث عشر ۲۷۸
۱۴۔دلیل رابع عشر ۲۷۸
چند اعتراضات کی حقیقت ۲۸۱
دو تنبیہات ۲۸۷
فائدہ ۲۸۷
پانچویں فصل ۲۹۱
کفر پر رہتے ہوئے ذمی کی توبہ صحیح نہیں ۲۹۱
دار الحرب واپس کرنے کا قول ضعیف ہے ۲۹۷
چھٹی فصل ۳۰۱
اگر ذمی اسلام قبول کر لے ۳۰۱
اہم نوٹ ۳۰۴
چند اہم امور ۳۰۵
اہم فائدہ ۳۰۶
ابن تیمیہ کا تذکرہ ۳۰۷
شیخ ابن دقیق العید (۶۲۵:۷۰۲) کا فتویٰ ۳۰۷
ضمیمہ متصل ۳۰۹

خاتمہ	۳۱۳
اس پر دلیل	۳۱۳
ساتویں فصل	۳۱۵
آٹھویں فصل	۳۱۶
باب ثالث	۳۱۹
مسلمانوں اور کفار کے الفاظ سبّ کا بیان	۳۱۹
اس میں دو فصول ہیں	۳۱۹
فصل اوّل، مسلمانوں سے سبّ	۳۱۹
فصل ثانی، کفار سے سبّ	۳۱۹
فصل اوّل	۳۲۱
الفاظ تنقیص	۳۲۱
حضور علیہ السلام کی کسی چیز کی اہانت کا حکم	۳۲۲
برے الفاظ سے تشبیہ دینے والے کی سزا	۳۲۲
صریح الفاظ میں تاویل کی اجازت نہیں	۳۲۳
اپنے بچاؤ کے لئے حضور پر طعن کی سزا	۳۲۴
فقہائے اندلس اور طلیطلی	۳۲۴
اہانت نبی اور کتاب وسنت	۳۲۵
امام الحرمین کا جواب	۳۲۶

کفر کی دو اقسام ۳۲۸
حضرت فاروق اعظم کا عمل ۳۲۸
الفاظ سبّ ۳۲۹
فرع، آپ کی والدہ اور سبّ ۳۲۹
فرع، سیدہ عائشہ اور سبّ ۳۳۰
فرع، دیگر ازواج مطہرات اور سبّ ۳۳۱
قول اوّل ۳۳۱
قول ثانی ۳۳۱
فرع، دیگر صحابہ کی گستاخی ۳۳۳
زبان کاٹ دوں ۳۳۶
فرع، حضور کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ۳۳۶
فصل ثانی، کفار کا سبّ ۳۳۷
اعتقاد اور غیر کا فرق ۳۴۰
جزئیات کا تذکرہ ۳۴۰
گستاخی کی اقسام ۳۴۱
فرع، گستاخ کی وراثت ۳۴۲
میراث زندیق ۳۴۳
باب رابع ۳۴۵

مقام مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ہم پر لازم حقوق	۳۴۵
اس کی چار اقسام	۳۴۵
۱۔اللہ تعالیٰ کی ہاں حضور ﷺ کی عظمت اور قرآن میں آپ کی تعریف	۳۴۵
۲۔حضور ﷺ تمام محاسن اور کمالات کے جامع ہیں	۳۴۵
۳۔احادیث مبارکہ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم وثناء کی ہے	۳۴۵
۴۔آپ ﷺ کے ہاتھوں آیات ومعجزات کا ظہور	۳۴۵
فصل اوّل	۳۴۷
فصل ثانی	۳۶۱
آپ ﷺ خُلق اور خلق میں تمام محاسن کے جامع ہیں	۳۶۱
آپ ﷺ کا سراپا اقدس	۳۶۴
وقت کی تقسیم	۳۶۷
اہل مجلس کا ادب	۳۶۹
آپ ﷺ کا سکوت مبارک	۳۷۰
حکماء کا اتفاق	۳۷۰
قوت حواس	۳۷۱
ختنہ شدہ پیدا ہونا	۳۷۱
جسم نبوی کی خشبو	۳۷۲
اس راہ سے گزرے ہیں وہ	۳۷۲

دل کا بیدار رہنا	۳۷۳
فصاحت لسانی	۳۷۳
فضیلت نسب مبارک	۳۷۵
زہد وعبادت	۳۷۵
فصل ثالث	۳۷۷
احادیث مبارکہ اور تعظیم وثناء الٰہی، آپ ﷺ کے ہاتھوں پر	۳۷۷
معجزات غالبہ کا ظہور	۳۷۷
معجزہ معراج	۳۸۵
حدیث معراج	۳۸۶
معراج اور دیدار الٰہی	۳۹۰
اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز	۳۹۱
روز قیامت مقام مصطفیٰ ﷺ	۳۹۲
خوبصورت نکتہ	۳۹۴
حبیب وخلیل	۳۹۴
مقام وسیلہ اور بلند درجہ	۳۹۴
فضیلت دینے سے ممانعت کیوں؟	۳۹۵
ہمارا اچھٹا جواب	۳۹۶
اسماء مبارکہ	۳۹۶

کنیت مبارکہ	۳۹۹
لفظ محمد واحمد ﷺ	۴۰۰
معجزہ قرآن	۴۰۰
معجزہ شق القمر	۴۰۱
سورج کا پلٹنا	۴۰۲
انگلیوں سے چشمے	۴۰۲
درختوں کا سلام	۴۰۳
قبولیت دعا	۴۰۴
چوتھی فصل	۴۰۷
مخلوق پر آپ ﷺ کے لازم حقوق	۴۰۷
محبت کی حقیقت	۴۱۰
ذکر کے آداب	۴۱۲
اسلاف کا طریقہ ادب	۴۱۲
درود وسلام کا لزوم	۴۱۴
بارگاہ اقدس کی حاضری	۴۱۴

انتساب

چودھویں صدی کے سب سے بڑے محقق، محافظ ناموسِ رسالت

پیشوائے اہل سنت **امام احمد رضا قادری**

کے نام

جنھوں نے عقائد و معمولات اسلام کی حفاظت کے لئے تمام زندگی وقف کردی

----اور----

علم و تحقیق سے ان کی آبیاری کر کے انھیں زندہ رکھا

----خصوصا----

حبیب خدا ﷺ کے فضائل و کمالات پر گرانقدر علمی و تحقیقی کام انہی کا حصہ ہے

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا
انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے ہی جذبات سے سرشار رکھے

محمد خان قادری

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کے لئے سیدنا محمد ﷺ کو رسول اور رہنما و رہبر بنا کر معبوث کیا ارشاد الٰہی ہے

وما ارسلنک الا کافۃ للناس	ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشارت
بشیرا ونذیرا	دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا

دوسرے مقام پر فرمایا

تبارک الذی نزل الفرقان	بابرکت وہ ذات جس نے اپنے بندے
علی عبدہ لیکون للعالمین	پر قرآن نازل کیا کہ وہ تمام جہانوں کو
نذیرا (الفرقان،۱)	انجام سے آگاہ کریں

انہی کی شان میں فرمایا

وما ارسلناک الا رحمۃ	ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے
اللعالمین	رحمت بنا کر بھیجا

خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے

ارسلت الی الخلق کافۃ	مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہر عمل و قول اور فعل کی ضمانت دی ارشاد فرمایا

ماضل صاحبکم وما غوی	تمہارے سامنے نہ گمراہ ہوئے اور نہ بھٹکے
ومایـنطق عن الھوی ان ھو الا	اور یہ خواہش سے نہیں بولتے یہ تو وحی ہے
وحی یوحیٰ (النجم،۲:۴)	جو ان کی طرف کی جاتی ہے

آپ ﷺ نے اپنوں اور بیگانوں میں ۶۳ سالہ ظاہری زندگی بسر کی وہ بھی بھر پور ،تمام کے ساتھ لین دین کیا ،مسجد کے مصلیٰ سے لیکر سربراہ ریاست تک آپ نے معاملات سرانجام دیئے،اپنے تو کجا بیگانوں اور مخالفوں نے بھی تسلیم کیا کہ ان کی ذات اقدس معاملہ بھی اس قدر امین و پاکیزہ ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی ، اس کے باوجود آپ ﷺ کو ساحر، کاہن اور مجنون کہتے

آپ ﷺ نے ساری ظاہری حیات میں کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا، ہاں عدود الٰہی توڑنے اور مخلوق پر ظلم وستم کرنے والوں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا

اب جبکہ آپ ﷺ کے بارے میں صحیح حقائق سامنے آنا شروع ہوئے اور تیزی سے اسلام پھیلنا شروع ہوا تو پھر مخالفین نے آپ ﷺ کے بارے میں رکیک حملے شروع کر دیئے ،جنوری ۲۰۰۶ء میں ڈنمارک اور یورپی ممالک کے متعدد آوارہ ذہن لوگوں نے جو کچھ شائع کیا اسے زیر تحریر نہیں لایا جا سکتا،اس پر امت مسلمہ خصوصاً اہل لاہور نے تحفظ ناموسِ رسالت محاذ کی کال پر جو احتجاج کیا وہ بے مثال تھا اس کی تفصیل کے لئے ماہنامہ سوئے حجاز ماہ جون ۲۰۰۶ کا تحفظ ناموس رسالت نمبر کا مطالعہ مفید رہے گا

اس موقعہ پر یہ ضرورت بھی محسوس ہوئی کہ کوئی علمی اور تحقیقی کام بھی اس موضوع پر شائع ہونا چاہیے، امام تقی الدین السبکی کی کتاب 'السیف المسلول علی من سب الرسول ' پہلی دفعہ شائع ہوئی اور اس کا ترجمہ بھی نہیں ہوا بندہ نے اس کا ترجمہ اگست ۲۰۰۳ء میں مکمل کیا تھا اس علمی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس ترجمہ کو بنام 'اسلام اور احترام نبوت' شائع کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ وہ

اسے قبول فرمائے اور ہم سب کو ہمیشہ اپنی بارگاہ اور اپنے دوستوں کا ادب واحترام کی توفیق عطا کرے

یادرہے اس کے ساتھ ہمارے یہ کام بھی شائع ہو رہے ہیں

۱۔حضور ﷺ کا بدر میں فیصلہ ہرگز خطا نہیں

۲۔علم نبوی اور منافقین

۳۔علم نبوی اور متشابہات

۴۔منہاج اصول الفقہ

۵۔محافل میلاد اور شاہ اربل

۶۔محافل میلاد اور شیخ ابوالخطاب بن دحیہ

۷۔تفسیر کبیر کا آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه

امین یا رب العالمین

الفقیر الی اللہ

محمد خان قادری

۱۰ جون ۲۰۰۶ بروز ہفتہ بوقت ۴۵ء۔۱۰

جامعہ اسلامیہ لاہور

حالات مصنف

نام ونسب

شیخ امام، محقق، متفنن، حافظ، مفسر، مجتہد، متکلم، اصولی، نحوی، مناظر، قاضی القضاۃ شیخ الاسلام تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی

ولادت،

ماہ صفر ۶۸۳ ہجری، مقام سبک العبید میں ہوئی

تعلیم وتربیت

ابتداً اپنے والد گرامی شیخ زین الدین ابومحمد عبدالکافی (۶۵۹:۷۳۵) سے پڑھا جو اپنے دور کے عظیم فقیہ، متدین اور صالح ترین شخص تھے، پھر قاہرہ گے وہاں امام ابن بنت الاعز، شیخ الاسلام ابن دقیق العید اور شیخ الشافعیہ امام نجم الدین بن الرفعہ سے فقہ پڑھی، علم کلام، علامہ شمس الدین محمد بن یوسف جزری سے، منطق ومناظرہ، شیخ سیف الدین بغدادی سے، تفسیر شیخ علم الدین عراقی سے، قرأت، شیخ تقی بن صائغ سے، وراثت، شیخ عبداللہ غماری مالکی سے اور حدیث امام حافظ شرف الدین دمیاطی سے نحو، شیخ ابوحیان اندلسی سے اور تصوف امام ابن عطاءاللہ سکندری (جو امام شاذلی کے شیخ ہیں) سے پڑھا

(۷۰۶) میں حصول حدیث کے لئے شام کا سفر کیا پھر (۷۰۷) میں واپس قاہرہ آ کر تصنیف وتدریس کا سلسلہ شروع کیا

حج وزیارت

۷۱۶ کو سفر حج اور زیارت نبوی کے لئے حاضر ہوئے اس کے بعد سفر ترک کر

دیا، اسی دوران مسئلہ زیارت اور طلاق میں شیخ ابن تیمیہ کا رد لکھا

منصب قضا

۷۳۹ میں سلطان ناصر محمد بن قلادون کے اصرار پر منصب قضا پر فائز ہوئے، امام ذہبی اسی سال کے بارے میں رقمطراز ہیں

قدم العلامة شيخ الاسلام تقي الدين السبكي على قضاء الشافعية وفرح المسلمون به	اس میں علامہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی شام میں شوافع کے قاضی مقرر ہوئے جس پر اہل اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی

(ذیل العبر ،۲۰۴)

سیرت و اخلاق

تقویٰ، ورع، زھد اور عبادت میں بے مثل تھے تلاوت، ذکر اور تہجد ان کا دائمی عمل تھا کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا، کسی کی غیبت ان سے نہیں سنی گئی حتی کی دشمن کی بھی، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے کبھی سمجھوتہ نہ کرتے، اس راہ میں انھیں بڑے مصائب جھیلنے پڑے، صالحین و اولیاء سے محبت کرتے، اہل علم کا ادب و تعظیم بجالاتے، صوفیا کے بارے میں فرمایا کرتے

طريق الصوفي اذا صحت هي طريقة الرشاد التي كان السلف عليها	اگر کسی صوفی کا طریق درست اور صحت کے ساتھ ثابت ہو تو یہی اسلاف کا طریق تھا

امام شمس الدین سخاوی نے موصوف کو ولی کامل قرار دیتے ہوئے لکھا، ان کی ذات

الحجة المناظر الولی العارف — مناظرہ میں غالب، ولی عارف. قاضیوں
قاضی القضاہ شیخ الاسلام — کے سربراہ، شیخ الاسلام اوراپنے دور کے
مجتھد الوقت (وجیز الکلام،۱:۸۲) — مجتھد ہیں

اور یہ بات ان کے دور میں مشہور تھی جو ان کی مخالفت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی جلد گرفت فرماتا ہے اور اس کی وجہ ان کا اللہ تعالیٰ کا دوست ہونا ہے

علمی مقام

اپنے دور میں تمام علوم وفنون مین جسقدر آپ کی شخصیت جامع ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ امام اسنوی اسی جامعیت کو یوں بیان کرتے ہیں

ومن اجمعھم للعلوم — علماء میں علوم کے جامع اور عمیق مسائل
واحسنھم کلاماً فی الاشیاء — میں خوبصورت تحریر وتقریر فرمانے
الدقیقة (طبقات الشافعیہ،۲:۷۵) — والے تھے

امام ابن عابدین شامی حنفی معرفت مذاہب کے حوالے سے لکھتے ہیں

لودرست المذاھب الاربعة — اگر مذاہب اربعہ دنیا سے ختم ہو جائیں تو
لاملأھا من صدرہ — ان کے حفظ کی بنا پر انھیں دوبارہ مرتب
(مجموعہ رسائل،۱:۳۲۴) — کروا سکتے ہیں

امام صفدی موصوف کی شخصیت کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں بندہ کے ذہن میں ان کا خاکہ کچھ یوں بنتا ہے

کان اذا اخذای مسئالة کانت من — جب بھی کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے (تو
ای باب کان عمل علیھا مجلدا — اس پر ان کا اسقدر وسیع مطالعہ تھا)

اومصنفاً لطيفا اعنی فی علوم الاسلام من الفروع والاصلين والحديث والتفسير والنحو والمعانی والبيان واما العقليات فما كان فی آخر وقته فيها مثله	کہ مستقل علمی کتاب تحریر فرما سکتے یعنی تمام علوم اسلام میں خواہ، وہ فقہ وعقائد ہوں یا حدیث، تفسیر، نحو، معانی، یا بیان ہو، رہا معاملہ عقلی علوم کا تو اس میں ان کی مثال کہاں؟

(اعیان العصر، ۳: ۴۲۷)

درجۂ اجتہاد

بلکہ ان کی جامعیت، وسعت مطالعہ اور ملکہ استنباط واستخراج کا عالم یہ تھا کہ تمام اہل علم نے انھیں اپنے دور کا سب سے بڑے مجتہد کا درجہ دیا ہے

امام ابن نقیب مصری کہتے ہیں ہم مکۃ المکرّمہ میں علماء کی مجلس میں بیٹھے تھے، وہاں بات چل نکلی کہ آج کے دور میں آئمہ اربعہ کے بعد کون سی ہستی ہے جو درجہ اجتہاد پر فائز ہے اور تمام مذاہب سے آگاہ ہیں

فاتفق رائينا ان هذه المرتبةلاتعدو الشيخ تقی الدين السبكی ولاينتهی لهاسواه	تو تمام کی متفقہ رائے تھی کہ اس مرتبہ پر شیخ تقی الدین السبکی فائز ہیں اور ان کے سوا وہاں تک کوئی نہیں پہنچتا

(حسن المحاضرہ للسیوطی، ۱: ۲۵۳)

امام صفدی نے انھیں

اوحد المجتهدين	مجتہدین میں یکتا

(الوفی، ۲۱: ۲۵۳)

امام سخاوی نے

مجتهد الوقت — اپنے دور کے مجتہد

(وجیز الکلام، ۱:۸۲)

امام سیوطی نے

بقية المجتهدين، المجتهد المطلق — مجتہدین کی یاد اور کامل مجتہد

(حسن المحاضرہ، ۱:۲۷۶)

قرار دیا ہے

بالاتفاق بحر العلوم

آپ کے بحر العلوم ہونے میں کوئی دوسری رائے نہیں بلکہ اس پر تمام کا اتفاق ہے

ولا يختلف اثنان فى انه البحر الذى لايساحل فى ذلك — کسی کا اس میں اختلاف نہیں کہ آپ ایسا علمی سمندر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں

(طبقات الشافعیہ، ۱:۲۰۰)

دوسرے مقام پر امام تاج الدین سبکی رقمطراز ہیں

ولا يختلف اثنان فى انه اعلم اهل الارض فى كل علم — اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آپ ہر علم میں تمام اہل زمین سے بڑے عالم تھے

(ایضاً، ۱۶۷)

تلامذہ

آپ کے چند تلامذہ کے نام اوران کا علمی مقام بھی ملاحظہ کیجیے

۱۔الامام الکبیر جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی (۷۰۴،۷۷۲) امام ابوزرعہ عراقی نے ان کے بارے میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں، الشیخ الامام العلامۃ مفتی المسلمین

(ذیل العبر ،۲،۳۱۴)

۲۔شیخ الاسلام امام سراج الدین عمر بن اسلان بلقینی (۷۲۳،۸۰۵)

شیخ ابن قاضی شہبہ ان کے بارے میں رقمطراز ہیں

خضع له كل من ينسب الى علم من العلوم الشرعية وغيرها (الطبقات،۴:۳۹)	جو بھی علوم شرعیہ اور دیگر کا فہم رکھتا ہے اس کی گردن ان کے سامنے جھک جائے گی

امام سیوطی نے زمزم پیتے وقت یہ دعا کی تھی

اے اللہ مجھے سراج الدین بلقینی جیسا علم عطا فرما

۳۔امام اللغہ صاحب القاموس مجد الدین فیروز آبادی (۸۱۷)

اپنی تفسیر میں لوامتناعیہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں

كان اقربها الى التحقيق كلام شيخنا ابى الحسن بن عبد الكافى.	لیکن تحقیق کے سب سے قریب ہمارے استاذ ابوالحسن بن عبدالکافی کا قول ہے

(بصائر ذوی التمیز ،۴:۴۴۸)

اس سے موصوف کا علم نحو میں مقام بھی آشکار ہوتا ہے، اسی لئے امام سیف الدین حریری نے کہا

لم ارفی النحو مثله وهو عندی	میں نے نحو میں ان کی مثل نہیں پایا بلکہ
انحیٰ من ابی حیان	میرے نزدیک ان کا مقام اس علم میں
(الطبقات الشافعیہ،۱۰:۱۹۶)	امام ابوحیان سے بھی زیادہ ہے

۴۔امام حافظ زین الدین عراقی (۷۲۵،۸۰۶) یہ اپنے استاذ کو ہمیشہ شیخ الاسلام کا لقب دیا کرتے،خود شیخ کے ذہن میں اس اپنے شاگرد کا بھی بڑا احترام تھا

(لحظ الالحاظ،۲۲۳)

۵۔امام حافظ مؤرخ تقی الدین ابن رافع السلامی (۷۰۴،۷۷۴) یہ اپنے استاذ کو عدیم النظیر قرار دیا کرتے (وفیات،۲:۸۵)

یاد رہے امام سبکی انھیں علم اصول حدیث میں حافظ ابن کثیر پر ترجیح دیا کرتے

(الدرر الکامنہ،۳:۴۳۹)

۶۔امام حافظ مؤرخ عبدالقادر القرشی حنفی (۶۹۶،۷۷۵) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ،انہی کی کتاب ہے یہ اپنے شیخ کو'امام علامہ الحجہ' سے یاد کرتے

(طبقات،۱:۱۰)

۷۔امام مؤرخ قاضی صلاح الدین الصفدی (ت،۷۶۴) انھیں اپنے استاذ سے خوب محبت تھی، یہ اپنے استاذ کو ہمیشہ ان الفاظ سے یاد کرتے،سیدنا ومولانا شیخ الاسلام اوحد المجتہدین قاضی القضاۃ

۸۔علامہ امام شہاب الدین احمد بن لؤلؤ المعروف بابن النقیب مصری (۷۰۲،۷۶۹) عمدۃ

السالک (فقہ الشافعی) انہی کی کتاب ہے

۹۔ امام شمس الدین ذہبی بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہے، ایک جگہ امام ذہبی لکھتے ہیں

سمعت منه وسمع منی (المعجم المختص، ۱۱۶) — میں نے ان سے اور انھوں نے مجھ سے حدیث لی

آئمہ کی زبانی

کچھ آئمہ کی زبان سے ان کی عظمت وشان بھی ملاحظہ کیجیے

۱۔ امام حافظ صلاح الدین العلائی فرمایا کرتے، لوگوں کا یہ کہنا سراسر زیادتی وظلم ہے کہ امام غزالی کے بعد ان جیسا نہیں آیا

وما هو عندی الا مثل سفیان الثوری (طبقات الشافعیه، ۱۰:۱۹۷) — میرے نزدیک امام سبکی کا مقام حضرت سفیان ثوری کی طرح ہے

۲۔ امام ذہبی نے ان کی عظمت وشان میں قصیدہ لکھا، اس میں سے چند اشعار یہ ہیں

لیهن المنبر الاموی لما — علاه الحاکم البحر التقی

شیوخ العصر احفظهم جمیعا — واخطبهم واقضاهم علی

(جامع اموی کے منبر کو مبارک ہو کہ اس پر علم کا سمندر قاضی تقی الدین تشریف فرما ہوگے ہیں جو اپنے دور کے تمام مشائخ سے زیادہ حافظ اور خطیب ہیں)

بلکہ یہ بھی کہا کرتے

ما صدر هذا المنبر بعد ابن عبد السلام اعظم منه — امام ابن عبدالسلام کے بعد اس منبر پر ان سے بڑھ کر کوئی تشریف فرما نہیں ہوا

ففي الاحكام اقضانا على وفي الخدام مع انس بن مالك
وكابن معين في حفظ ونقد وفي الفتيا كسفيان و مالك
وفخرالدين في جدل وبحث وفي النحو المبرد وابن مالك

(فیصلے میں حضرت علی اور خدمت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی طرح ،حفظ ونقد میں امام ابن معین ،فتویٰ میں امام سفیان اور مالک ،جدل و بحث میں امام فخر الدین اور نحو میں مبرد اور ابن مالک کی مثل تھے (الطبقات الشافعیہ،۱۰:۱۹۷)

۳۔امام جلال الدین سیوطی کے الفاظ میں شیخ تقی الدین سبکی

امام وقته تفسيراً وحديثاً وفقهاً وكلاماً واصولاً ومنقولاً ومعقولا بل المجتهد الذى لم تأت بعده مثله ولا قبله من دهر طويل (تائید الحقیقہ،۶۹)

اپنے دور میں تفسیر ،حدیث،فقہ ،کلام،اصول،منقول ومعقول کے امام بلکہ ایسے مجتہد کہ طویل مدت نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد ان کی مثل آیا

۴۔شیخ ابن تیمیہ کا اعتراف

شیخ ابن تیمیہ جو کم ہی کسی کے علم کے معترف ہیں ،موصوف امام نے ان کی تردید میں خوب لکھا جیسا کہ پیچھے گزرا اس کے باوجود انھوں نے آپ کے علم کا اعتراف کیا،مسئلہ طلاق میں جو کتاب امام نے ان کے خلاف لکھی اس کے بارے میں ابن تیمیہ نے برملا کہا

ما رد على فقيه غير السبكى (اعیان العصر،۳:۱۹۴)

سبکی کے علاوہ میرا علمی رد کسی فقیہ نہیں لکھا

ایک اور جگہ لکھتے ہیں

لقد برز هذا علی اقرانه — انھیں اپنے معاصرین میں فوقیت علمی حاصل ہے

(طبقات الشافعیہ،۱۰:۱۹۴)

شیخ ابن تیمیہ کے اس اعتراف کو امام صفدی نے اشعار میں یوں نقل کیا

کان ابن تیمیة با لفضل معترفا — وهو الد الذی فی بحثه خصم

یثنی علیه وقد ابدی بفکرته — اوهامه فیروها وهو یستم

وما اقر لمخلوق سواه و فی — زمانه کل حبر علمه علم

(اعیان العصر،۳:۴۵۱)

ان کی تصانیف

محقق کتاب شیخ ایاد احمد الغوج نے تصانیف کی تعداد (۲۱۱) اور ان کے اسماء بھی دیئے ہیں، تقریباً ہر فن پر آپ کی مستقل کتاب ہے

* أصول الدّين (العقائد):

١ ـ الاعتبار ببقاء الجنة والنار، مطبوع.
٢ ـ الدّلالة علىٰ عموم الرسالة، مطبوع.
٣ ـ السّيف الصّقيل في الرد علىٰ ابن زَفِيل، مطبوع.
٤ ـ غَيرةُ الإيمانِ الجَليّ لأبي بكرٍ وعمرَ وعثمانَ وعليّ، مطبوع.

٥ ـ فتوىٰ في فناءِ الأجسام وبقاءِ الأرواح، مطبوعة.
٦ ـ القولُ المحمود في تنزيهِ داود، مطبوع.
٧ ـ مسألةٌ في التقليد في أصول الدين.
٨ ـ نقدُ كتاب «موافقة صريح المعقول لصحيح المنقول» لابن تيميّة.

* التفسير: [١٢ تصنيفاً]

٩ ـ الإقناع في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾، مطبوع.
١٠ـ بَذْلُ الهِمّة في إفراد العَمّ وجمعِ العمّة، مطبوع.
١١ـ تأويلُ الفِطْنة في تفسير الفِتْنة، مطبوع.
١٢ـ التعظيمُ والمِنّة في ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ﴾، مطبوع.
١٣ـ تفسير سورة القَدْر، مخطوط.
١٤ـ الدُّرُّ النَّظِيم في تفسير القرآن العظيم، مخطوط.
١٥ـ رسالةٌ في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُواْ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُواْ﴾.
١٦ـ رسالةٌ في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ﴾، مطبوعة.
١٧ـ سببُ الانكِفاف عن إقراء الكشّاف، مخطوط.
١٨ـ الفهمُ السَّدِيد من إنزال الحديد، مطبوع.
١٩ـ القولُ الصحيح في تعيين الذبيح، مخطوط.
٢٠ـ الكلامُ علىٰ قوله تعالىٰ: ﴿ٱسْتَطْعَمَآ أَهْلَهَا﴾، مطبوع.

* الحديث: [١١ تصنيفاً]

٢١ـ أجوبة أهلِ مصرَ حولَ «تهذيب الكمال» للمِزّي، مطبوعة.
٢٢ـ ترتيبُ «معرفة الثقات» للعِجْلي، مطبوع.
٢٣ـ تلخيص «التلخيص وتاليه» للخطيب البغدادي.
٢٤ـ ثلاثيات مُسند الدارمي، مخطوطة.
٢٥ـ رسالةٌ في الأحاديث الواردة في رفع اليدين عند الركوع والرفع منه، مطبوعة.
٢٦ـ ضياء المصابيح في اختصار «المصابيح»، وهو مختصر «مصابيح السنة» للبَغَوي.
٢٧ـ كتابٌ في الحديث المسلسل بالأوليّة.

٢٨ـ مختصرُ الأحاديث المرفوعة التي تضمّنها كتاب «جامع الأصول»، مخطوط.
٢٩ـ منتخَبٌ آخر من «التلخيص» للخطيب البغدادي.
٣٠ـ منتخب «تعظيم قَدْر الصلاة» للإمام محمد بن نَصْرٍ المَرْوَزي.
٣١ـ منظومةٌ في أقسام الحديث، مخطوطة.
٣٢ـ النُكت علىٰ صحيح البخاري، مخطوط.

* الفقه: [٩٣ مصنَّفاً عدا الأوقاف]

٣٣ـ الابتهاج في شرح المنهاج، مخطوط.
٣٤ـ الأدلة في إثبات الأهِلّة، مخطوط.
٣٥ـ إشراق المصابيح في صلاة التراويح، مطبوع.
٣٦ـ الاعتصام بالواحد الأحَد من إقامة جمعتَين في بَلَد، مطبوع.
٣٧ـ إيضاحُ كشف الدسائس في منع ترميم الكنائس، مطبوع.
٣٨ـ بيانُ الأدلة في إثبات الأهِلّة، مخطوط.
٣٩ـ بيعُ المَرْهون في غَيبة المَدْيون، مطبوع.
٤٠ـ التحبيرُ المُذْهَب في تحرير المَذْهَب.
٤١ـ التحقيق في مسألة التعليق، مخطوط.
٤٢ـ تعدُّدُ الجمعة وهل فيه مَتَّسَعٌ.
٤٣ـ تقييدُ التراجيح في صلاة التراويح.
٤٤ـ تكملة «شرح المهذَّب» للنووي، مطبوعة.
٤٥ـ تنزيلُ السَّكِينة علىٰ قناديل المدينة، مطبوع.
٤٦ـ جزءٌ في فتاوىٰ أبي هريرةَ رضيَ الله عنه.
٤٧ـ جوابُ المُكاتِبة مِن حارة المغاربة.
٤٨ـ حُسْنُ الصَّنيعة في حكم الوَدِيعة.
٤٩ـ كتابُ الحِيَل.
٥٠ـ خروجُ المعتدّة في العِدّة.
٥١ـ الدُّرّة المُضِيّة في الردّ علىٰ ابن تيميّة، مطبوع.
٥٢ـ ذمُّ السُّمْعة في منع تعدُّد الجمعة.
٥٣ـ رفعُ الشِّقاق في مسألة الطَّلاق.

٥٤ـ الردُّ علىٰ الشيخ زَين الدين ابن الكِتْناني في اعتراضاته علىٰ «الروضة».
٥٥ـ رسالةٌ في الردّ علىٰ الإتقاني في مسألة رفع اليدين، مخطوطة.
٥٦ـ رسالةٌ في أنّ مُدْرِكَ الركوع ليس بمدرِكٍ للركعة، مطبوع.
٥٧ـ رسالةٌ منظومةٌ في الحج.
٥٨ـ الرَّقْمُ الإبْرِيزي في شرح مختصَرِ التَّبْرِيزي.
٥٩ـ الرياضُ الأنيقة في قسمة الحديقة.
٦٠ـ السهمُ الصائب في قَبْض دَين الغائب، مخطوط.
٦١ـ السيفُ المسلول علىٰ مَن سبَّ الرسول ﷺ، كتابُنا هذا.
٦٢ـ شرحُ التنبيه.
٦٣ـ شفاء السَّقام في زيارة خير الأنام ﷺ، مطبوع.
* ـ شنُّ الغارة علىٰ مَن أنكرَ السَّفَر للزيارة: نفسُه «شفاء السقام».
٦٤ـ الصنيعة في ضمانِ الوَدِيعة، مخطوط.
٦٥ـ ضرورة التقدير في تقويم الخمر والخنزير.
٦٦ـ ضَوء المصابيح في صلاة التراويح، وهو أكبرُ تصانيفه في هذه المسألة، مخطوط.
٦٧ـ الطريقة النافعة في الإجارة والمساقاة والمزارعة، مطبوع.
٦٨ـ طلبُ السلامة في ترك الإمامة، مخطوط.
٦٩ـ طليعة الفتح والنصر في صلاة الخوف والقصر.
٧٠ـ طريقُ المعدَلة في قتل مَن لا وارثَ له.
٧١ـ العارضة في البيّنة المتعارضة.
٧٢ـ عِقْدُ الجُمان في عَقْد الضمان، مخطوط.
٧٣ـ عقود الجُمان في عُقُود الرَّهن والضَّمان، مخطوط.
٧٤ـ العَلَم المنشور في إثبات الشهور، مطبوع.
٧٥ـ الغَيث المُغْدِق في ميراثِ ابن المُعْتِق، مطبوع.
٧٦ـ الفتاوىٰ الكبرىٰ، مطبوعة.
٧٧ـ فتوىٰ أهل الإسكندرية.
٧٨ـ الفتوىٰ العراقية، مطبوعة.
٧٩ـ فتوىٰ الفُتُوّة، مطبوعة.

٨٠ـ فصلُ المقال في هدايا العُمّال، مخطوط.
٨١ـ الفوائدُ الفقهية في أطراف القضايا الحكمية، مخطوط.
٨٢ـ قضاءُ الأَرَب في أسئلة حَلَب، وهو فتاويه الحَلَبية، مطبوع.
٨٣ـ قَطْفُ النَّور في مسائل الدَّور.
٨٤ـ القولُ الجِدّ في تَبَعية الجَدّ.
٨٥ـ القولُ المتَّبع في منع تعَدُّدِ الجُمَع.
٨٦ـ الكافي، وهو المسألة السُّرَيجية.
٨٧ـ كشفُ الدَّسائس في ترميم الكنائس، مخطوط.
٨٨ـ كشفُ الغُمّة في ميراث أهل الذِّمّة، مخطوط.
٨٩ـ الكلامُ علىٰ الجمع في الحَضَر لعُذْر المَطَر.
٩٠ـ الكلامُ علىٰ أنهار دمشق، مطبوع، وله في المسألة عدّةُ تصانيفَ أخرىٰ.
٩١ـ كيفَ التدبير في تقويم الخمر والخنزير.
٩٢ـ الكيلانية، مطبوعة.
٩٣ـ محلُّ استخارة في فرعَين من الإجارة، مخطوط.
٩٤ـ مختصرُ فصل المقال في هدايا العمّال، مطبوع.
٩٥ـ مختصرٌ في المناسك، مطبوع.
٩٦ـ مسألة تعارض البينتين، وهي غير «العارضة» المتقدِّمة.
٩٧ـ مسألة زكاة مال اليتيم.
٩٨ـ مسألة «ضع وتعَجَّل»، مطبوعة.
٩٩ـ مسائلُ التعريف لمواضع التحليف، مخطوط.
١٠٠ـ مسائلُ سُئِلَ عن تحريرها في باب الكتابة.
١٠١ـ مصنَّفٌ خامسٌ في منع تعدُّد الجمعة.
١٠٢ـ مصنَّفٌ في أنه لا يَتَوقَّف الحكمُ بإسلامِ مَن ادُّعِيَ عليه بالكفر ـ وهو يُنكر ـ علىٰ تقريره به، ردَّ فيه علىٰ شيخ الإسلام تقيِّ الدين ابن دقيق العيد.
١٠٣ـ مصنَّفٌ في صلاة التراويح، سوىٰ التي سبقت، وسوىٰ «نور المصابيح» الآتي، تمَامُ الستة.
١٠٤ـ مصنَّفٌ في صلاة التراويح، تمامُ السبعة.
١٠٥ـ مصنَّفٌ في مسألة الدَّوْر، ثالثٌ سوىٰ «قَطْف النَّور» و«النَّور»، وثلاثتُها في الديار المصرية.

١٠٦ـ مصنَّفٌ في حكم الأكل من رأس الثَّريد، والقِرانِ بين التمرتَين، والتَّعريس علىٰ قارعةِ الطريق، أي النزول ليلاً، واشتمال الصمّاء، وغيرها.

١٠٧ـ مصنَّفٌ في مسألة الدَّوْر، صنَّفَه في الشام، رجع فيه عن الثلاثة التي في مصر التي اختار فيها مقالةَ الإمام ابن الحدّاد.

١٠٨ـ مصنَّفٌ في مسألة الدَّوْر، ألَّفه في الشام بعدَ السابق، وأحدُ هذين الأخيرين أملاهُ علىٰ ولده تاج الدين عبد الوهّاب.

١٠٩ـ المُلتَقَط في النظرِ المشتَرَط.

١١٠ـ مناسخات بكتوت العَلائي في الفرائض.

١١١ـ المناسك الصغرىٰ، هو نفسُه: مختصرٌ في المناسك، الذي تقدَّم.

١١٢ـ المناسك الكبرىٰ.

١١٣ـ مُنَبِّه الباحث في دَين الوارث، مطبوع.

١١٤ـ نَثْرُ الجُمان في عقودِ الرَّهْن والضمان، مطبوع.

١١٥ـ النظرُ المحقَّق في الحَلِفِ بالطلاقِ المعلَّق، مطبوع.

١١٦ـ نَقْدُ الاجتماع والافتراق في مسألة الأيمان والطلاق، مطبوع.

١١٧ـ النقولُ البديعة في أحكام الوديعة.

١١٨ـ منعُ الاستطراق في الباب المستحِقِّ للإغلاق.

١١٩ـ نَوْر الرَّبيع من كتاب الرَّبيع.

١٢٠ـ النَّور في الدَّوْر، مخطوط.

١٢١ـ وقت الصحّة (الفسحة؟) في الحكم بالصحّة.

١٢٢ـ نورُ المصابيح في صلاة التراويح.

١٢٣ـ هربُ السارق.

١٢٤ـ الوشيُ الإبريزي في حلِّ التِّبْرِيزي.

❁ أحكام الأوقاف[1]: [٢٣ مصنَّفاً]

١٢٥ـ أولُ مَرْماة في وقف حماة، مخطوط.

١٢٦ـ بَراغة اليَراعة في وقف بني وَداعة، مخطوط.

١٢٧ـ بُغيةُ شُعَيب من غير إثمٍ ولا عَيب، مخطوط.

١٢٨ـ تسريحُ الخاطِر في انعِزال الناظر، مخطوط.

١٢٩ـ التمهيد فيما يجبُ فيه التحديد، مطبوع.

١٣٠ـ تنصيصُ الشُّهُود علىٰ تشخيص الحدود.
١٣١ـ ثاني مَرْماة في مسألة حماة، مخطوط.
١٣٢ـ الجوابُ الحاضر في وقف بني عبد القادر.
١٣٣ـ جوابُ الكُماة عن وقف حماة، مخطوط.
١٣٤ـ الجوابُ النَّقَوي في الوقف التَّقَوي، مخطوط.
١٣٥ـ حكمُ الشرعِ المُطَهَّر في قصر أم حكيمٍ ومرجِ الصُّفَّر، مخطوط.
١٣٦ـ دفعُ مَن تغَلَّبَك في مسألة مدرسة بعلبَك.
١٣٧ـ السكرية في السكَّرية، مخطوطة.
١٣٨ـ الطُّوالعُ المشرِقة في الوقفِ علىٰ طبقةٍ بعدَ طبقة، مخطوطة.
١٣٩ـ القولُ المُوعَب في القضاء بالمُوجَب، مخطوط.
١٤٠ـ المباحثُ المشرقة في الوقف علىٰ طبقةٍ بعدَ طبقة.
١٤١ـ مَضمىٰ الرُّماة في وقفِ حماة، مخطوط.
١٤٢ـ موقفُ الرُّماة في وقفِ حماة، مطبوع.
١٤٣ـ النظرُ المُعِيني في محاكَمةِ أولاد اليُونيني.
١٤٤ـ النقولُ والمباحثُ المشرقة في الوقف علىٰ طبقةٍ بعدَ طبقة، مخطوط.
١٤٥ـ وَشْيُ الوُشاة في وقفِ أَرْغُون شاه، مخطوط.
١٤٦ـ وقفُ بني عساكر، مطبوع.
١٤٧ـ وقفُ بيسان.

* أصول الفقه: [١٢ مصنَّفاً]

١٤٨ـ الإبهاج في شرح المنهاج، مطبوع.
١٤٩ـ أجوبة مسائلَ في أصول الفقه سأله عنها ولدُه تاج الدين عبد الوهّاب.
١٥٠ـ أصلُ المنافع في إبداع الدوافع، مخطوط.
١٥١ـ الألفاظُ التي وُضِعت بإزاء المعاني الذِّهْنية أو الخارجية.
١٥٢ـ رسالةٌ في العام المخصوص والعام الذي يُرادُ به الخصوص، مخطوطة.
١٥٣ـ رسالةٌ في الفرق بينَ صريحِ المصدر وأنْ والفعل، مطبوعة.
١٥٤ـ رفعُ الحاجب عن مختصر ابن الحاجب[١].
١٥٥ـ قاعدةٌ لطيفةٌ في أقسام الحكم، مخطوطة.

١٥٦ـ معنىٰ قول الإمام المطَّلبي: إذا صحَّ الحديثُ فهو مذهبي، مطبوع.
١٥٧ـ المُفرّق في مُطلَقِ الماءِ والماءِ المطلَق، مطبوع.
١٥٨ـ منتَخَبُ تعليقةِ الأستاذ أبي إسحاقَ الإسفراييني في الأصول.
١٥٩ـ وِرْدُ العَلَل في فهمِ العِلَل، مخطوط.

*** المنطق:** [مصنَّفٌ واحد]

١٦٠ـ الكلامُ مع ابن أندراس في المنطق.

*** اللغة والنحو:** [٢١ مصنَّفاً]

١٦١ـ الاتِّساق في بقاء وجهِ الاشتقاق.
١٦٢ـ أحكام كُلّ وما عليه تدُلّ، مطبوع.
١٦٣ـ أسئلةٌ في العربية سأله عنها محمد بن عيسىٰ السُّكْسَكي (ت ٧٦٠هـ).
١٦٤ـ الإعمال في معنىٰ الإبدال، مخطوط.
١٦٥ـ الإغريض في الحقيقة والمجاز والكِناية والتعريض، مطبوع.
١٦٦ـ الإقناع في الكلام علىٰ أنّ «لو» للامتناع.
١٦٧ـ الاقتناص في الفرق بين الحَصْر والقَصْر والاختصاص.
١٦٨ـ البصرُ الناقد في لا كَلَّمتُ كلَّ واحد، مطبوع.
١٦٩ـ بيانُ حُكمِ الرَّبْط في اعتراضِ الشرْط علىٰ الشرط، مخطوط.
١٧٠ـ بيانُ المحتمِل في تعديةِ عَمِل، مخطوط.
١٧١ـ التهَدِّي إلىٰ معنىٰ التعَدِّي، مخطوط.
١٧٢ـ الحِلْمُ والأناة في إعرابِ قوله تعالىٰ: ﴿غَيْرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ﴾، مطبوع.
١٧٣ـ الرِّفْدة في معنىٰ وَحْدَه، مطبوعة.
١٧٤ـ قَدْرُ الإمكانِ المُختَطَف في دلالةِ: «كان إذا اعتكَف»، مطبوع.
١٧٥ـ كشفُ القِناع في إفادة «لو» للامتناع.
١٧٦ـ لُمَعةُ الإشراق في أمثلةِ الاشتقاق، منظومةٌ مطبوعة.
١٧٧ـ مسألةٌ في الاستثناءاتِ النحوية، مطبوعة.
١٧٨ـ مسألةٌ: هل يُقال العشر الأخير، مطبوعة.

١٧٩ـ مَدْحُ مَن فاه بما أعظم الله، مخطوطة.
١٨٠ـ نيلُ العُلا في العطفِ بـ«لا»، مطبوع.
١٨١ـ وَشْيُ الحُلا في تأكيدِ النفيِ بـ«لا».
١٨٢ـ قصائدُ وأشعارٌ كثيرةٌ، تأتي في مجلّدٍ لطيف.

* شروح الأحاديث: [٦ مصنَّفات]

١٨٣ـ إبرازُ الحِكَم من حديث: رُفِعَ القلم، مطبوع..
١٨٤ـ حديثُ نحر الإبل.
١٨٥ـ جوابُ سؤالٍ عن حديث: «أسألُكَ رحمةً من عندك تهدي بها قلبي»، مخطوط.
١٨٦ـ فتوىٰ في حديث: «كل مولودٍ يُولَدُ علىٰ الفِطْرة»، مطبوعة.
١٨٧ـ الكلامُ علىٰ حديث: «إذا ماتَ ابنُ آدمَ انقطَعَ عملُهُ إلا من ثلاث».
١٨٨ـ مَن أقسَطُوا ومَن غَلَوا في حكمِ مَن يقولُ لَوْ، وهو شرحُ حديث: «.. وإن أصابكَ شيءٌ فلا تقل: لو أني فعلتُ كان كذا وكذا..»، مخطوط.

* التصوّف والأخلاق: [٨ مصنَّفات]

١٨٩ـ الافتقار في أهل الغار، مخطوط.
١٩٠ـ التحفة في الكلام علىٰ أهل الصُّفّة، مخطوط.
١٩١ـ حفظُ الصيام عن فَوتِ التمام، مطبوع.
١٩٢ـ رسالةٌ إلىٰ الحضرة النبوية الشريفة في شأن ابن تيمية، مخطوطة.
١٩٣ـ رسالةٌ في برِّ الوالدين، مخطوطة.
١٩٤ـ طلبُ السلامة في ترك الإمامة، مخطوط.
١٩٥ـ المحاورةُ والنشاط في المجاورةِ والرِّباط، مخطوط.
١٩٦ـ وصيّةُ (نصيحةُ) القضاة.

* التاريخ: [تصنيفٌ واحد]

١٩٧ـ منتخبُ «طبقاتِ الفقهاء» للإمام ابن الصلاح.

* تصانيفُ لم يتبيَّن موضوعُها إلىٰ وقتِ هذه الكتابة:

١٩٨ـ أجوبة أهل صَفَد.

١٩٩ـ إحياءُ النفوس في صَنْعة إلقاء الدروس.

٢٠٠ـ جوابُ سؤال عليٍّ بن عبد السلام.

٢٠١ـ جوابُ سؤالٍ من القدس الشريف.

٢٠٢ـ جوابُ سؤالٍ وردَ من بغداد.

٢٠٣ـ جوابُ سؤالاتِ الإمام نجم الدِّين الأَصْفُوني.

٢٠٤ـ الرسالة العَلائية.

٢٠٥ـ رسالةُ أهل مكة.

٢٠٦ـ كشفُ اللَّبْس عن المسائل الخمس.

٢٠٧ـ كم حكمةٍ أَرَتْنا أسئلةُ «أَرَتْنا».

٢٠٨ـ المسائلُ الملخَّصة، مخطوط.

٢٠٩ـ المناقشات المصلحية.

٢١٠ـ نقدُ كلام الجَزَري الخطيب.

٢١١ـ النوادِر الهمدانية.

وصال وجنازہ

۷۳ سال کی عمر میں ۷۵۶ھ میں وصال ہوا، جنازہ میں امام احمد بن حنبل کی طرح کثیر لوگوں نے شرکت کی

اس موضوع پر مستقل کتب

زیر بحث مسئلہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس پر بہت کچھ لکھا گیا تقریباً فقہ کی ہر کتاب کے باب الردۃ۔ باب الجزیہ اور باب السیر میں اس پر تفصیلی گفتگو موجود ہے لیکن بعض اہل علم نے اس موضوع پر مستقل کتب لکھیں ہیں، ان کا تذکرہ درج ذیل ہے

۱۔رسالة فیمن سب النبی ﷺ (حضور ﷺ کے گستاخ کا حکم)

یہ امام ابوعبداللہ محمد بن سحنون قیروانی مالکی (۲۰۲۔۲۶۵) کا کام ہے یہ فقہیہ مغرب اور اپنے دور کے مالکیوں کے شیخ وامام تھے (الدیباج المذہب لابن فرحون)

۲۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ (حضور ﷺ کے حقوق کی معرفت سے شفا پانا) امام کبیر قاضی عیاض مالکی (۴۷۶۔۵۴۴) کی تصنیف ہے، امام ابن فرحون اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں

وقد استوعب القاضی عیاض رحمه الله تعالیٰ فی هذا وما اشبهه وما یترک لغیره مقالا	قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کا خوب احاطہ کیا اور دوسروں کے لئے بات کی گنجائش نہیں چھوڑی

(تبصرۃ الحکام ۲:۲۸۴)

مفسر قرآن امام جزی کلبی کے الفاظ ہیں

وقد استو فی القاضی ابو الفضل فی کتاب الشفاء احکام ھذا الباب وبین اصوله وفصله رضی الله تعالیٰ عنه	قاضی ابو الفضل نے کتاب الشفاء میں اس موضوع کو خوب نبھاتے ہوئے اس کے اصول اور تفصیل لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ انھیں جزا عطا فرمائے

(القوانین الفقھیۃ، ۳۵۷)

امام سیوطی فرماتے ہیں

جمع فیه فاوعیٰ و حرر فا ستوفی (تنزیہ الانبیاء)	نہایت ہی جامع اور موضوع کا احاطہ کرنے والی کتاب لکھی

واقعۃً بعد کے تمام لوگ اس کتاب سے استفادہ کرتے ہیں، حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴) اور امام خفاجی (۱۰۶۹) نے اس کی شروحات لکھیں جو نہایت ہی قیمتی سرمایہ ہے، حافظ ابن حجر مکی نے 'الاعلام بقواطع الاسلام' میں اس کتاب کے بعض مسائل پر خوب واہم نوٹس تحریر کیے ہیں، الشفاء کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے

۳۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ (گستاخ رسول پر تنی تلوار) یہ کام حافظ ابو العباس احمد بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱، ۷۲۸) کا ہے اس کتاب سے بھی امت نے بہت استفادہ کیا، اس کا ترجمہ بھی دستیاب ہے، امام سبکی نے اپنی اس کتاب میں اسی کتاب کا تین جگہ حوالہ دیا، ان دونوں کتب کے موازنہ کے تحت کچھ گفتگو آرہی ہے

امام ابن عابدین شامی قاضی عیاض مالکی کی الشفاء کے بعد اس کتاب کا تذکرہ یوں کرتے ہیں

ثم تبعه على ذلك من الحنابلة الامام شيخ الاسلام ابو العباس احمد بن تيمية الف فيها كتاباً ضخماً سماه الصارم المسلول	ان کے بعد حنبلی امام شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن تیمیہ نے ضخیم کتاب لکھی اور اس کا نام الصارم المسلول رکھا

(مجموعہ رسائل، ۱:۳۱۵)

۴۔السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ (گستاخ پرتنی تلوار) یہ اس موضوع پر نہایت ہی انمول تحفہ ہے، پہلی دفعہ اس کی طباعت ۲۰۰۰ء میں ہوئی، بندہ کو اس کے ترجمہ کی سعادت نصیب ہورہی ہے، اردو ترجمہ کا نام 'اسلام اور احترام نبوت' رکھا ہے

امام شامی نے اس کتاب کا تذکرہ یوں فرمایا

ثم تبعه على ذلك من الشافعية خاتمة المجتهدين تقى الدين ابو الحسن على السبكى والف فيها كتاباً سماه السيف المسلول على من سب الرسول فنطفلت على موائد هولاء الكرام	ان کے بعد شافعی عالم خاتمۃ المجتہدین شیخ تقی الدین ابو الحسن علی سبکی نے اس موضوع پر کتاب لکھی اس کا السیف المسلول علی من سب الرسول رکھا بندہ نے انہی بزرگوں سے خوشہ نشینی کی ہے

(مجموعہ رسائل، ۱:۳۱۵)

۵۔السیف المشھور علی الذندیق وساب الرسول ،اس کے مولف امام محی الدین محمد بن قاسم رومی المعروف باخوین (ت،۹۰۴) ہیں

۶۔تنزیہ الانبیاء عن تسفیہ الانبیا ،امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۱ء) کی تصنیف ہے

۷۔رسالہ فیھا رد علی الفقیھہ البزازی (ت،۸۶۷) یہ علامہ حسام الدین حسین بن عبدالرحمٰن المشہور بحسام چلپی (ت،۹۲۶) کی تالیف ہے اس میں انھوں نے فتاویٰ بزازیہ کے اس فتویٰ کا رد لکھا کہ

ان مذھب ابی حنیفة عدم قبول توبةالساب	امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گستاخ کی توبہ مقبول نہیں

امام ابن عابدین شامی مصنف اور رسالہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

وللعلامة النحریر الشھیر بحسام چلپی من ظماء علماء دولة السلطان سلیم خان بن بایزید خان العثمانی رسالة لطیفة الفھا رداًعلی البزازیة فی حکم تلک المسالة...فقال اعلم ان سب البنی ﷺ کفرو ارتداد... لکنه ان تاب وعاد الی الاسلام تقبل توبته فلا یقتل عند الحنفیةو الشافعیة خلافا للمالکیة	علامہ المعروف حسام چلپی سلطان سلیم خان بن بایزید خان عثمانی کا یہ خوبصورت رسالہ ہے جو انھوں نے فتاویٰ بزازیہ میں اس مسئلہ کے حکم بارے میں تحریر کا رد کیا ہے لکھتے ہیں واضح رہے حضور ﷺ کی گستاخی کفروارتداد ہے لیکن اگر کوئی توبہ کر کے اسلام قبول کر لے تو اس کی توبہ مقبول ہوگی احناف

الحنبلية على ما صرح به شيخ لاسلام على السبكى فى كتاب السيف المسلول على من سب الرسول ﷺ	وشوافع کے ہاں اسے قتل نہیں کیا جائے گا بخلاف مالکیہ اور حنابلہ جیسے اس پر شیخ الاسلام علی سبکی نے اپنی کتاب السیف المسلول علی من سب الرسول میں تصریح کی ہے

(تنبیہ الولاۃ والحکام، ۳۳۲)

۸۔ السیف المسلول فی سب الرسول ﷺ، یہ علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان المعروف بابن کمال پاشا حنفی (ت، ۹۴۰) کا کام ہے

۹۔ رشق السهام فى اضلاع من سب النبى عليه السلام، تصنیف امام محدث شمس الدین بن طولون حنفی (ت، ۹۵۳)

۱۰۔ تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام۔ یہ مشہور محقق فاضل امام این عابدین شامی حنفی (ت، ۱۲۵۲) کی تصنیف ہے، اس مقالہ میں انھوں نے سولہ مقامات پر امام سبکی اور آٹھ مقامات پر شیخ ابن تیمیہ کی کتاب کا حوالہ دیا ہے

مقالہ کی پہلی فصل کے مسئلہ اولیٰ کا افتتاح ہی ان الفاظ سے کرتے ہیں

قال الامام خاتمة المجتهدين تقى الدين ابو الحسن على بن عبد الكافى السبكى رحمه الله فى كتابه السيف المسلول على من سب الرسول ﷺ	امام خاتمۃ المجتہدین تقی الدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی السبکی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب السیف المسلول علی من سب الرسول میں یوں لکھا ہے

(مجموعہ، ۱: ۳۱۶)

" السیف البتار لمن سب النبی المختار ، یہ کتاب عظیم محدث امام عبداللہ صدیق غماری (ت،۱۴۱۳) کی ہے جس میں انھوں نے سلمان رشدی کی خوب خبر لی ہے

بحمد اللہ ، اردو زبان میں بھی متعدد کتب اس موضوع پر موجود ہیں لیکن ان کتب کو ماخذ کا درجہ حاصل ہے

سیف اور صارم کے درمیان موازنہ

۱۔ دونوں کتب اپنے موضوع اور مواد کے اعتبار سے نہایت ہی مفید اور قیمتی ہیں

۲۔ امام سبکی کی کتاب کو ترتیب وتقسیم کے اعتبار سے فضیلت حاصل ہے

۳۔ امام سبکی موضوع سے خارجی مسائل کی طرف نہیں گے جبکہ شیخ ابن تیمیہ خارجی مسائل کی طرف نکل گے جبکہ وہ بھی نہایت مفید اسی وجہ سے ان کی کتاب کی ضخامت زیادہ ہے

۴۔ دونوں کی گفتگو کے مطالعہ کے بعد ہر آدمی کی زبان پر شیخ صلاح الدن صفدی کے یہ الفاظ آجائیں گے کہ دونوں ہی نہایت علمی مقام کے مالک ہیں مگر امام سبکی ادق نظر و اکثر تحقیقا نظر وفکر میں گہرے اور تحقیق میں زیادہ وسعت رکھتے ہیں

(الوافی، ۲۱:۲۵)

پیچھے امام شامی کے الفاظ بھی قابل توجہ ہیں

شیخ ابن تیمیہ کے لئے امام اور شیخ الاسلام لیکن شیخ سبکی کے لئے خاتمة المجتهدین کے الفاظ لکھے جس سے امام سبکی کا مقام نہایت ہی آشکار ہو رہا ہے

آیئے کتاب کا مطالعہ شروع کرتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد، اللہ تعالیٰ کی جو اپنے دوستوں کا مددگار، اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا، اپنے زمین و آسمان میں معبود، اپنے اسماء وصفات میں مقدس، اپنی عظمت وکبریائی میں یکتا، اپنی جبروتی میں قاہر وواحد، جس کی ازلیت کی اولیت اور بقا کی انتہا نہیں، رب صمد نہ کسی کی اولاد اور نہ اس کی اولاد، اس کے فیصلوں میں کوئی شریک نہیں، ایسا زندہ کہ ہر ایک پر فنا جاری کرنے والا، ایسا عالم کہ زمین وآسمان کا ذرہ اپنی حالت ظہور وخفا میں اس کے علم سے خارج نہیں، ایسا قادر کہ تمام ممکنات اس کے حکم وامر کے تابع، ایسا صاحب حکمت، جو بنایا خوب بنایا اس کی نعمتوں کے سمندر میں عقول حیران ہیں

میں حمد کرتا ہوں، اس نے اپنی نعمتوں سے نوازا اور اپنی عطا کے دریا بہا دیئے، میں اعلان کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور میں یہ گواہی روز قیامت کے لئے ذخیرہ کرنا چاہتا ہوں، میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں حضرت محمد ﷺ اس کے برگزیدہ بندے رسول خاتم الانبیاء، رسولوں کے سربراہ وامین، نبی رحمت، شفیع امت، تکلیف وغم کو دور کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تاریکی سے نور کی طرف نکالنے والے، ہدایت وحکمت کے ساتھ مبعوث اور کفایت وعصمت سے مؤید کیے گئے، اللہ تعالیٰ نے انھیں تمام مخلوق سے اشرف وبزرگ بنایا اور ان کی مدد کے لئے انبیاء سے عہد ومیثاق لیا، اللہ تعالیٰ کے حبیب وخلیل، اس کی وحی پر امین ورسول، رب کے ہاں تمام مخلوق سے افضل ہیں آپ کے لشکر کی مدد کا وعدہ کیا گیا

لو لاہ ماخلقت شمس ولاقمر	اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو سورج پیدا
لو لا کان للدنیاعین ولااثر	کیا جاتا نہ چاند اور دنیا کا نام ونشان تک نہ ہوتا

حکمت وموعظت حسنہ کے ساتھ اپنے رب کی راہ کی طرف دعوت دینے والے ہیں ان کی تعظیم اور ان پر درود ہر زبان پر لازم

من وجبت نبوته وآدم بين	ان کے لئے نبوت ثابت تھی جبکہ ابھی
الروح والجسد وكان اسمه	حضرت آدم روح وجسم کے درمیان تھے
مكتوباً على العرش مع الفرد	اور ان کا نام عرش پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ
الصمد	مکتوب تھا

اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اس طرح بلند فرمایا کہ اپنے ساتھ آپ کا ذکر متصل فرما دیا، آپ کی شریعت کو تمام شرائع کے لئے ناسخ قرار دے دیا اگر حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام دنیا میں ہوتے تو دونوں آپ ہی کی اتباع واقتدا کرتے، ایک ماہ کی مسافت تک آپ کو دبدبہ دیا گیا، تاقیامت آپ کی کتاب باقی ہے آپ کی دعوت تمام کے لئے مخصوص ہے حالانکہ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا، اس وقت شفاعت کبریٰ فرمائیں گے جب ہر آدمی اپنی اولاد، والد اور ماں سے بھاگ گیا ہوگا، حمد کا جھنڈا ان کے ہاتھ ہوگا حضرت آدم اور ان کے ماسوا تمام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، قبور سے جب لوگ اٹھیں گے تو سب سے پہلے آپ کی تشریف آوری ہوگی جب رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہونگی (یعنی روز قیامت) تو اس وقت آپ حضرات انبیاء علیہما السلام کے امام اور نمائندہ وخطیب ہونگے، جن کے سینۂ اقدس کو شرح نصیب ہوئی، ملائکہ وجبرئیل اور معجزات باہرہ اور آیات ظاہرہ سے تائید کی گئی، ہر عیب ومیل سے پاکیزہ، ہر شک وریب سے بالاتر، جن کا نور حضرت آدم تا سیدنا عبداللہ کی پشتوں اور پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا، ان کا نسب اللہ اور مخلوق کے ہاں تمام سے اطہر، اعظم وارفع اور اکرم ہے، ہر قسم کے جاہلیت کے نکاح فاسدہ سے مبرا، اللہ تعالیٰ کے فضل

سے ہر عقد ہی صحیح تھا حتی کے آپ بصورت چودنیویں کے چاند طلوع ہوئے ،اپ کی طلعت کی وجہ سے بت ٹوٹ گئے ،آپ کی بعثت پر داعیان شرک ڈوب گے ،وجود کے مرکز وقطب کا ظہور ہو گیا سب سے اعلیٰ قبیلہ سے کائنات کا خلاصہ ومغز طلوع ہو گیا اور وہ تمام سے نفیس وعظیم بندے ،اپنی ذات وصفات میں کامل ،حرکات وسکنات میں محفوظ ،جلوت وخلوت میں معصوم ،اور تمام قوم کے ہاں امین کا لقب پایا ،رب العالمین کی عبادت میں قلب وقالب سے راغب ،اعلان نبوت سے پہلے پتھروں نے انھیں سلام کیا ،بادلوں نے سایہ کیا ،ہر صاحب شعور نے مہک پائی کہ یہ مالک علام (اللہ تعالیٰ) کے رسول ہیں یہاں تک کے چالیس سال مکمل ہوئے تو جبریل امین کتاب مبین لے کر آئے جو ان تمام معجزات سے اعظم ہے جو بصورت سنگریزوں کی تسبیح ،ہاتھوں سے چشموں کا جاری ہونا ،چاند دوٹکڑے ہونا ،آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دینا ،قلیل شئی کا کثیر ہو جانا ،دعا کی مقبولیت ،معراج ،اسرار ،خلق وخُلق میں کمال ،تمام مخلوق پر رحمت ورأفت ،انبیاء کی امامت ،تمام اولاد آدم کی سیادت تمام کائنات کے سامنے سورج کا پلٹ آنا ،اشیاء کا تبدیل ہو جانا ،اندھوں کا آنکھیں پانا ،اور دیگر بے شمار وبے حد نشانیاں اور باتیں ظہور پذیر ہوئیں آپ ﷺ پر اللہ کی اور رحمتیں ہوں ،آپ کی آل ،ازواج اور ذریت پر اور کثرت کے ساتھ سلام جب تک فلک گردش میں ،ملائکہ تسبیح میں ،سورج طلوع وغروب ،کبوتری خوش اور بول رہی ہے جب تک دنیا وآخرت ہے اسی تعظیم کا حلہ فاخرہ پہنایا جائے ،مقام وسیلہ وفضیلت اور درجہ رفیعہ عطا کیا جائے ،مقام محمود پر فائز رکھا جائے اور ہماری طرف سے ہر وقت آپ کی خدمت میں نیا سلام ہو

حمد وصلاۃ کے بعد

اللہ تعالیٰ کے بعد ہم پر سب سے زیادہ احسان نبی کریم ﷺ کا ہے اور ان سے بڑھ کر ہمارے ہاں کسی بشر کو اسقدر فضیلتِ عام حاصل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے صراط مستقیم کی ہدایت دی اور ہمیں نار دوزخ سے محفوظ کیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

لقد جاء كم رسول من	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم
انفسكم عزيز عليه ما	میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت
عنتم حريص عليكم با	میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے
لمؤمنين رؤف رحيم	نہایت چاہنے والے یہ مسلمانوں پر کمال
(التوبہ،۱۲۸)	مہربان ورحیم ہیں

انہی کے واسطہ سے ہمیں دنیا وآخرت کے مصالح حاصل ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم پر باطنی وظاہری انعامات فرمائے ہیں، اندھے پن کے بعد بصارت، گمراہی کے بعد ہدایت، اور جہالت کے بعد علم ملا، اور ان شاء اللہ انہی کے سبب ہم خوف کے بعد امن کے امیدوار ہیں، انہوں ﷺ نے روز قیامت ہمارے لئے اپنی دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے وہ ہمارے لئے ہماری سوچ سے بڑھ کر مقامات، اللہ تعالیٰ سے مانگنے والے ہیں تو پھر ہم ان کا شکریہ ادا کیوں نہ کریں؟ ان کا ہم پر جو حق ہے اس کا سوواں حصہ بھی ادا نہ کریں؟

آپ کی تعظیم ونصرت،فرض

مذکورہ وجہ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہم پر آپ ﷺ کی تعظیم،توقیر،نصرت،محبت اور ادب لازم ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

انا ارسلنک شاهدا ومبشرًا ونذيرًا لتؤ منوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلاً (الفتح،۸: ۹)	بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگوں تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکیزگی بیان کرو
۲۔الا تنصروه فقد نصره الله (التوبة، ۴۰)	اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی
۳۔النبی اولی بالمؤمنين من انفسهم (الاحزاب،٦)	یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ حقدار ہے
۴۔یا یها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله	اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیبی خبریں بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو بے شک جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس

قلوبهم للتقوىٰ لهم مغفرة واجر عظيم (الحجرات،۲:۳)

وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے

۵۔ان الله وملئكته يصلون على النبى يا يها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً (الاحزاب،٥٦)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو

٦.وان تظاهرا عليه فان الله هو موله وجبريل وصالح المؤمنين والملئكةبعد ذلك ظهير (التحريم،۴)

اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں

لقد من الله على المؤمينين اذ بعث فيهم رسولًا من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين (آل عمران،۱٦۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

جو آدمی پورے قرآن میں غور وفکر کرے وہ اسے حضور ﷺ کی تعظیم وقدر ومنزلت پر مملوٴ ومعمور پائے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی ذات اقدس اور اپنی وحدانیت کی تصدیق کے ساتھ دیگر اشیاء لازم کیں ہیں مثلاً ہمارے دلوں میں اس کی

تعظیم، اجلال، ھیبت، خوف، رضا، توکل وشکر ہو ہماری زبانوں پر اسکی ثناء، ذکر، حمد وقرأت اور ہمارے جوارح سے نماز جیسے اعمال ہوں

اسی طرح اس نے اپنے نبی ﷺ کی ذات کی اور رسالت کی تصدیق کے ساتھ یہ چیز بھی لازم کی ہے مثلاً ہمارے دلوں میں ان کی تعظیم، توقیر ومحبت، ہماری زبانوں پر درود، اذان، نماز، خطبہ میں شہادت رسالت اور ہمارے جوارح پر لازم ہے کہ ہم آپ کو اپنی ہر شئی سے مقدم اور آپ کے لئے ہر شئی قربان کردیں اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کے لئے ہم پر فرض کیا اسے نبھا ہیں، جہتِ رسالت کی وجہ سے جو آپکی تبلیغ ہے یہ اس پر اضافہ ہے کیونکہ یہ چیزیں ہر رسول میں ہیں

حضور ﷺ کا فرمان ہے

لا یؤ من احد کم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین

تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اولاد، والد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہوجاؤں

(بخاری، ۱۵. مسلم، ۴۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا، یارسول اللہ

انت احب الی من کل احد الا نفسی

آپ مجھے اپنی جان کے علاہ ہر شئی سے محبوب ہیں

آپ نے فرمایا

لا یا عمر حتی اکون احب الیہ من نفسک

اے عمر نہیں یہاں تک کہ میں تمہیں جان سے بھی عزیز ہوجاؤں

عرض کیا

انت احب الی من نفسی قال فالآن (البخاری، ۶۶۳۲)

آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں فرمایا اب کام بنا

یہ چیزیں حرام ہیں

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تعظیم نبوی کی وجہ سے ہم پر یہ چیزیں حرام کردیں، ارشاد مقدس ہے

وما کان لکم ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابداًان ذلکم کان عند الله عظیمًا (الاحزاب،۵۳)

اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے

ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة واعد لهم عذاباً مهیناًوالذین یؤذون المؤمنین والمؤمنت بغیر مااکتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واثما مبینا (الاحزاب،۵۷۔۵۸)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے وجہ ستاتے ہیں انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا

یہاں غور کریں اذیتِ رسول اور اذیتِ مومنین میں کسقدر فرق ہے؟ آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح حرام کردیا لیکن یہ مقام کسی مومن کی بیوی کو حاصل نہیں ارشاد رب العزت ہے

ومنهم الذین یؤذون النبی ویقولون هو اذن قل

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں اور

اذن خير لكم يؤمن بالله ويؤمن للمؤمنين و رحمة للذين امنوا منكم والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم (التوبہ،۶۱)	کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں سے مسلمان ہے ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے
ان ذلكم كان يؤذى النبى فيستحى منكم والله لا يستحى من الحق (الاحزاب ،۵۳)	بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے سے نہیں شرماتا

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور رسول کے تقدم سے منع فرمایا، کوئی آدمی قول نبوی ﷺ سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اسی طرح آپ سے تخلف حرام قرار دیا، ارشاد مقدس ہے

ما كان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بانفسهم عن نفسه (التوبہ،۱۲۰)	مدینہ والوں اور ان کے ارگرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری ہے

حجروں سے باہر آواز لگا کر بلانا حرام فرمادیا اور ایسا کرنے والوں کو بے عقل کہہ دیا ہم

اس مقام پر ان تمام آیات قرآنیہ کا احاطہ نہیں کر سکتے جن میں آپ ﷺ کی قدر ومنزلت، بلندی درجات اور آپ کے ادب میں مبالغہ پر اشارۃ اور صراحت موجود ہے ،اس طرح وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ثناء کی، آپ کی حیات کی قسم اٹھائی ،آپ کو رسول و نبی کہہ کر بلایا، آپ کا نام لے کر نہیں بلایا حالانکہ دیگر انبیاء علیھم السلام کے نام لئے ہیں اور دیگر چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے بلند رتبہ پر دال ہیں اور یہ کہ کسی کا شرف آپ کے شرف کے برابر و مساوی نہیں

ہمارا آپ کی تعظیم بجالانا، اپنی جانوں کا آپ کے لئے نذرانہ پیش کرنا، آپ کی توقیر ونصرت، اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور لازم عبادت ہے، ہمارے نفوس آپ کے احسان کی بنا پر آپ کی طرف جھکے ہوتے ہیں کیونکہ احسان کرنے والے سے دل محبت کرتے ہیں اور ہاتھ وزبان مدد کرتے ہیں اگر ہاتھ جواب دے جائیں تو کم از کم زبان یہ کام کرتی ہے اس کتاب کا نام میں نے **السیف المسلول علی من سب الرسول**' (حضور کے گستاخ پر تنی تلوار) رکھا ہے

وجہ تصنیف کتاب

اس کے لکھنے کی وجہ یہ تھی میرے پاس ایک سوال آیا، ایک نصرانی نے گستاخی کی ہے اور وہ مسلمان بھی نہیں ہوا، میں نے لکھا اسے قتل کر دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم دیا لہذا اس بلند بارگاہ کو اس کتے کے منہ ڈالنے سے پاک کر دیا جائے

لا یسلم الشرف الرفیع من الاذی حتی یراق علی جوانبہ الدم

(اس وقت تک شرف رفیع محفوظ نہیں ہوسکتا جب تک دشمنوں کو قتل نہ کر دیا جائے)

متعدد علماء شوافع اور مالکیوں نے بندہ کی تائید بھی کی لیکن کچھ لوگوں نے امام رافعی اور دیگر اصحاب کے قول سے استدلال کر کے ہماری مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس نصرانی کے معاھدہ ختم ہونے میں اختلاف ہے گویا ان کے نزدیک عہد قائم رہنے کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور جو میں نے کعب بن اشرف کی بات کی تھی اس پر تعجب کیا اور کہا یہ تو خاص واقعہ ہے جس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ممکن ہے اسے بغیر سب وشتم قتل کیا گیا ہو

بعض مجادلین نے اسے حربی قرار دیا ہے ہمیں اس مجادل پر تعجب ہے جسے سیرت کے ساتھ مس اور فقہ کے ساتھ ادنیٰ انس ہے اس کے پھر شافعی ہونے پر زیادہ تعجب ہوا کیونکہ امام شافعی نے وہی کہا ہے جو ہم نے لکھا اور انھوں نے کعب بن اشرف کے واقعہ سے ہی استدلال کیا ہے، اس طرح دیگر اکابرین شوافع کا عمل ہے، کسی نے بھی اس کے مخالف تصریح نہیں کی، شیخ غزالی کہتے ہیں

ان المذهب انه لا تقبل توبته — شوافع کا مذہب یہی ہے کہ گستاخ کی توبہ قبول نہیں (خلاصۃ المختصر، ۱۰۱)

اس کا انکار، باطل مجادلہ کرنے والا ہی کر سکتا ہے لہذا مجھ پر اور دیگر اہل علم پر لازم ہو گیا کہ حق کو اشکار کیا جائے کیونکہ اس میں نصرت وخدمت نبوی ﷺ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے

ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب ان اللہ قوی عزیز (الحدید،۲۵)

اس لئے کے اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے

مجھ میں اتنی قوت نہیں کہ میں اس لعنتی سے ہاتھ سے انتقام لوں لیکن اللہ جانتا ہے میرا دل اس پر نہایت ہی پریشان اور مضطرب ہے البتہ یہاں محض دل سے نفرت کافی نہیں مجھ میں جتنی قوت ہے اس کے مطابق ضرور زبان و قلم سے جہاد کروں گا میرے ہاتھوں سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس پر میں اللہ تعالیٰ سے عدم مواخذہ کی التجا کرتا ہوں تا کہ وہ مجھے اس طرح نجات عطا فرما دے جیسے اس نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو معاف کر دیا جنھوں نے لوگوں کو برائی سے منع کیا تھا بلا شبہ وہ معافی دینے والا اور غفور ہے

نوٹ۔مصنف کی غیرت ملاحظ کیجیے آج اسلام، حضور ﷺ اور شعارِ اسلامی پر کسقدر حملے ہو رہے ہیں مگر ہمیں اس کا احساس تک نہیں، کاش ہم میں سے ہر کوئی حسب استطاعت جدوجہد کرے تو ممکن ہے ان کا ازالہ ہو سکے (مترجم قادری غفرلہ)

کتاب کی ترتیب

ہم نے اس کتاب کے چار ابواب بنائے ہیں

۱۔مسلمان گستاخ کا حکم

۲۔ذمی اور دیگر کفار گستاخوں کا حکم

۳۔سب وشتم سے مراد کیا ہے؟

۴۔کچھ مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ

اسی پر کتاب کا اختتام کردیں گے تاکہ ختامہ مسک قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اسے نافع اور اسے خالصاً اپنی رضا کے لئے بنادے، ہمارے اقوال، افعال اور نیات کو درست کر دے ہمارے لئے، ہمارے اباء، امہات، اولاد اور اہل کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی جمع کر دے ہم سے دنیا اور آخرت کا شر دور فرما دے، اپنے خصوصی فضل واحسان کے صدقہ میں ہمارا حشر حضور نبی کریم ﷺ کی امت میں فرمائے، بلاشبہ وہ غفور رحیم ہے

باب اول

گستاخی کرنے والے مسلمان کا حکم

اس میں دو فصلیں ہیں

۱۔ اگر توبہ نہ کرے تو قتل لازم

۲۔ اس کی توبہ اور اس سے تقاضاً توبہ کا حکم

فصل اول

گستاخ کا قتل لازم اور اس پر امت کا اتفاق ہے

یہاں دو مسائل پر کلام کی ضرورت ہے

۱۔ اس پر علماء کی تصریحات اور دلائل

۲۔ کیا اسے بطور کافر یا بطور حد قتل کیا جائے گا؟

مسئلہ اولیٰ، علماء کی تصریحات اور دلائل

درج ذیل علماء کے فتاویٰ جات ملاحظہ کیجیے

ا۔ قاضی عیاض مالکی (م،۵۴۴) لکھتے ہیں

اجمعت الامة علی قتل منتقصه من المسلمين وسابه	آپ ﷺ میں نقص اور آپ کو سب وشتم کرنے والے مسلمان کے قتل پر امت کا اتفاق ہے

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ،۲،۲۱۱)

۲۔ امام ابوبکر بن منذر (م،۳۱۹) فرماتے ہیں تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے حضور ﷺ کی گستاخی کرنے والے کو قتل کرنا لازم ہے ان میں امام مالک، امام لیث، امام احمد اور امام اسحاق بھی شامل ہے، امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے

(الاشراف علی مذاہب اہل العلم،۳،۱۶)

۳۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں مسلمان گستاخی کرنے والے کے بارے میں امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں، امام ثوری، اہل کوفہ اور امام اوزاعی کی بھی یہی رائے ہے

(الشفاء،۲،۲۶۵)

۴۔ امام محمد بن سحنون مالکی (م،۲۶۵) لکھتے ہیں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ شاتم رسول ﷺ کافر ہے اس پر اللہ کے عذاب کی وعید ہے

وحكمه عند الامة القتل	امت کے ہاں اس کا حکم قتل ہے

اس کے کفر وعذاب میں شک کرنے والا بھی کافر ہے

(نہایۃ السوٴل فی خصائص الرسول،۲۶۱)

۵۔امام ابوسلیمان خطابی (م،۳۸۸) فرماتے ہیں میں کسی ایسے مسلمان کونہیں جانتا

اختلف فی وجوب قتله — جو گستاخ مسلمان کے لزوم قتل میں

اذا کان مسلماً — اختلاف کرتا ہو

(معالم السنن، ۳۵۵:۳)

٦۔امام اسحاق بن راہویہ (م، ۲۳۸) فرماتے ہیں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے جس نے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کی یا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات میں سے کسی کا انکار کیا یا کسی نبی کو شہید کیا تو وہ کافر ہو جائے گا

وان کان مقراً بکل ما انزل الله — اگر چہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہے

(التمہید لابن عبدالبر،۴، ۲۲٦)

یہ تمام اقوال جس دلیل سے مؤید ہیں وہ اجماع امت ہے

لہذا ابن حزم کا کہنا کہ گستاخ کی تکفیر میں اختلاف ہے (المحلی، ۱۱: ۴۰۸)

کوئی وزن نہیں رکھتا

کیونکہ اہل علم میں سے کسی نے بھی ایسی بات نہیں کہی، سیرت صحابہ کا مطالعہ رکھنے والا جانتا ہے کہ ان کا اس پر اتفاق ہے ان سے ایسے متعدد فیصلے منقول ہیں جو نہایت مشہور و معروف ہیں اور کسی نے بھی ان سے انکار نہیں کیا۔ مثلاً

ا۔امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ایک شخص پر وہ سخت غضبناک ہوئے اور مجھ پر بھی گراں گزرا میں نے عرض کیا خلیفۃ الرسول مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت ہے؟ میرے ان کلمات نے ان کا غصہ ٹھنڈا کر دیا اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے پھر

مجھے بلا کر پوچھا تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ عرض کیا میں نے اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی تھی؟ فرمایا اگر اجازت دیتا کیا تم ایسا کر دیتے؟ عرض کیا ضرور فرمایا

لا واللہ ما کانت لبشر بعد محمد ﷺ — اللہ کی قسم حضور ﷺ کے بعد یہ کسی انسان کا مقام نہیں

(سنن ابی داود ۔ ۴۳۶۳)

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کو غضبناک کرنے والے کو قتل کیا جا سکتا ہے البتہ اس کے علاوہ کسی انسان کا یہ شان نہیں، بلاشبہ گستاخی آپ کو اذیت دیتی ہے

۲۔ امام سیف بن عمر (م،۱۹۰) اور دیگر نے حضرعت مہاجر بن ابی امیہ (جو یمامہ کے علاقوں پر امیر تھے) کے بارے میں نقل کیا ان کی عدالت میں دو عورتوں کا مقدمہ آیا ایک نے حضور ﷺ کے اسم گرامی کو غلط انداز سے گایا تھا

تو انہوں نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے اور سامنے کے دانت نکلوا دیئے، جبکہ دوسری نے مسلمانوں کی ہجو میں گایا تھا اسے بھی یہی سزا دی، سیدنا بوبکر نے اطلاع ملنے پر انہیں لکھا، اسم نبی کی گستاخی کرنے والی خاتون کے بارے میں تمہارئے فیصلے کی رپورٹ ملی ہے کاش مجھے پہلے اطلاع ہوتی

لا مرتک بقتلها لان حد الانبیاء لیس یشبه الحدود — تو میں تمہیں اس کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی پر حدود دوسری حدود کی طرح نہیں ہے

اگر کوئی مسلمان ایسا کرئے تو وہ مرتد یا ذمی کرے تو وہ حربی اور معاھدہ توڑنے والا ہے

(تاریخ طبری، ۳، ۳۴۱)

سوال۔اب اسے قتل کا حکم کیوں جاری نہ کیا؟

جواب۔ ممکن ہے وہ مسلمان ہوگئی ہو یا چونکہ حضرت مہاجر نے اجتہاد کی بنا پر اسے جو سزا دی تھی اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو حدود کو جمع کرنا مناسب محسوس نہ کیا ہو

۳۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گستاخ لایا گیا آپ نے قتل کا حکم جاری کیا اور فرمایا

من سب الله او سب احداً من الانبياء فاقتلوه	جس نے اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کی گستاخی کی اسے قتل کر دیا جائے

(مسائل للحرب بن اسماعیل)

۴۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے ہے جو مسلمان اللہ یا کسی نبی کی گستاخی کرتا ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی اور یہ ارتداد ہے اس سے

يستتاب فان رجع والا قتل	توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر رجوع کر لے فبہا ورنہ قتل

اگر کوئی معاھد اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کی مخفی یا اعلانیہ گستاخی کرتا ہے

فقد نقض العهد فاقتلوه (ایضاً)	اس نے عھد توڑ الالہذا اسے قتل کیا جائے

۵۔حضرت خلید سے ہے ایک آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو انھوں نے لکھا

انه لايقتل الا من سب رسول الله ﷺ	حضور ﷺ کے گستاخ کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے گا

(الطبقات لابن سعد، ۵، ۳۶۹)

ایسے واقعات کثیر ہیں تمام کے بیان کی حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ پر امت کا اجماع

ہمارے علم میں ہے

٦۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانے والے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کافر ہے اور یہ آیت بطور دلیل ذکر کی

قل أبالله و اياته ورسوله كنتم تستهزؤن لا تعتذروا قد كفر تم بعد ايمانكم	تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہوکر

(التوبہ، ٦٥، ٦٦)

٧۔ قاضی عیاض نے امام مجتهد ابراهیم بن حسین بن خالد (م، ٢٤٩) سے نقل کیا انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے استدلال کیا کہ آپ نے مالک بن نویرہ کو قتل کا حکم دیا کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو حقیر جانتے ہوئے کہا تھا وہ تمہارے صاحب ہیں (الشفاء، ٢: ٢١٦)

پھر لکھا، امام ابن القاسم (م، ١٩١) نے امام مالک سے کتاب ابن سحنون، مبسوط، عتبیہ میں اور امام مطرف (م، ٢٥٥) نے امام مالک سے کتاب ابن حبیب میں نقل کیا

من سب النبی ﷺ قتل ولم يستتب	جس نے کسی نبی کی گستاخی کی اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا

امام ابن القاسم نے العتبیہ میں لکھا

او شتمه او عابه او انتقصه فانه يقتل وحكمه عند الامة القتل كالزنديق	یا اس نے کسی نبی کو برا کہا عیب یا نقص بیان کیا تو اسے قتل کیا جائے گا اور امت کے ہاں حکم قتل ہی ہے جیسے زندیق

المبسوط میں امام عثمان بن کنانہ (م،۱۸۶) سے ہے جس مسلمان نے کسی نبی کی گستاخی کی اسے قتل کر دیا جائے یا اسے زندہ پھانسی پر لٹکا دیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے، عدالت کو اختیار ہے وہ اسے زندہ لٹکا دے یا اسے قتل کر دے

قاضی ابو مصعب (م ۲۴۲ء) اور شیخ ابن ابی اویس (م،۲۲۶) سے مروی ہے ہم نے امام مالک کو فرماتے سنا جس نے اللہ کے کسی نبی کو سب وشتم کیا یا کسی عیب یا نقص کی نسبت کی اسے قتل کر دیا جائے

مسلماً او کافراً ولا یستتاب — خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس سے توبہ کا تقاضا نہ کیا جائے

امام محمد بن سحنون کی کتاب میں ہے ہمیں تلامذہ مالک نے ان سے بیان کیا جس نے حضور ﷺ یا کسی بھی نبی کی گستاخی کی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کر دیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے

امام اصبغ بن الفرج (م،۲۲۵) فرماتے ہین اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا خواہ اس نے یہ مخفی کیا یا اعلانیہ

ولا یستتاب لان توبتہ لانعرف — اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کی توبہ معروف نہیں

امام عبداللہ بن الحکم سے ہے

من سب النبی ﷺ من مسلم او کافر قتل ولم یستتب — جس نے کسی نبی کو برا کہا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا تقاضا نہیں کیا جائے گا

امام ابن جریر طبری (م،٣١٠) نے امام اشہب (م،٢٠٤) سے اور انھوں نے امام مالک سے اس طرح نقل کیا ہے ،امام ابن وھب (م،١٩٧) نے امام مالک سے روایت کیا جس نے کہا

ان رداء النبی ﷺ ویروی زرالنبی ﷺ وسخ ارادبه عیبه قتل	نبی کی چادر یا نبی کا بٹن میلا ہے اور اس سے مقصد نقص تھا تو اسے قتل کیا جائے

(الشفاء،٢١٦: ٢١٧)

قاضی عیاض لکھتے ہیں بعض اہل علم نے فرمایا، علماء کا اس پر اتفاق ہے جس نے کسی نبی کے خلاف بری دعا کی

انه یقتل بلا استتابة	اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا

امام ابوالحسن قابسی (م،٤٠٣) نے اس شخص کے بارے قتل کا فتویٰ جاری کیا جس نے آپ ﷺ کو یتیم ابوطالب کہا۔

فقہاء اندلس نے ابن حاتم طلیطلی کے قتل اور پھانسی کا فتویٰ دیا کیونکہ اس نے دوران مناظرہ یتیم کہہ کر آپ ﷺ کی بے ادبی کی اور اس کا قول تھا

ان زهده لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلها	آپ کا فقر اختیاری نہ تھا اگر آپ پاکیزہ اشیاء پر مختار ہوتے تو انہیں تناول کرتے

(المعیار المعرب،٢: ٣٢٦)

امام حبیب بن ربیع قروی (م،٣٣٥) فرماتے ہیں امام مالک اور ان کے تلامذہ کا مذہب یہ ہے

من قال فیه علیه السلام مافیه نقص قتل دون استتابة	جس نے نبی علیہ السلام کے بارے میں عیب کی بات کی اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا

امام ابن عتاب (م،۴۲۶) نے فرمایا

الکتاب والسنة موجبان ان من قصد النبی ﷺ باذی او نقص معرضاً او مصرحاً وان قل فقتله واجب	قرآن وسنت کا حکم ہے جس نے نبی علیہ السلام کو اذیت پہنچائی، ان کا نقص بیان کیا خواہ بطور اشارہ یا واضح طور پر اگرچہ وہ کم ہو ایسے شخص کا قتل لازم ہے

(الشفاء، ۲: ۲۱۹)

قاضی عیاض لکھتے ہیں ہمارے نزدیک یہی حکم ایسے شخص کا ہے جس نے کسی نبی کو حقیر جانا، یا بکریاں چرانے، یا سہو، یا نسیان یا جادو، یا زخم یا بعض غزوات میں بظاہر شکست یا حالات یا دشمن کی شدت یا عورتوں کی طرف میلان کا عیب لگایا تو اسے قتل کیا جائے گا

(الشفاء ۲، ۲۱۹)

امام احمد بن حنبل (م،۲۴۳) سے ہے جس نے بھی کسی نبی کو برا کہا یا نقص بیان کیا مسلمان ہو یا کافر اس کا قتل لازم ہے

واری ان یقتل ولا یستتاب (احکام اہل الملل للخلال، ۲۵۵)	اور میرے نزدیک اسے قتل ہی کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے

امام عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے والد گرامی سے پوچھا کیا گستاخ نبی سے

توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا؟ فرمایا

قد وجب علیه القتل ولا یستتاب　　　قتل ہی لازم ہے توبہ کا مطالبہ ہی نہ کیا جائے

پھر بطور دلیل فرمایا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسے گستاخ کو قتل کیا اور توبہ کی بات نہیں کی، اصحاب احمد کا بھی یہ ہی موقف ہے جس نے اللہ کو برا کہا، وہ کافر ہے خواہ اس نے مذاق کیا یا عمداً کہا اور ان کا استدلال اسی آیت کریمہ سے ہے جسے امام شافعی نے پیش کیا یعنی سورۂ توبہ کی آیت ۶۵)

امام ابویعلیٰ حنبلی (م، ۴۵۸) لکھتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کی یا اس کے رسول کی گستاخی کی تو وہ کافر ہے خواہ اسے جائز مان کر کہا یا ناجائز، اگر کہتا ہے میں اسے جائز نہیں سمجھا تو ظاہراً پھر بھی اس کی نہیں سنی جائے گی اور یہ مرتد ہے اور وہ قاتل، شرابی اور چور کی طرح نہیں کیونکہ اگر ان میں سے کوئی کہتا ہے میں اسے حلال نہیں جانتا تو ان کی بات مان لی جائے گی کیونکہ ان اشیاء کی حرمت ہے مگر فعل میں لذت ہے ہم نے اس پر کفر بطور ظاہر جاری کیا ہے اگر وہ باطن میں سچا ہے تو وہ مسلمان ہوگا جیسا کہ زندیق

انہوں نے ہی بعض فقہاء سے ذکر کیا اگر اس گستاخی کو جائز سمجھتا ہے تو کافر ورنہ فاسق، کافر نہیں ہوگا جیسا کہ گستاخ صحابہ، اس کی نظیر یہ ہے کہ ہارون رشید کو بعض فقہاء عراق نے گستاخ نبی کو کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا اور امام مالک نے ان کا فتویٰ رد کر دیا　　　(الشفا،۲: ۲۲۳)

یہی نقل ابن حزم کی نظیر ہے،

قاضی عیاض نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا اس کے خلاف پر اجماع ہے کوئی اختلاف نہیں باقی جنھوں نے یہ بات کی تھی وہ مسلّم علماء نہ تھے اور نہ ہی ان کے فتویٰ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور اس کی بنیاد خواہش نفس پر تھی یا ان کلمات کے گستاخی ہونے یا قبولیت توبہ میں اختلاف تھا

لہذا البعض سے جو منقول ہے کہ گستاخی کو حلال نہیں جانتا تو وہ کافر نہ ہوگا یہ نہایت قابل مذمت اور خطا صریح ہے کسی معتبر عالم سے یہ بات ثابت نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی صحیح دلیل ہے

کتاب و سنت کے دلائل

اب کتاب وسنت کے دلائل ملاحظہ کیجیے

ا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

ان الـذيـن يؤ ذو ن الـلـه و رسوله لعنهم الله فى الدنيا و الا خـرة و اعد لهم عذاباًمهيناً (الاحزاب ،۵۷)	بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

دوسرا فرمان مبارک ہے

والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب ا اليم (التوبہ،٦١)	جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہین ان کے لئے دردناک عذاب ہے

تیسری جگہ فرمایا

ملعو نين اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا (الاحزاب، ٦١)	پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں

یہ تمام آیات گستاخ کے کفر وقتل پر شاہد ہیں

امام خطابی وغیرہ کہتے ہیں اذی، خفیف شر کا نام ہے اگر اس میں اضافہ ہو جائے تو ضرر کہلاتا ہے، حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يا عبادى انكم لن تبلغوا ضرى فتضرونى (مسلم ،۲۵۷۷)	اے میرے بندوں تم مجھے ضرر دینے تک پہنچ ہی نہیں سکتے کہ تم مجھے ضرر دے سکو

آیات مبارکہ میں ،اذی،،کا ذکر ہے جس سے نبی علیہ السلام کی قدر ومنزلت کی عظمت سامنے آتی ہے کہ آپ کی کم سے کم اذیت بھی کفر ہے، اللہ تعالیٰ کے حق میں ضرر محال ہے البتہ اس کے حق اور اس کے رسول کے حق میں اذیت کفر ہے کیونکہ عذاب مھین اس طرح دنیا وآخرت میں یقینی عذاب اور عذاب الیم کفار کے ساتھ ہی مخصوص ہے اس طرح ارشاد گرامی ہے

الم یعلموا نه من یحادد الله ورسوله (التوبہ ۶۳)	کیا انھیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا

یہ آیات سابقہ آیات سے مل کر بتا رہی ہے اذیت، محادت ومخالفت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

ان الذین یحادون الله ورسوله کبتوا (المجادلۃ، ۵)	بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے

پھر فرمایا

ان الذین یحادون الله ورسوله اولئک فی الاذلین کتب الله لا غلبن انا ورسلی (المجادلة، ۲۰، ۲۱)	بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں اللہ لکھ چکا کہ میں ضرور غالب آؤں گا اور میرے رسول

ایک اور مقام پر فرمایا

ومن یلعن الله فلن تجد له نصیرا (النساء، ۵۲)	اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا

یہ تمام سامنے رکھیے تو اب دلیل یوں بنی

گستاخ ایذا دینے والا اور موذی و محاد ہے اور محاد، ذلیل و مغلوب ہے جس کا حال یہ ہو وہ منصور نہیں ہو سکتا تو اگر اس کا قتل لازم نہ ہوتا یہ مسلمانوں پر اس کی نصرت لازم ہوتی حالانکہ اس کا بطلان واضح ہو چکا

یوں بھی دلیل بیان کی جاسکتی ہے سابّ، موذی ہے اور موذی ان آیات کی وجہ سے کافر ہے جو متعدد وجوہ سے اس پر دال ہیں

سنت سے دلائل

۱۔ بخاری اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے واقعہٗ افک کے بارے میں خطبہ دیا اور تہمت لگانے والے عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں فرمایا

من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی — کون میری جان چھڑائے اس آدمی سے جس نے میری اہلیہ کے بارے میں مجھے ایذا دی ہے

تو قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بندہ حاضر ہے اگر وہ اوس میں سے ہوا تو اس کی گردان اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہے تو ہم ان سے اس پر عمل کا کہیں گے (البخاری، ۴۱۴۱)

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قول واضح طور پر دلیل ہے کہ موذی کا قتل مسلّم تھا اور پھر حضور ﷺ نے بھی ان کی بات کو ثابت رکھا یہ نہیں فرمایا کہ اس کا قتل ناجائز ہے

یہ ابن ابی بظاہر مسلمان تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے نفاق کی وجہ سے نہیں بلکہ اذیتِ رسول ﷺ کی وجہ سے قتل کا اعلان کیا

سوال۔ حضرت مسطح اور دیگر مسلمان بھی متاثر ہو کر تہمت میں شامل تھے تو نہ ان پر کفر

کا حکم جاری ہوا اور نہ قتل کا، اگر تمہارا استدلال ظاہری مان لیا جائے تو وہ سزا ان پر بھی نافذ ہونی چاہیے اور ازواج مطہرات کی گستاخی بھی سبب کفر یا قتل بن جائے گی

جواب، اذیت دو طرح کی ہے

ا۔ ایذا مقصود ۲۔ ایذا غیر مقصود

حضرت مسطع، حضرت حمنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہم کا مقصد اذیتِ نبوی نہ تھا لہذا ان پر کفر و قتل کا حکم نہ ہوگا البتہ ہوگا ابن ابی کا مقصد اذیت تھا اس لئے وہ مستحقِ قتل تھا چونکہ یہ آپ ﷺ کا حق تھا آپ اسے چھوڑ بھی سکتے تھے

ضابطہ اذیت

یہاں اذیت کے حوالہ سے اس ضابطہ وقاعدہ کا سامنے لانا بہت ضروری ہے۔ بعض اوقات ایک آدمی فعل یا قول کرتا ہے اور اس سے دوسرے کو اذیت پہنچتی ہے حالانکہ اس فاعل یا قائل کا مقصود اذیت نہ تھی بلکہ اس کا مقصد اور تھا اور اس کے ذہن میں اسکا استلزام بھی نہ تھا اور لزوم بھی واضح نہ ہو تو اس پر اذیت کا حکم جاری نہ ہوگا اس طرح کی متعدد باتیں بدوی جہال سے سرزد ہوتیں چونکہ وہ آدابِ گفتگو سے بھی آگاہ نہ تھے تو حضور ﷺ نے ان پر گرفت نہ فرمائی .

حضرت مسطع اور ان کے ساتھیوں کے معاملہ میں مذکور احتمال بھی ممکن ہے ، یہ بھی احتمال ہے کہ انہیں ابھی علم نہ تھا کہ یہ آپ ﷺ کی دنیا و آخرت میں اھلیہ ہیں اور حضرات انبیاء علیھم السلام کی ازواج ایسی چیزوں سے بری ہوتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہو ان سے جدائی جائز و ممکن ہے حضرت زینب رضی اللہ عنھا کے ولیمہ میں بیٹھنے والے صحابہ کے بارے میں نازل ہونے والا حکم اسی کی تائید کررہا ہے، ارشاد مبارک ہے

یا یھا الذین امنوا لاتدخلوا — اے ایمان والوں نبی کے گھر میں حاضر

بیوت النبی الا ان یؤذن لکم	نہ ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے
الی طعام غیر نظرین انہ	کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس
ولکن اذا دعیتم	کے پکنے کی تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو
فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا	حاضر ہو جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق
ولا مستأ نسین لحدیث ان	ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل
ذلکم کان یؤذی النبی	بہلاو بے شک اس میں نبی کو ایذا
(الاحزاب،۵۳)	ہوتی ہے

یہ کبار صحابہ تھے اور ان کا مقصد اذیت نہ تھا اسی لئے یہ حکم ان پر لاگو نہیں ہو سکتا

رہا معاملہ عبداللہ بن ابی کا اس نے فقط نفاق اور بغضِ نبوی کی وجہ سے اذیت کا ہی قصد وارادہ کیا، اسی وجہ سے مستحقِ قتل قرار پایا البتہ آپ ﷺ نے بردباری سے کام لیا یہی وجہ ہے کہ جماعتِ مفسرین نے کہا،

ارشاد باری تعالیٰ

ان الذین یرمون المحصنت	بے شک جو عیب لگاتے ہیں انجان
الغفلت المؤمنات لعنوا فی	پارسا ایمان والیوں کو ان پر لعنت
الدنیا والاخرۃ	ہے دنیا اور آخرت میں

(النور، ۲۳)

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے چونکہ ان پر تہمت، حضور ﷺ پر طعن بنتا ہے لہذا ایسے آدمی کی توبہ قبول نہیں بخلاف غیر پر تہمت کے ان کا استثناء موجود ہے اگر چہ مختار دوسرا قول ہے اول سورت والی آیت میں احکامِ دینوی اور اس میں اخروی کا بیان ہے اور دونوں توبہ سے ساقط ہو جائیں گے

۲۔عبداللہ بن سعد ابی سرح کا واقعہ

سنن ابی داود میں اسباط بن نصر نے امام سدی سے انھوں نے مصعب بن سعد سے انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو پناہ دی مگر چار مرد اور دو عورتیں، ان میں ابن ابی سرح بھی تھا، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپ گیا، لوگوں کو بیعت کے لئے جب رسول اللہ ﷺ نے بلایا تو حضرت عثمان ان کو لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا اسے بیعت فرمالیں آپ نے سر اقدس اٹھا کر تین دفعہ اس کی طرف دیکھا اور انکار فرمایا لیکن چوتھی دفعہ بیعت کی اجازت ہوئی پھر صحابہ سے متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی عقل مند نہ تھا جب میں بیعت نہیں کر رہا تھا تو وہ اسے قتل کر دیتا؟ عرض کیا ہم آپ کے ارادہ سے آگاہ نہ ہوئے کاش آپ آنکھ سے اشارہ فرما دیتے فرمایا نبی کے مناسب نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرے

(سنن ابی داود، ۲۶۸۳)

امام نسائی نے بھی اسے نقل کیا،

امام اسماعیل سدی اور اسباط بن نصر دونوں سے امام مسلم نے روایت لی ہے ہاں ان میں کلام ہے لیکن یہ روایت تمام اہل سیر کے ہاں معروف ہیں

یہ ابن ابی سرح کاتب وحی تھا پھر مرتد ہو کر قریشِ مکہ سے جا ملا اور کہا میں محمد کے ساتھ جو چاہتا کر دیا کرتا وہ مجھے عزیز حکیم لکھواتے میں کہتا علیم حکیم ہے کہتے سب ٹھیک ہے، فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے اس کے قتل اور عبداللہ بن حلال بن خطل اور مقیس بن صبابہ کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا اگر چہ انھوں نے غلاف کعبہ کے نیچے پناہ لی ہو، اس طرح حویرث بن نقید، ھبار بن اسود، ابن زبعری، عکرمہ بن ابی جہل، وحشی، ابن

خطل کی دو لونڈیاں فرتنا اور ارنب ، ان سے ایسے اشعار پڑھاتا جس میں رسول اللہ ﷺ کی ہجو و گستاخی ہوتی ، عمرو بن ہاشم کی لونڈی سارہ بھی مکہ میں نوحہ اور گانے والی تھی اس سے بھی حضور ﷺ کی ہجو پر مشتمل اشعار پڑھائے جاتے یہ تمام قتل ہوئے البتہ ابن ابی سرح ، ھبار بن اسود ، ابن زبعری ، عکرمہ ، وحشی و فرتنا اسلام لے آئے ، ابن خطل کے بارے میں ہے کہ اس نے اپنے انصاری ساتھی کو قتل کیا تھا

واقدی کہتے ہیں ابن ابی سرح جب حضرت عثمان کے ساتھ آیا تو تائب ہو چکا تھا اور حالِ ظاہری بھی اسی کا متقضی ہے (المغازی، ۲: ۸۵۵)

ان تمام کو حضور ﷺ نے مباح الدم قرار دیا تھا ان میں سے ابن ابی سرح مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا اسی لئے اسے بھی مباح الدم قرار دیا تھا حتی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا تو آپ ﷺ نے معاف فرماتے ہوئے اسے بیعت کر لیا

وھو بلا شک دلیل علی قتل الساب قبل التوبة	یہ یقیناً اس پر دال ہے کہ گستاخ قبل از توبہ قتل کر دیا جائے گا

بعد از توبہ کے معاملہ پر ہم عنقریب گفتگو کریں گے ، ان شاء اللہ تعالیٰ

ان میں مقیس بن صبابہ بھی مرتد تھا اور اس نے ایک آدمی کو قتل بھی کیا اسی طرح ابن خطل کا بھی معاملہ ہے یہ دونوں بھی قتل ہوئے ان میں عکرمہ بن ابی جھل بھی ہے اس میں کفر اصلی کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ شدید عداوت بھی تھی علم نہیں اس سے کوئی گستاخی صادر ہوئی یا نہیں لیکن بعد میں بڑے مسلمانوں میں شامل ہوئے ، کچھ ان میں اصلی کافر تھے مگر ان کو مباح الدم ان کے کفر اور شدید عداوت کی وجہ سے قرار نہیں دیا بلکہ گستاخی کے وجہ سے تھا

کیا ہمیں علم نہیں خواتین کو کفر کی وجہ سے قتل کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی مخصوص

موقعہ کے علاوہ قتل کا حکم تھا فتح کے دن کسی کو محض کفر کی وجہ سے آپ ﷺ نے قتل نہیں کیا البتہ یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے خزاعہ کو اجازت دی تا کہ وہ ان پر حملہ کرنے والے بنو بکر سے بدلہ لیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام کو پناہ دی

بعض نے کہا انصار نے قتال کیا لیکن یہ تفصیل کا محل نہیں، خزامعہ کو اجازت کا تذکرہ امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں یوں کیا ہے

کہ ہمیں عبد الوہاب بن عطا نے حسین معلم سے ان سے عمرو بن شعیب نے اپنے دادا سے بیان کیا کہ جب مکہ فتح ہوا آپ ﷺ نے فرمایا تمام قتال ختم کر دیں البتہ خزاعہ کو بنو بکر پر حق ہے جب نماز عصر کا وقت آیا فرمایا قتال ختم کر دو بنو بکر کا ایک آدمی خزاعی کو مزدلفہ ملا جسے اس نے قتل کر دیا جب خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو دوسرے دن بیت اللہ کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ زیادتی کرنے والا ہے جس نے حرم میں عداوت کی جس نے غیر قاتل کو قتل کیا اور جس نے جاہلیت کی عداوت کی وجہ سے قتل کیا (کتاب الاموال، ۱۳۵)

شیخ ابو عبید (م۔۲۲۴) کے نزدیک مکہ تلوار سے فتح ہوا امام شافعی کے ہاں باوجویکہ یہ صلح سے فتح ہوا فرماتے ہیں جن کے ساتھ بنو نفاث نے قتال کیا انھیں ان کے قتل کی اجازت ملی تھی، نہ ان کے لئے مال تھا اور نہ ہی غلام وہ غیر ملکی لوگ تھے جو وہاں پناہ لئے تھے یہ گفتگو امام نے الام میں امام یوسف کے اس قول کے جواب میں کی کہ اہل مکہ میں غلامی جاری نہیں ہوسکتی (الام: ۷، ۳۸۹)

مرتد پر توبہ

جو مرتد پر توبہ پیش کرنے کو لازم مانتے ہیں ان کی قوی دلیل ابن ابی سرح کا

یہی واقعہ ہے کیونکہ اگر قتل ارتداد کی وجہ سے ہوتا تو اس پر توبہ پیش کی جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی وہ کافر اصلی تھا کہ امام کو قبل از اسلام اس کے بارے میں اختیار تھا تو اب اس کے قتل کی وجہ گستاخی ہی تھا اور گستاخ کو توبہ کی بات کے بغیر ہی قتل کیا جاتا ہے یعنی اس پر توبہ پیش ہی نہیں کی جاتی اگر ڈر جانے کی وجہ سے اسلام لے آیا تو اس کا حکم آ رہا ہےجو توبہ پیش کرنا لازم نہیں مانتے ان کے ہاں یہ فقط سنت ہے تو حضور ﷺ کا اسے ترک فرمانا واضح کر رہا ہے کہ یہ قتل گستاخی کی وجہ سے تھا اور یہ ارتداد سے کہیں آگے ہے ارتداد میں توبہ لازماً یا استحباباً پیش کرنا ضروری ہے لیکن گستاخی میں یہ ہے ہی نہیں

گستاخی کا جرم، ارتداد سے بڑھ کر

گستاخی کی کا جرم، ارتداد کے جرم سے بڑھ کر ہے اس پر دلیل بخاری کی روایت ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے، ایک نصرانی اسلام لایا اور وہ حضور ﷺ کا کاتب مقرر ہوا پھر وہ نصرانی ہو گیا اور وہ کہتا محمد اتنا ہی جانتا ہے جتنا میں لکھ دیتا وہ مر گیا لوگوں نے دفن کیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا، کہنے لگے یہ حضور ﷺ کے صحابہ کا عمل ہے جنھوں نے اسے قبر سے نکال کر پھینک دیا انھوں نے اس کے لئے خوب گہری قبر کھودی اور دبا دیا مگر جب صبح ہوئی دیکھا تو اس نے اسے باہر پھینک دیا تو سمجھ گئے یہ کسی کا عمل نہیں

(البخاری، ۳۶۱۷)

غور کرو اللہ تعالٰی کی اپنے نبی ﷺ پر کس قدر عنایت ہے جو آپ پر افتراء کرے اس

کے کذب کا اظہار فرما دیتا ہے زمین اسے قبول نہیں کرتی حتی کے لوگوں پر اس کا کذب آشکار ہوگیا ورنہ بہت سے مرتد مرے مگر ان میں سے کسی کو بھی زمین نے باہر نہیں پھینکا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کو رسوا اور اس کے جھوٹ کو لوگوں پر آشکار فرما دیا اگر ابن ابی سرح اسلام نہ لاتا تو اس کا حال بھی یہی ہوتا

اہل علم کا اختلاف

ابن ابی سرح اور نصرانی کا قول (ہم جو لکھ دیتے) پیچھے گزرا، اس میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض نے کہا یہ سراسر جھوٹ ہے ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ کافر مرتد کی بات کا کیا اعتبار؟ (نہایۃ السؤل، ۱۱۱)

بعض نے کہا چونکہ قرآن سات لغتوں میں نازل ہوا تھا پھر چھ منسوخ اور ساتویں باقی رہی جس کا دور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کے ساتھ آخر میں کیا تھا ابتداً سمیع علیم کی جگہ مثلاً علیم حکیم کی اجازت تھی بشرطیکہ آیتِ رحمت کو عذاب اور آیتِ عذاب کو رحمت پر ختم نہ کیا جائے اسی طرح دیگر تاویلاتِ صحیحہ تھی جنھیں ابن ابی سرح اور نصرانی نہ سمجھ پائے اور دونوں گمراہ ہوگے اور بہت قبیح جرم کیا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں تشکیک کا سبب بنا لہذا اس کی سزا بھی زیادہ شدید ہے

ابن خطل بھی مسلمان تھا حضور ﷺ نے اسے صدقہ پر عامل مقرر کیا ایک انصاری مسلمان اس کے ساتھ رہتا اس کے کھانا نہ بنانے پر ناراض ہوا اور اسے قتل کر دیا پھر قصاص کے خوف سے بھاگا اور مرتد ہوگیا اشعار میں حضو ﷺ کی ہجو کرتا اور اپنی لونڈیوں سے وہ اشعار پڑھاتا، اگر اس کا قتل قصاصاً ہوتا تو اسے مقتول کے ورثا کے حوالے کیا جاتا اگر ارتداد کی وجہ سے ہوتا تو توبہ اس پر پیش کی جاتی تو اب اس کا قتل

فقط گستاخی کی وجہ سے ہی تھا

سوال، اشعار میں ہجو، سبّ و شتم کی بدترین صورت ہے تو کیوں نہ کلمہ واحد کو سبّ قرار دیا جائے؟

جواب، آگے آرہا ہے جس میں بغیر شعر سبّ اور اذیت کا عمومی حکم ہے اور وہ عموم کا تقاضا کرتا ہے اور یہ بھی آرہا ہے کہ مباح الدم کے لئے قلیل وکثیر کا فرق نہیں

۳۔ مشہور ہے حضرت بجیر بن زہیر بن بن ابی سلمٰی نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو لکھا تھا رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ہجو اور اذیت دینے والوں کو قتل کروادیا ہے

(المستدرک للحاکم، ۳، ۶۵۷۸)

۴۔ حدیث اعرابی میں ہے حضور ﷺ نے جب اسے مال دیا تو کہنے لگا تم نے اچھا نہیں کیا تو مسلمانوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا فرمایا اس نے جو کہا تھا اگر قتل کر دیتے تو وہ دوزخ میں چلا جاتا

(مسند بزار، ۲۱۰۴)

۵۔ آپ ﷺ نے جب حنین کے غنائم تقسیم فرمائے تو ایک آدمی نے کہا اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اجازت ہو تو میں اس منافق کو قتل کر دوں فرمایا، نہ

معاذالله ان يتحدث الناس اللہ کی پناہ لوگ افواہیں پھیلائیں گے کہ
انی اقتل اصحابی یہ شخص اپنے ساتھیوں کو قتل کروادیتا ہے

(مسلم، ۱۰۶۲)

۶۔ جب ابن ابی نے کہا کہ ہم مدنیہ واپسی پر وہاں سے ذلیلوں کو نکال دیں گے تو حضرت عمر نے اس کے قتل کی اجازت مانگی، فرمایا اس پر مدنیہ میں کئی آوازیں اٹھیں گی اور فرمایا

لایتحدث الناس ان محمدا تا کہ لوگ باتیں نہ کریں کہ محمد ﷺ
یقتل اصحابہ (البخاری ۴۹۰۵) اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیتا ہے

۷۔مغازی سعید بن یحی بن سعید میں ابو المجالد، امام شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ ہوا تو عزیٰ کا مال آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا پھر ایک آدمی کا نام لے کر بلایا اور اسے عطا کیا پھر قریش سے کچھ لوگوں کو بلا کر عطا کیا ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا آپ جانتے ہیں سونا کیسے دینا ہے پھر دوسرے نے یہی کہا تو آپ نے اعراض کیا تیسرا آدمی اٹھا اور کہا آپ تقسیم کر رہے ہیں مگر عدل نہیں کر رہے فرمایا تجھ پر افسوس

اذالا یعدل احد بعدی میرے بعد کون عدل کرسکتا ہے؟

پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو طلب کیا اور فرمایا اسے قتل کر دو وہ گے تو وہاں اسے نہ پایا تو فرمایا

لو قتلتہ لرجوت ان یکون اگر تم اسے اڑا دیتے تو امید تھی اول و آخر
اولھم واخرھم یہی تھا

۸۔قاضی عیاض نے سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

من سب نبیاً فاقتلوہ ومن سب اگر کوئی نبی کی گستاخی کرے تو اسے قتل
اصحابی فاضربوہ کر دو اور اگر صحابی کی گستاخی کرے تو
(الشفاء ۲، ۲۲۱) اسے کوڑے مارو

سند پر گفتگو

اس روایت کی سند میں اہل بیت سے روایت کرنے والے راوی عبدالرحمٰن بن محمد

بن حسن بن زبالہ پر شیخ ابن حبان وغیرہ نے جرح کی ہے، اسے امام حسن خلال (م، ۴۳۹) اور شیخ ازجی (م، ۴۴۴) نے بھی حضرت علی رضی اللہ سے روایت کیا ہے،

امام ابن صلاح (م، ۶۴۳) نے حاشیہ الوسیط میں کلام کرتے ہوئے کہا یہ حدیث معروف نہیں (مشکل الوسیط، ۷، ۸۷)

کلام ابن صلاح کی وجہ سند سے عدم آگاہی ہے لہذا اس میں تدبر کر لیا جائے اگر یہ روایت محفوظ ہے تو یہ مسلم و کافر دونوں میں بڑی عمدہ دلیل ہے ہم نے سنت سے استدلال میں طویل گفتگو کر دی حالانکہ اجماع کی وجہ سے اسقدر ضرورت نہ تھی اور اجماع پر تفصیل پیچھے گزر چکی ہے

قیاسی دلیل

مرتد کا قتل اجماع اور نصوص واضحہ سے ثابت ہے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

من بدل دینه فاقتلوه جس نے دین بدلا اسے قتل کر دو

(البخاری، ۷، ۳۰۱)

گستاخ، مرتد اور دین بدلنے والا ہی ہوتا ہے لہذا اس مذکورہ نص کے تحت بھی شامل رکھا جائے تو ثابت بالنص ہو جائے گا اور اگر تم گستاخی کو ارتداد پر قیاس کرلو تو پھر یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا کیونکہ یہ ارتداد سے زیادہ بے حیائی اور فحش ہے

مسئلہ ثانیہ

قتل گستاخ کا سبب کفر یا حد؟

پہلے ایک مقدمہ سنیے کہ مرتد کا قتل نص اور اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ گزرا، اس کی توبہ کی قبولیت پر اکثر علماء کا اجماع ہے بشرطیکہ زندیق نہ ہو

ا۔امام حسن بصری سے روایت ہے مرتد کی توبہ قبول نہیں اسے قتل کیا جائے اگر چہ وہ مسلمان ہو جائے جیسا کہ زانی

(الحاوی،۱۳،۱۵۸)

۲۔امام احمد فرماتے ہیں اگر وہ مسلمان پیدا ہوا تھا تو اس کا حکم یہی ہے

(رحمۃ الامۃ للعثمانی،۴۹۱)

۳۔صحابہ اور تابعین کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مرتد کی توبہ مقبول ہے شاید امام حسن کا قول ثابت نہ ہو یا کسی خاص واقعہ میں ان کی رائے مخالف ہو

اگر مرتد توبہ نہیں کرتا تو بلاشبہ اس کا قتل کافر اصلی کی طرح نہیں کیونکہ کافر اصلی حربی جب گرفتار ہو تو سربراہ کو قتل، غلام، احسان یا فدیہ کا اختیار ہے اگر وہ کتابی ہے تو اس پر جزیہ لازم کر کے امن دیدیا جائے گا اگر وہ عورت ہے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا بشرطیکہ وہ قتال نہ کرے

مرتد ان تمام احکام میں کافر اصلی کے مخالف ہے اسے اسلام میں واپسی پر مجبور کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا خاتون اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں اور اگر وہ اسلام نہیں لاتا تو قتل،

ہم نے اس گفتگو سے سمجھ لیا حکم قتل میں علت، مطلق کفر نہیں بلکہ کفر ارتداد ہے یہی وجہ ہے امام غزالی نے اسے عقوبت لازم کرنے والی جنایات میں شمار کیا وہ سات ہیں، بغاوت، ارتداد، زنا، تہمت، سرقہ، ڈاکہ، شراب، پھر ارتداد کی تفسیر یوں کی

عبارۃ عن قطع الاسلام من مکلف کسی مکلّف کا اسلام کو ترک کر دینا

پھر کہا، لفظِ قطع سے ہم نے کفر اصلی کو خارج کیا (الوسیط ۲، ۴۲۵)

قاضی حسین کی تعلیق اور رویانی (م ۵:۲،) کی البحر میں بھی اسی طرح ہے انھوں نے وہاں امام ابوبکر فارسی سے نقل کیا قتل مرتد کی حد، اس کے اسلام کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے ان کے علاوہ کے کلام میں بھی اسی طرح ہے

اور یہی تحقیقی بات ہے کہ قتل، خاص سزا ہے شریعت نے اسے کفر ارتداد کے لئے خاص کیا جیسا کہ زانی محصن کے لئے رجم مقرر ہے

اس سے آشکار ہو چکا کہ قتل مرتد، حد ہے اور ارتداد کفر خاص ہے جس کی سزا قتل اور اس میں اسلام کے علاوہ چارہ نہیں اور دیگر کفر کا یہ حکم نہیں،

قتلِ مرتد کے حد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اسلام کی وجہ سے ساقط نہ ہو، کیا ہمارا اس میں اختلاف نہیں کہ حدِ زنا توبہ سے ساقط ہوتی ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس کے حد ہونے پر اجماع ہے لہذا اس میں کیا رکاوٹ ہے کہ قتل مرتد حد ہو اور اسلام لانے پر ساقط بھی ہو جائے

حد کی تعریف

لہذا جو آدمی یہ کہتا ہے کہ جب اس کا نام ہم نے حد رکھ دیا تو پھر شریعت کی طرف سے یہ اسلام لانے سے ساقط نہ ہوگی وہ غلط کہتا ہے مقرر سزا حد کہلاتی ہے اب تمہیں اجازت ہے کہ بصورت ارتداد، تم اسلام کے بعد اس خاص کفر کو سبب بنالو یا کفر کے ساتھ قطعِ اسلام کو بنالو جیسے غزالی نے کہا، یہ اول معنی سے غیر اور احسن ہے تو شارع نے قطعِ اسلام پر حکم قتل جاری کیا اور پھر اسلام کی وجہ سے ہی ساقط کر دیا۔

ارشاد فرمایا

قل للذین کفروا ان ینتھوا تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو

يغفر لهم ما قد سلف ہو گزرا وہ انھیں معاف فرمادیا جائے گا

(الانفال، ۳۸)

حضور ﷺ کا فرمان ہے

الاسلام يجب ما قبله اسلام سابقہ تمام گناہ مٹادیتا ہے

(مسند احمد ۴، ۱۹۹)

توبہ سے سقوطِ حد میں شک وتردد سے اسلام سے حد ساقط ہونے میں تردد لازم نہیں آتا

اہم فائدہ

جب یہ تمام گفتگو سامنے آ گئی تو سنیے

مسلمان، گستاخ مرتد ہے اس میں کلام، مرتد والی ہی ہوگی لہذا سزا بھی حد ہی ہوگی اگرچہ وہ مرتد کی طرح کافر ہے البتہ ایک اور بحث ہے اس کا قتل عمومی ردت یا خاص گستاخی کی وجہ یا دونوں کی وجہ ہیں؟ مجتھد کے لئے یہ محل فکر وغور ہے

عمومی کفر کی وجہ سے نہیں ہوسکتا کیونکہ پیچھے متعدد آثار کا ذکر آیا کہ اسے نہ تو غلام بنایا جاسکتا ہے نہ فدیہ، اور نہ ہی جزیہ، پھر مرد وعورت کا بھی فرق نہیں تو اب اس کی وجہِ قتل پر غور ضروری ہے بلاشبہ ارتداد، اجماع اور نصوص کی بنا پر سببِ قتل ہے اور گستاخی اس حدیث کی بنا پر سببِ قتل ہے

من سب نبيًا فاقتلوه جس نے کسی نبی کی گستاخی کی اسے قتل کریں

تو حکم کا، اذیت اور گستاخی پر مترتب ہونا اس کے علت ہونے کی نشاندہی کررہا ہے

تو مسلمان گستاخ میں دو چیزیں ہوئیں ۱۔ارتداد ۲۔گستاخی

لہذا اس کے قتل کا سبب دو علتیں بنیں اور ہر ایک سببِ قتل ہے پھر دونوں میں ہی حد قتل ہے تو یہاں حکم (معلول) واحد کے لئے دو شرعی علتیں جمع ہیں، اسی وجہ سے جب کافر

گستاخی کرے گا تو فرق ہوگا کیونکہ یہاں صرف گستاخی ہے مگر ارتداد نہیں

اسی طرح فرق ہوگا جب گستاخ توبہ کر لے اور مسلمان ہو جائے جس پر انشاء اللہ تعالیٰ گفتگو آرہی ہے گستاخ اور مرتد کے حوالے سے یہ گفتگو نہایت اہم ہے

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جماعت سے حکم قتل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ان کے ہاں ان کی توبہ قبول نہیں اسی کی مثل امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، امام ثوری، اہل کوفہ اور اوزاعی نے مسلمان گستاخ کے بارے میں کہا اور تمام نے فرمایا یہ ارتداد ہے اسی طرح کی بات ولید بن مسلم (م،۱۹۵) نے امام مالک سے بھی نقل کی ہے

اس کے بعد لکھا ہم نے اس کے قتل پر اجماع نقل کیا۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کا مشہور مذہب، قول سلف اور جمہور علماء کہتے ہیں یہ قتل بطور حد ہے نہ کہ بطور کفر، اگر وہ توبہ کا اظہار کرے اور اسی لئے ان کے ہاں توبہ قبول نہیں

(الشفاء،۲:۲۵۴)

اس گفتگو میں قاضی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قبول توبہ کا ماخذ و بنیاد اس کا بسبب کفر، قتل ہے اور عدم قبول توبہ کا ماخذ بطور حد، قتل ہے حالانکہ ہم پیچھے بیان کر چکے کہ یہ لازم نہیں، قاضی کے کلام کو اس صورت پر محمول کرنا چاہیے جب وہ اسلام لے آئے تو اس میں اختلاف ہے نہ کہ قبل از اسلام

قاضی حسین شافعی نے امام ابوبکر فارسی سے نقل کیا

اجمعت الامة علی ان من سبالنبی یقتل حداً	امت کا اجماع ہے جس نے نبی کی گستاخی کی اسے قتل کیا جائے

(فتح الباری ،۱۲، ۲۸۱)

اور یہ اس لئے ہے کہ گستاخِ نبی ایمان سے خارج ہو گیا اور مرتد کو بطور حد قتل کیا جاتا

ہے اگر وہ توبہ کرلے تو توبہ قبول ہوگی

امام رویانی لکھتے ہیں امام ابوبکر فارسی نے فرمایا امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے رسول اللہ کی ﷺ کی گستاخی کی اس کی حد قتل ہے بخلاف دوسرے پر تہمت کے اسپر اسی کوڑے ہیں

شیخ رویانی مزید لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کہا اس کا معنی یہ ہے قذف (نبی پر) اسے کافر کردے گا اور اسے ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور مرتد کا قتل حد ہے جو اسلام کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگر وہ اس صورت میں مسلمان ہو جائے تو اسی کوڑوں کی سزا نافذ ہوگی کیونکہ دوسرے پر تہمت لگائے پھر مرتد ہو جائے پھر اسلام لے آئے تو حد قذف اس پر باقی رہے گی

بعض کے نزدیک ان کی مراد اسے بطور حد قتل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ابن خطل کے قتل کا حکم دیا

لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کے لئے امان نہ تھی لہذا اسے قتل کیا گیا مذکورہ صورت اس کے مخالف ہے (یہ رویانی کی گفتگو تھی)

پھر ہم کلام فارسی کی طرف لوٹتے ہیں ان کی عبارت سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ انہوں نے کہا اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس پر اجماع ہے قاضی حسین، شیخ رویانی اور دیگر اصحاب نے بھی لفظ حد پر ان سے موافقت کی اگرچہ دوسرے معاملہ میں اختلاف کیا جس کا ذکر گستاخی کافر میں انشاء اللہ تعالیٰ آرہا ہے اس تحریر سے واضح ہو رہا ہے اگر گستاخ توبہ نہیں کرتا تو اسے بطور حد اور کفر قتل کیا جائے گا یہاں اس کے حد یا کفر میں اختلاف لفظی ہے اس کا فائدہ یہاں ظاہر نہیں ہاں گستاخ کافر میں ظاہر ہوگا ہم نے پہلے اشارہ کیا اس کا اثر قبول اسلام میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کبھی قتل بطور حد ہوگا اور

وہاں اسلام مقبول ہوتا ہے ہاں اگر وہ قول لیا جائے جو لوگوں کے کلام سے سمجھ آتا ہے اور بعض نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا کہ اس کا قتل بطور حد ہونا مستلزم ہے اس بات کو کہ وہ اسلام کی وجہ سے ساقط نہ ہو تو اب اثر ظاہر ہوگا لیکن اس پر گفتگو کا مقام قبول توبہ ہے یہاں کسی دوسرے مسئلہ پر گفتگو ہے کہ ہم کسی ایک کو بھی نہیں جانتے جس نے گستاخی بطور تہمت پر کہا ہو کہ یہاں کوڑے اور قتل دونوں جمع ہونگے

یہاں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ ان دونوں کو جمع کیوں نہ کیا جاتا جیسے کہ ایک شخص پر قصاص اور حد قذف دونوں جمع ہوتیں ہیں

اس کا تحقیقی جواب ہماری مذکورہ گفتگو میں کچھ یوں ہے اگر ہم کہیں کہ یہاں قتل خصوصاً گستاخی کی وجہ سے ہے اور پھر گستاخی ہی سبّ ہونے کی وجہ سے موجب قتل ہے تو حدِ قذف کا وجوب اس قاعدے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا جو چیز خصوصاً اعظم اثرین لازم کر رہی ہو تو کیا ان میں سے عمومی کمتر کو سبب بنایا جا سکتا ہے

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک جنس کے دو امور جمع ہو جائیں تو ایک دوسرے میں داخل ہوگا

ان دو قواعد پر درج ذیل مسائل سامنے آتے ہیں

۱۔ خروجِ منی، غسل لازم کر دیتی ہے تو کیا یہ ساتھ وضو بھی لازم کرے گی؟ اس میں اختلاف ہے مذہب مشہور یہی ہے کہ قاعدہ اولیٰ کی وجہ سے یہ لازم نہیں کرتی (الروضہ،۱،۷۲)

۲۔ زنا محصن، رجم کو لازم کرتا ہے اور ہمارا اتفاق ہے کہ اس پر کوڑے مارنا لازم نہیں کرتا قاعدۂ اولیٰ کی وجہ سے بعض علماء نے جمع کی بات بھی کی ہے یوں کہنا ممکن ہے

کوڑوں کا سبب کنوارے کا زنا ہے نہ کہ عام زنا

(اقناع، ۱:۳۳۵)

۳۔ خروج حیض، غسل وضو دونوں کو لازم کرتا ہے اور اس سے قاعدہ اولیٰ پر اعتراض وارد ہوتا ہے

۴۔ جب وضو اور غسل لازم ہوتے تو دوسرے قاعدہ پر ظاہر مذہب کے مطابق غسل کافی ہو جائے گا

۵۔ جب قارن نے حج وعمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس نے قاعدہ ثانیہ کے مطابق ہمارے اور جمہور کے ہاں عمرہ کے اعمال کو حج کے اعمال میں داخل کر دیا

مذکورہ مسئلہ کا استنباط بھی انہی دو قواعد پر ہے تنہا قتل لازم ہوگا اور حد ساقط یا قاعدہ اولیٰ کی بنا پر کیونکہ قذف خاص سے قتل لازم آتا ہے اور یہی اعظم اثرین ہے خصوصاً اس کا محل خاص ہے لہذا یہاں کم تر لازم نہ ہوگا اور وہ کوڑوں کی سزا ہے جو عام قذف پر لازم ہوتی ہے

یا یوں کہا جائے گا دونوں لازم ہیں لیکن اصغر، اکبر میں داخل ہے جیسا کہ وضو غسل میں اور عمرہ، حج میں داخل ہو گیا

یا یوں کہتے ہیں اس محل خاص میں حدِ قذف قتل ہے تو اسقاط جلد میں دونوں قواعد سے استدلال کی حاجت نہیں لیکن یہ قذف کی تخصیص کا سبب بنے گا اور اس پر کوئی دلیل نہیں

یہ تمام اس وقت ہے جب ہم یہ کہیں کہ قتل کا سبب صرف ذاتی طور پر گستاخی ہے اگر ہم کہیں کہ قتل کا سبب ارتداد ہے تو مباحث مذکورہ یہاں جاری ہوسکتیں ہیں

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت سقوط جلد کی ضرورت نہیں کیونکہ قاعدہ اولیٰ کی بنا پر لازم آتا ہے کہ شئی واحد دو کی موجب ہو اور یہاں یہ مفقود ہے موجب جلد، قذف اور موجب قتل، کفر کا مجموعہ

ان تمام کے باوجود ہمارے علم میں کوئی ایک بھی نہیں جو ہمارے مسئلہ میں قتل اور جلد کو جمع کا کہتا ہو، قبل از توبہ صرف قتل لازم ہے اور بعد از توبہ بعض ہمارے اصحاب کہتے ہیں قتل ساقط، حد قذف باقی گویا انھوں نے پہلے ضابطہ سے اعراض اور دوسرے کو اپنایا تو دونوں کا موجب، قذف کو ٹھرایا، اگر بڑے پر عمل ہو گیا تو چھوٹا اس میں داخل ورنہ چھوٹے پر عمل ہوگا اور مذہب یہ ہے کہ حد ساقط ہو جائے گی گویا یہ پہلے قاعدے کے مطابق ہے اور اصلاً تو قتل ہی لازم تھا تو دونوں اقوال کا استنباط انہی دو قواعد پر ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ اسلام کے بعد بھی قتل کیا جائے گا اس کا تذکرہ آ رہا ہے لیکن اب بھی کوڑے اس کے ساتھ نہیں ہونگے جیسا کہ قبل از توبہ نہ تھے

تو کسی نے بھی اس مقام پر ان دو قواعد کو لغو نہیں جانا کیونکہ کہ اس سے قبل از توبہ قتل و جلد دونوں کا اجتماع ہو جاتا اور اسی طرح بعد از توبہ کسی ایک صورت میں

فصل ثانی

توبہ گستاخ اور مطالبہ توبہ

یہاں دو مسائل ہیں

۱۔ گستاخ کی توبہ

۲۔ اس سے مطالبہ توبہ

مسئلہ اولیٰ، گستاخ کی قبول توبہ

اس پر اتفاق ہے کہ اسلام کے بغیر توبہ کا اعتبار نہیں، جس جگہ بھی ہم توبہ گستاخ کی بات کریں گے مراد یہ ہوگا کہ اس نے اسلام لانے کے بعد توبہ کی ہے

گستاخ کی قبول توبہ میں علماء کا اختلاف ہے باوجود کہ وہ تمام یا اکثر مرتد یا زندیق کی توبہ پر متفق ہیں پیچھے ہم نے قاضی عیاض کے حوالہ سے نقل کیا کہ مشہور مذہب امام مالک اور ان کے اصحاب قول سلف اور جمہور علماء کا یہی ہے گستاخ کی توبہ قبول نہیں اور اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور لکھا اس قول کے مطابق اس کا حکم زندیق اور کفر خفی رکھنے والے کا ہے اب خواہ اس کی توبہ، گستاخی پر شہادت کے بعد ہو یا اس نے از خود توبہ کر لی کیونکہ یہ حد لازم ہے اور دیگر حدود کی طرح توبہ سے ساقط نہیں ہوگی

امام قابسی فرماتے ہیں جب گستاخی کا اقرار کیا اور اعلانیہ توبہ کر لی تو اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ حد ہے ابن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے، رہا معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان، تو اس کی توبہ نافع ہوگی، امام ابن سحنون کہتے ہیں

من شتم النبی علیه السلام من الموحدین ثم تاب لم تزل توبته عنه القتل	جس مسلمان نے حضور ﷺ کو برا کہا پھر توبہ کر لی تو اس کی توبہ اس سے قتل کو زائل نہیں کرے گی

اسی طرح اگر زندیق توبہ کرے تو اس میں بھی اختلاف ہے امام ابن القصار (م۔۳۹۸) نے دو اقوال نقل کیے ہیں

ا۔ ہمارے اساتذہ میں سے کچھ نے فرمایا گستاخ کے اقرار پر اسے قتل کر دیا جائے بعض نے کہا کہ میں اس کی توبہ قبول کر لوں گا بخلاف اس گستاخ کے جسے شاھد پکڑ لائیں قاضی عیاض لکھتے ہیں شیخ اصبغ کا یہی قول ہے

مسئلہ گستاخیِ نبی اسقدر اقوی ہے کہ اس میں دلائل مقدم کی بناپر اختلاف متصور بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ نبی کا حق اور آپ کے سبب یہ امت کا حق ہے دیگر انسانوں کے حقوق کی طرح توبہ اسے بھی ساقط نہیں کرسکتی

پکڑے جانے کے بعد زندیق توبہ کرے تو امام مالک ،امام لیث ،امام اسحاق ،امام احمد کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جاے گی امام شافعی کے ہاں قبول ہے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مختلف قول مروی ہیں، امام ابن منذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا،

امام ابن سحنون نے کہا

لم يزل القتل من المسلم بالتوبة عن سبه عليه السلام لانه لم ينتقل عن دين الى دين وانما فعل شيأحده عندنا القتل لاعفو فيه لاحد كالزنديق لانه لم ينتقل من ظاهر الى ظاهر	کسی نبی علیہ السلام کی گستاخی سے مسلمان کا قتل توبہ سے زائل نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نہیں منتقل ہوا جبکہ اس نے ایک عمل کیا ہمارے نزدیک جس پر قتل بطور حد ہے اور اسے کوئی معاف نہیں کرسکتا جیسے زندیق کیونکہ یہ بھی ظاہر سے ظاہر کی طرف منتقل نہیں ہوا

قاضی ابومحمد بن نصر (مـ ۴۲۲) اعتبارِ توبہ نہ کرنے پر یوں دلیل دیتے ہیں کہ گستاخِ بنی اور گستاخِ الٰہی میں فرق ہے، مشہور قول کے مطابق گستاخ الٰہی سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا

کیونکہ نبی انسان ہوتا ہے اور جنس بشر کو عیب لاحق ہوسکتا ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نبوت کا تاج پہنا دے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات قطعاً تمام عیوب سے منزہ ہے وہ ایسی جنس سے نہیں جسے عیب ہوسکتا ہو

گستاخ نبی مرتد کی طرح نہیں جس کی توبہ قبول ہے کیونکہ ارتداد اس کا ذاتی معاملہ ہے اس سے کسی کا حق متعلق نہیں ہوتا لہذا اس کی توبہ سنی جائے گی رہا گستاخ نبی تو اس کے ساتھ حق آدمی متعلق ہے تو یہ اس مرتد کی طرح ہوگا جس نے ارتداد کے ساتھ ساتھ قتل یا قذف کا فعل کیا تو اب اس کی توبہ سے حدِ قتل وقذف ساقط نہ ہوگی

پھر یہ بھی ہے کہ اگر مرتد کی توبہ قبول ہے تو اس سے اس کے زنا وسرقہ وغیرہ کا گناہ ساقط نہیں ہوتا، گستاخ کو کفر کی وجہ سے نہیں قتل کیا جاتا البتہ اس کے ایسے عمل کی وجہ سے ہے جس کا تعلق تعظیمِ حرمت نبی اور ان سے زوال عیب سے ہے اور اسے توبہ ساقط نہیں کرسکتی قاضی ابوالفضل کہتے ہیں

ان کا مقصود (واللہ اعلم) یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی گستاخی کلمہ کفر نہ تھی لیکن اس میں عیب جوئی اور حقارت تھی یا توبہ ومعافی سے ظاہراً اس سے کفر کا اطلاق ختم ہوگیا اور اس کے باطن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر گستاخی کا حکم باقی رہا

امام ابوعمران فاسی (م،۴۳۰) فرماتے ہیں جس نے کسی نبی کی گستاخی کی پھر مرتد ہوگیا تو اس کی توبہ سے بغیر قتل کیا جائے

لان السب من حقوق الا د میین	گستاخی آدمی کے ان حقوق میں سے
التی لا تسقط عن المرتد	ہے جو مرتد سے ساقط نہیں ہوسکتی

ہمارے ان تمام مشائخ کے اقوال اس پر مبنی ہیں کہ گستاخ کا قتل بطور حد ہے نہ کہ بطور کفر

ان کی تفصیل کی ضرورت ہے مثلاً امام ولید بن مسلم نے امام مالک اور ان کے موافقین سے نقل کیا (جیسا کہ پہلے گزرا) اور اہل علم نے اسے قبول کیا انھوں نے تصریح کی ہے ہر گستاخی ارتداد ہے اور انھوں نے یہ بھی کہا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اگر توبہ کر لے تو تعزیر سے اس کی اصلاح کر دی جائے اگر انکار کرے تو قتل تو اس صورت میں اس کا حکم ہر لحاظ سے مرتد والا ہوا لیکن وجہ اول مشہور اور اظہر ہے ہم اس پر تفصیلاً کہنا چاہتے ہیں جو لوگ اسے ارتداد نہیں مانتے وہ بطور حد قتل کا کہتے ہیں اور ہم دونوں صورتوں میں قتل ہی مانتے ہیں کیونکہ اب شہادت کے بعد وہ اپنے جرم سے انکار کر رہا ہے یا وہ توبہ اور اس سے برأت کا اظہار کرتا ہے تو ہم شرعی حد کے طور پر اس کے قتل کا کہیں گے کیونکہ اس سے حکم کفر ثابت ہو چکا ہے جو حق نبوی میں تحقیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اعظم قرار دے رکھا ہے، ہم اس کی میراث وغیرہ میں حکم زندیق جاری کریں گے جب وہ پکڑا گیا اور اس نے انکار کیا یا توبہ کی

سوال ۔تم اس کا کفر ثابت کرتے ہوئے کلمہ کفر کو گواہ بنا رہے ہو اور اس سے تولی اور اس کے لوازمات کا تقاضا سے خاموشی کیوں اختیار کرتے ہو؟

جواب ۔اگر چہ ہم اس پر کفر کی وجہ سے حکم قتل جاری کرتے ہیں مگر ہم اس کو قرار نہیں دیتے کیونکہ وہ توحید و نبوت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے اوپر ثابت کا انکار کرتا یا کہتا ہے کہ یہ مجھ سے سے یہ گناہ ہو گیا اور اس پر نادم اور شرمندہ ہے تو بعض احکام کفر کا بعض اقرار پر اثبات ممنوع نہیں ہوتا اگر چہ اس کے خصائص کا ثبوت نہ ہو مثلاً قتل تارک نماز اور اگر کسی نے نبی ﷺ کو حلال جانتے ہوئے سب کیا تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، گالی کی طرح آپ ﷺ کو جھوٹا قرار دینا یا آپ کی تکفیر کرنا اور اس

میں شبہ ہی نہیں، اسے قتل کیا جائے گا اگر چہ وہ توبہ کر لے کیونکہ ہم اس کی توبہ قبول نہیں کریں گے اور اس کے کلمہ کفر کی وجہ سے بعد از توبہ بطور حد قتل جاری کریں گے، اس کے بعد کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد جو دلوں سے آگاہ ہے کہ اس نے خالصاً توبہ کر لی ہے

اسی طرح اس کا معاملہ ہے جس نے توبہ کا اظہار نہیں کیا اور اپنے اوپر ثابت شدہ امر کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر ڈٹا تو یہ اپنے قول اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حرمت کی ھتک کی وجہ سے کافر ہے تو اسے بالاتفاق قتل کیا جائے گا تو ان تفصیلات پر علماء کے کلام کو محمول کیا جائے گا (الشفاء، ۲:۲۵۸)

قاضی عیاض کی گفتگو میں واضح اشارہ ہے اگر اسے حد مانا جائے تو پھر توبہ قبول نہیں اور اگر اسے ارتداد کہا جائے تو پھر قبول ہے مگر ہم نے پیچھے بیان کیا ہے کہ اس بنا کی ضرورت ہی نہیں صواب یہی ہے کہ ہم نے بنا کا ذکر کیے بغیر حکم اور علماء کا اختلاف بیان کر دیں

قاضی عیاض نے ابتداً یہ گفتگو کی ہے، وہ کلمات جن سے حضور ﷺ کی منقصت کا پہلو نکلتا ہو، مثلاً کوئی شخص حضور ﷺ کو برملا گالی دے یا ایسے کلمات کہے جو عیب جوئی کے لئے استعمال ہوتے ہوں یا ان الفاظ سے آپ کی ذات اقدس، مبارک دین، اسوہ یا خصائل میں سے کسی خصلت کو زک پہنچتی ہو، یا ذات نبوی پر کسی قسم کی تعریض کرے یا اسی قسم کے اور دوسرے الفاظ استعمال کرے جن میں تحقیر و تصغیر شان ہو یا اس میں کمی و عیب ہو تو ایسے تمام الفاظ سب و شتم شمار ہونگے اور ایسے الفاظ کہنے والے کا وہی حکم ہے جو اہانت نبی کرنے والے کا ہے یعنی واجب القتل ہے

یہاں یہ امر قابل لحاظ و توجہ ہے کہ ایسا کوئی شخص کسی رعایت کا مستحق نہیں لہذا ایسے کلمات کہنے والوں میں سے نہ تو کوئی استثناء گوارا کیا جائے گا اور نہ کسی

قسم کا شک وشبہ روا رکھا جائے گا خواہ وہ الفاظ صراحۃً ہو یا اشارۃً

ایسا ہی طرز عمل اس شخص کے ساتھ روا رکھا جائے گا جو حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر لعنت کے الفاظ استعمال کرے یا حضور کے خلاف بدعا کرے یا ایسے کلمات ااپ سے منسوب کرے جو آپ کے شایان شان نہیں یا آپ کے نقصان کا خواہاں ہو یا آپ کی طرف جھوٹ، ہذیان اور غلط قول کی نسبت کرے یا ذات اقدس پر گزرنے والے مصائب کا تذکرہ کر کے شرم دلانے کی کوشش کرے یا وہ عوارض بشری جن کا صدور ذات نبوی کے لئے جائز و معہود ہو ان کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی ذات کو حقیر جانے ، یہ امور اہانت ومنقصت کے قبیل سے شمار کیے جائیں گے اس پر دور صحابہ سے لیکر آج تک تمام علماء اور آئمہ فتویٰ کا اجماع ہے

امام ابوبکر منذر فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم مثلاً امام مالک، امام احمد، لیث اور اسحاق کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے وہ واجب القتل ہے، امام شافعی کا یہی مذہب ہے

قاضی عیاض کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی بھی یہی ہے ان علماء کے نزدیک ایسے شخص کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی

یہی مسلک امام اعظم اور ان کے رفقاء، امام ثوری، اہل کوفہ اور اوزاعی کا بھی مسلمان میں ہے البتہ وہ اسے ارتداد مانتے ہیں

ولید بن مسلم نے اسی کی مثل امام مالک کا قول بھی نقل کیا ہے

ہم نے قاضی کی تمام عبارت یہ دکھانے کے لئے نقل کی ہے کہ انھوں نے فتویٰ قتل میں امام شافعی کو امام مالک کے موافق قرار دیتے ہوئے کہا ان کے ہاں توبہ قبول نہیں تو گویا مطلب یہ ٹھرا کہ امام شافعی توبہ مقبول نہیں مانتے حالانکہ اصحابِ

شوافع میں سے امام شافعی سے نقل کرنے والوں نے کہیں بھی علی الاطلاق یہ تصریح نہیں کی سوائے اس کے جو ابھی ہم ذکر کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ امام الحرمین نے امام ابوبکر فارسی سے نقل کیا انھوں نے کتاب الجزیہ میں احکام ذمی بیان کرنے کے بعد کہا ہم کتاب ایک فصل پر ختم کر رہے ہیں جس کا تعلق مسلمانوں سے ہے

آئمہ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بطریق بد کیا وہ بالا جماع کافر اور اس کا یہ عمل ارتداد ہوگا اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ مقبول ہوگی اگر اس نے نبی کی گستاخی کی جو سراسر واضح تہمت تھی تو وہ بھی بالاتفاق کافر ہوگا

شیخ ابوبکر فارسی نے کتاب الاجماع میں لکھا کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس سے قتل ساقط نہ ہوگا کیونکہ ایسے گستاخ کی سزا بطور حد قتل ہے تو جیسے توبہ سے حد قذف ساقط نہیں ہوتی اسی طرح توبہ سے گستاخ کا لازمی قتل بھی ساقط نہیں ہوگا اور اس پر انھوں نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور شیخ ابوبکر قفال (م، ۳۶۵) نے ان سے موافقت کی،

استاذ ابواسحاق (م، ۴۱۸) نے فرمایا گستاخی سے وہ کافر ہوگیا اور مرتد کی طرح اس کا کام تلوار کرے گی اگر وہ توبہ کرلے تو قتل ساقط ہو جائے گا

شیخ ابوبکر صیدلانی نے لکھا جب کسی نے نبی کی گستاخی کی تو اب ارتداد کی وجہ سے قتل لازم ہوگا نہ کہ گستاخی کی وجہ سے، اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو ارتداد کی وجہ سے لازم ہونے والا قتل ساقط ہاں اسے اسی کوڑے لگائیں گے

دو مسلک

اس کے بعد امام الحرمین کہتے ہیں ہمارے سامنے دو مسلک آئے ہیں

۱۔ امام فارسی کا قول جو نہایت خوبصورت ہے مگر اس میں ابہام ہے کیونکہ انھوں نے

مطلقاً کہہ دیا ہے کہ گستاخ کی حد قتل ہے اور یہ محل نظر ہے کیونکہ حدود کا تعین رائے سے نہیں ہوا کرتا اور احادیث میں ہے جس نے نبی کی گستاخی کی اسے قتل کیا جائے لیکن باوجود اس کے اسے حدِ قذف نہیں کہا جا سکتا ہاں یہ قتل گستاخی پر ہے جو ارتداد کہلاتی ہے اور اس کا تعلق تعظیمِ رسول اللہ ﷺ سے ہے اور آدمی سے متعلق حق میں توبہ درست نہیں، امام فارسی کی بھی یہی مراد ہے

۲۔ گستاخی، ردت ہے اور اس کی توبہ، ردت پر توبہ کی طرح ہے شیخ صیدلانی نے جو اسی کوڑے کی بقا کی بات کی ہے وہ فقہی جزئی کی وجہ سے ہے اور اس پر دلیل یہ ہے اگر توبہ نہ کرے تو کوڑے اور قتل دونوں لازم ہونگے اب اگر کوئی رسول اللہ ﷺ پر تعریض کرتا ہے اور قذف صریح نہ ہو لیکن ایسی تعریض ہو کہ جس پر تعزیر ہو ہماری رائے میں وہ صریح گستاخی ہے کیونکہ کسی رسول کو حقیر جاننا کفر ہے یہ امام کی گفتگو تھی

انھوں نے یہ گفتگو بھی کی کہ اگر نبی کے چچا زاد معاف کر دیں تو کیا سزا ساقط ہو جائے گی؟ فرمایا اس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ انبیاء کی وراثت علم ہے، اس طرح یہ سزا البعض کے مطالبہ پر بھی موقوف ہے یہ کلام فارسی نے کیا اور امام نے اسے احسن کہا کہ توبہ سے سزا ساقط نہیں ہوتی اور اس پر اجماع منقول ہے اس پر شہادت قاضی عیاض کے کلام سے بھی ہے کیونکہ انھوں نے بھی امام شافعی کو توبہ قبول نہ کرنے والوں میں شامل کیا ہے

امام غزالی کا 'الخلاصہ میں' قول کا خلاصہ بھی اسی کے قریب ہے

کہ اہل ذمہ سے جب ایسی چیز صادر ہو تو توبہ قبول نہ کرنا ہی مذہب ہے یہ اس وقت ہے جب اسے علی الاطلاق لیا جائے لیکن اقرب یہی ہے کہ

یہاں توبہ سے ان کی مراد اسلام کے علاوہ ہے

امام شافعی کا مشہور مذہب

لیکن لوگوں اور حکام (جس پر فیصلہ کرتے آرہے ہیں) کے ہاں امام شافعی کا مذہب قبول توبہ ہے

امام رافعی (م،۶۲۳) فرماتے ہیں اگر کسی آدمی نے اللہ تعالےٰ کی گستاخی کی تو وہ مرتد ہوگا اور اسے اسلام کی دعوت دی جائے گی، اسی طرح کسی نے رسول اللہ کی تکذیب کی تو اس کا بھی یہی حکم ہے اگر رجوع کر کے توبہ کرلیتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہے جس نے کسی نبی پر تہمت باندھی اور واضح طور پر ان کی طرف زنا کی نسبت کی تو وہ بالاتفاق کافر ہے اب اگر اسلام کی طرف آتا ہے تو اس میں تین وجوہ ہیں

۱۔اس پر کچھ لازم نہیں کیونکہ وہ گستاخی کی وجہ سے مرتد ہوا تھا لیکن وہ اسلام کی طرف لوٹ آیا ہے نظم الوجیز یں اسی کی ترجیح ہے اور استاذ ابواسحاق نے اسی موقف کو اپنایا ہے

۲۔اسے بطور حد قتل کیا جائے گا کیونکہ ہر نبی پر تہمت کی حد قتل ہے اور حدِ قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی

۳۔شیخ صیدلانی کہتے ہیں اسے اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ نبی کی گستاخی کفر ہے جو موجبِ قتل ہے اگر وہ اسلام کی طرف آجاتا ہے تو ارتداد کی وجہ سے لازم قتل ساقط مگر حدِ قذف باقی رہے گی جس طرح کوئی آدمی کسی انسان پر تہمت بھی لگائے اور مرتد ہوجائے اور پھر مسلمان ہوجائے تو اس کی یہی صورت ہے

(فتح القدیر شرح الوجیز،۱۱،۵۵۰)

امام رافعی کا ابتدائی کلام، تکذیب کرنے والے کی قبولیت توبہ پر جازم ہے مگر اس کا آخر توبہ قذف میں شدید متردد ہے کیونکہ انھوں نے ترجیح قبولیت توبہ کو نظم وجیز کا تقاضا

قرار دیا ہے لیکن احتمال ہے یہ تردد قذف کے ساتھ خاص ہو کیونکہ غیر نبی میں حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اس میں حاکم کو اختیار نہیں بلکہ وہ طلب مقذوف کی طرف محتاج ہوتا ہے اور اسے اس کے ورثا کی طرف منتقل کر دے ان تمام میں کوئی اختلاف نہیں سوائے قذف کے، غیر نبی کو سب وشتم موجب تعزیر ہوتا ہے اختلاف ہے کہ اس میں امام کو اختیار ہے یا نہ،

ہمارے علم میں حد، تعزیر سے اقویٰ ہے اور موجبِ حد موجب تعزیر سے اقویٰ ہوتا ہے اور یہ دونوں حقِ نبی میں موجبِ تکفیر ہیں توبہ اور اسلام سے پہلے دونوں مساوی ہیں لیکن ان دونوں کے اختلاف کا اثر ظاہر ہو سکتا ہے، اول کا حکم یہ ہے کہ وہ بقیہ حدود کی طرح ساقط نہ ہوگی ہماری مراد حد قذف ہے جو غیر نبی میں مقذوف یا اس کے وارث کی معافی کے بغیر ساقط نہیں ہوتی اور یہاں وہ صورت (عفو) متعذر ہے اور حد یہاں قتل ہے اس لئے کہ ایک وجہ سے توبہ مقبول نہیں اور ایک وجہ پر قتل کی نسبت مقبول ہے

لیکن حد قذف رہے گی اور دوسرے کا حکم سقوط ہے یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ دونوں اسلام سے ساقط ہو جائیں گے کیونکہ ہم امت پر آپ ﷺ کی شفقت،، رحمت اُفت اور لوگوں کی ہدایت کی طرف رغبت کو بلاشبہ جانتے ہیں اگر آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما ہوتے تو ان کے اسلام قبول کر کے انھیں معاف فرما دیتے اور یہ آپ کو راضی کر لیتے آپ ﷺ سے یہ کہیں ثابت نہیں کہ شہادتِ توحید و رسالت کے بعد زنا اور قصاص کے علاوہ کسی کے قتل کا حکم دیا ہو تو اب یہاں دو مسائل ہیں

۱۔ گستاخی بغیر قذف، اسلام لانے سے اس کے سقوط پر شوافع کا کوئی اختلاف نہیں

۲۔ گستاخی مع قذف، یہ محلِ اختلاف ہے اس میں بھی سقوط راجح ہے کلام رافعی کا تقاضا یہی تھا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ تیسری صورت (اسی کوڑے مارے جائے) بلا اشکال

غیر قذف میں جاری نہیں ہوسکتی

لیکن اس کا بدل تعزیر ہوسکتی ہے کیونکہ قتل ،حق رسالت ہے جس کا تعلق ربوبیت سے ہے اور یہ اسلام لانے سے ساقط ہو جاتا ہے حد اور تعزیر دونوں حقِ بشریت ہیں لیکن اس کا ردیوں کیا جاسکتا ہے کہ یہاں بشر خاص ہے جس کی خاطر حد اور تعزیر قتل ہے آخری دونوں صورتیں مسترد ہیں خواہ گستاخی قذف ہے یا غیر قذف سقوط کے دلیل ردت اور عدمِ سقوط کی دلیل حق آدمی ہے کیا تم نے کلام امام پر توجہ نہیں کی انھوں نے ایک جگہ گستاخی اور دوسری جگہ قذف کا لفظ اختیار کیا لیکن حکم واحد رکھا۔حضو ﷺ کی قدر ومنزلت کی وجہ سے حکم وعلت میں فرق نہیں کیا،اور آدمی کا حق توبہ سے ساقط نہیں ہوتا

اسی وجہ سے کلام فارسی کے ناقلین کی عبارات مختلف ہیں تو امام نے لفظ قذف ذکر کیا اور عدم قبولیت کی تصریح کی ،قاضی حسین نے لفظ سبّ ذکر کیا ان کے کلام کا تقاضا قبولِ توبہ ہے تو ناقلین عبارات فارسی میں اختلاف ہے ذمی پر کلام میں ہم انھیں جمع کر دیں گے اس علت سے متعلقہ حصہ یہاں ذکر کر دیا ہے

خلاصہ یہ ہوا کہ قاذف کی توبہ کی قبولیت میں قوی اختلاف ہے اور قتل پر نقلی قوی دلیل نہیں البتہ دلیل کا تقاضا وہی ہے جس کا ذکر ہوا اور انشاء اللہ ذکر بھی کریں گے اور گستاخ غیر قاذف کی قبولیت توبہ قاذف سے بطریق اولیٰ قبول ہوگی

شوافع سے منقول عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ اسلام نہیں لاتا تو یقیناً قتل کیا جائے گا اگر اسلام لے آئے تو اگر گستاخی قذف ہے تو تین صورتیں ہیں یا قتل کیا جائے یا کوڑے یا کوئی شئی نہیں ،اگر گستاخی غیر قذف ہے تو ہمارے مطالعہ میں شوافع سے قبولِ توبہ کے علاوہ کوئی تصریح نہیں تو یہاں دو وجوہ سامنے آئیں قتل ۲۔تعزیر،لیکن

شوافع میں سے کسی نے ان دونوں کی تصریح نہیں کی اور کبھی ان میں یوں تفریق کی جاتی ہے تعزیر حد میں داخل ہے جیسے مقدمات زنا، زنا میں، ایک حد دوسری حد میں داخل نہیں ہوتی اس لئے حد قذف، قتل میں داخل نہیں ہمارے مطالعہ میں نقل و بحث کے اعتبار سے یہی کچھ آیا ہے

مذہب شافعی میں اس قول خطابی کے علاوہ ہم نے کچھ نہیں پایا، وہ معالم السنن میں لکھتے ہیں اگر گستاخ ذمی ہو تو امام مالک فرماتے ہیں یہود و نصاریٰ سے گستاخ کو قتل کیا جائے گا ماسوائے اس کے کہ وہ اسلام لے آئے،

امام احمد کا قول بھی یہی ہے امام شافعی فرماتے ہیں گستاخ ذمی کو قتل کیا جائے اور اس سے ذمہ ختم اور اس پر انھوں نے کعب بن اشرف والے واقعہ سے استدلال کیا ہے

امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ ذمی گستاخ کو قتل نہ کیا جائے، امام خطابی کی گفتگو بتا رہی ہے امام شافعی کہتے ہیں گستاخ کو قتل کیا جائے اگر چہ وہ اسلام لے آئے جب ذمی میں یہ صورت حال ہے تو مرتد میں بطریق اولیٰ ہوگی البتہ کلام خطابی کو اس پر محمول کیا جائے انھوں نے الفاظ شافعی کے نقل کا ارادہ کیا اور وہ بعد از اسلام کے حکم سے ساکت و خاموش ہیں شوافع سے تو ہمیں یہی ملا ہے

احناف قبول توبہ میں ان کے قریب ہیں قبول توبہ کے علاوہ احناف سے کچھ منقول نہیں، ان دونوں سے مستقلاً مسئلہ سب پر نہیں البتہ نقض عہد ذمی کے کے ضمن میں لکھا ہے شاید وجہ یہ ہو کہ مسلمان گستاخی کر ہی نہیں سکتا ہم نے کسی شافعی کی تصریح نہیں دیکھی کہ گستاخ کی ہر حال میں توبہ مقبول نہیں کیونکہ امام الحرمین نے امام فارسی سے جو تصریح نقل کی تھی کہ توبہ مقبول نہیں وہ قذف کے بارے میں ہے اگر چہ کلام میں عموم

کا پہلو سمجھ آتا ہے اور امام کے علاوہ نے اسے گستاخی میں نقل کیا اور اسے بطور حد قتل پر اکتفا کیا اور پیچھے آچکا ہے کہ بطور حد قتل، قبول توبہ کے منافی نہیں،

حنابلہ، مالکیہ کے قریب ہیں امام احمد سے مشہور یہی ہے کہ توبہ مقبول نہیں، قبولیت توبہ پر بھی ان سے روایت ہے تو اب ان کا مذہب مالکیہ والا ہے اس بارے میں مذاہب کی تفصیل یہی ہے

قبول توبہ پر دلائل

ہمارے قبول توبہ پر اہم دلائل یہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

۱۔قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ماقد سلف (الانفال،۳۸)

تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انھیں معاف کر دیا جائے گا

۲۔یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم

(الزمر،۵۳)

تم فرماوا اے میرے وہ بندوں جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے اور بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے

۳۔کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاء ھم البینت واللہ لایھدی القوم الظلمین الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم

(ال عمران،۸۶،۸۹)

کیوں کر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور انھیں کھلی نشانیاں آ چکی تھی اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا مگر جنھوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

یہ تمام آیات قبولِ توبہ مرتد میں نص ہیں اور ان کے عموم میں گستاخ بھی داخل ہے

احادیث مبارکہ

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

الاسلام یجب ماقبله والتوبة اسلام پہلے گناہ مٹا دیتا ہے اسی طرح
تجب ماقبلها توبہ بھی سابقہ گناہ مٹا دیتی ہے

ہمارے علم میں یہ نہیں کہ آپ ﷺ نے اسلام کے بعد کسی کو قتل کا حکم دیا ہو اور آپ ﷺ کی اتباع ہم پر لازم ہے

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کسی مسلمان کا خون تین صورتوں کے علاوہ حرام ہے شادی شدہ زانی، قصاص اور دین کو ترک کر کے جماعت سے الگ ہونا،
یہ حدیث منع قتل میں نہایت ہی اہم ہے اور لہذا اسلام لے آنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا، بعد از اسلام ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں

اس طرح گستاخِ الٰہی پر قیاس کا تقاضا یہی ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو بالا جماع قتل اور اگر توبہ کرے تو مذہب امام مالک مشہور یہی ہے کہ اس کی توبہ مقبول اور قتل کا سقوط ہو جائے گا (الذخیرہ،۱۲،۱۹)

سوال، پیچھے ان دونوں میں فرق گزرا تھا کہ گستاخِ نبی حق آدمی ہے اور یہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتا؟

جواب، بالکل درست لیکن ہم نبی ﷺ کی شفقت رأفت ورحمت سے آگاہ ہیں آپ ﷺ نے کبھی بھی ذاتی معاملہ میں کسی سے انتقام نہیں لیا البتہ اگر کوئی حدودِ الٰہیہ کو پھلانگتا تو آپ ﷺ اللہ کی خاطر اسے سزا دیتے اس گستاخ نے انبیاء کی گستاخی سے حرماتِ الٰہیہ کو توڑا تو اس کا قتل ضروری ہے جب تک یہ گستاخی کے کفر پر قائم رہے، اگر اسلام لے آیا اور توبہ کر لی تو حقِ الٰہی ساقط ہو جائے گا

جب ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ امت پر اپنی رحمت وشفقت کی بنا پر کسی سے ذاتی سطح پر انتقام نہیں لیا تو آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے لئے انتقام کیسے لیا جاسکتا ہے؟ گویا حضور ﷺ نے اپنا حق، اللہ تعالیٰ کے حق کے تابع کردیا جب متبوع ساقط ہے تو تابع ازخود ساقط ہو جائے گا بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد کائنات کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم ہے

گستاخ کا قتل، بالاتفاق اللہ تعالیٰ کا یقینی وحتمی حکم نہیں بلکہ حضور ﷺ اسے معاف کرسکتے ہیں کیا تم نہیں جانتے آپ ﷺ نے سفیان بن حارث کو معاف کر دیا اور وہ بعد میں بڑے مسلمانوں میں سے ہیں، اور اسی طرح ابن ابی سرح اور ایک جماعت کو معاف کردیا، کسی کو بعد از اسلام قتل نہیں کیا، قتل گستاخ اگر حق الہی ہوتا تو اسے چھوڑا نہ جاتا

تو اس سے معلوم ہوا کفر پر باقی رہتے ہوئے اس کا قتل اللہ تعالیٰ کا حق ہے کیونکہ اس حال میں اس سے یہ ذاتی انتقام نہیں لیکن بعد از اسلام صورت حال بدل گئی اگر بعد از اسلام گستاخ کا قتل حق الہی ہی تھا تو حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کو کیوں چھوڑ دیا؟

سوال۔ قبل از اسلام قتلِ گستاخ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حق ہے تو اسے چھوڑا نہیں جاسکتا بعد از اسلام حق اللہ تعالیٰ ساقط مگر حق نبی باقی ہے لہذا وہ قتل بھی کرسکتے ہیں اور معاف بھی، اس لئے ابن عم ابوسفیان اور ایک جماعت (جس میں ابن ابی سرح بھی ہے) کو معاف کردیا حالانکہ آپ قتل بھی کرواسکتے تھے کیا آپ ﷺ کا اس موقعہ پر یہ جملہ موجود نہیں؟

اما کان فیکم رجل رشید کیا تم میں کوئی عقلمند آدمی نہ

یقوم الیه فیقتله؟ تھا جو اسے قتل کر دیتا؟

اور یہ بھی منقول ہے کہ ابن ابی سرح حضور ﷺ کی مکہ تشریف آوری سے پہلے ہی مسلمان اور اپنے ارتداد سے رجوع کر چکا تھا؟

جواب، اس سے پہلے اس کا ارتداد سے رجوع کر کے مسلمان ہو جانا ثابت نہیں اگر چہ بعض اہل سیر نے یہ نقل بھی کیا ہے مگر اکثریت نے اسے ذکر نہیں کیا اقرب یہی ہے کہ ایسا نہ تھا،

واقدی کے قول

انه جاء تائباً وہ توبہ کر کے آیا

کا معنی یہ ہے کہ اس نے اپنے گناہ سے رجوع کر لیا لیکن اسلام لانے کے لئے یہ کافی نہیں بلکہ توحید ورسالت کا اقرار ضروری ہے اور بطریق صحیح کہیں یہ منقول نہیں کہ جن کا خون نبی ﷺ نے مباح قرار دیا تھا ان میں سے کوئی اس سے پہلے اسلام لے آیا ہو اور نہ ہی یہ منقول ہے کہ ان میں سے کسی اسلام لانے والے کو قتل کیا گیا ہو

سوال، کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ نہ جانتے تھے کہ وہ ابن ابی سرح کو کلمہ پڑھنے کا کہہ دیتے تا کہ وہ محفوظ ہو جائے اور حضور ﷺ کی طرف رجوع کی ضرورت نہ رہتی؟

جواب، دو امور کی وجہ سے ایسا ہوا

۱۔ بلاشبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے خوب جاننے والے تھے لیکن وہ آپ ﷺ کے سے تقدم اور آپ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے چونکہ حضور ﷺ نے ابن ابی سرح کے قتل کا ارادہ کیا تھا تو انکا اسے دفاعِ قتل کی تعلیم دینا نبی ﷺ سے دھوکہ قرار پاتا

۲۔ اس وقت اسلام لانا بطریق بیعت جاری تھا ممکن ہے یہ ابتدا اسلام میں، اسلام

لانے کے لئے شرط ہواسی لئے وہ اسے بیعت کے لئے لائے یہی وجہ ہے ابوسفیان بن حارث اور دیگر گستاخی کرنے والے مسلمان ہو کر آئے تو وہ خائف رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان کے اسلام کو قبول کیا

یا تو یہ اس لئے تھا کہ اس وقت اسلام کے لئے بیعت شرط تھی یا

لان بها يعلم ان النبی ﷺ	بیعت کے ذریعے معلوم ہو جاتا کیونکہ
علم صحة الاسلام وليس	حضور ﷺ جان لیا کرتے کہ اس کا اسلام
بنفاق	درست ہے اور اس کے دل میں نفاق نہیں

یا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے جیسا کہ حضرت کعب اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ ہے وہ نادم اور تائب تھے اس کے باوجود انکی قبولیت پچاس دنوں کے بعد نازل ہوئی

یہ بات ہم نے ابوسفیان بن حارث جیسے لوگوں کے حوالہ سے لکھی ہے رہا ابن ابی سرح تو اس کا معاملہ یہ نہیں بلکہ اس کا اسلام ظاہر و باطن میں درست نہ تھا حتی کے حضور ﷺ نے اسے بیعت کر لیا اور نہ ہی اس سے پہلے اس نے اقرار توحید ورسالت کیا، البتہ بعض لوگوں نے نقل کیا ہے مگر ثابت نہیں

سوال۔ اگر حکم یہی ہے کہ اسلام لانے سے قتل ساقط اور توبہ درست تو ابن ابی سرح اسی مقصد کے لئے آیا تھا حضور ﷺ نے اس سے اعراض کیوں فرمایا اور کیوں چاہا کہ بعض صحابہ محسوس کر کے اسے قتل کر دیں حالانکہ آپ ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شفیق، اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لینے والے فقط اللہ تعالےٰ کے لئے سزا دیتے ہیں؟

جواب۔ ہاں بلاشبہ آپ ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ شفیق ہیں، صاحب رأفت، نرم خو محبت والے ہیں، آپ نے کبھی بھی ذاتی انتقام نہیں لیا فقط اللہ تعالیٰ کی

خاطر ایسا کرتے، ابن ابی سرح سے اعراض بھی اللہ تعالیٰ کے حق کی خاطر ہی تھا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل کے حوالہ سے نہایت ہی بدتر کفر بکا تھا

مراتب کفر تین ہیں

کیونکہ مراتب کفر تین ہیں

ا۔کفر اصلی۔اس پر آدمی پیدا ہوا اور اسی کو اپنا دین سمجھا۔

۲۔اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنا سب سے بدتر ہے اس لئے ایسے اسلام کے علاوہ کچھ قبول نہیں ہوتا بخلاف اول کے وہاں جزیہ، غلام، احسان اور فدیہ ہوسکتا ہے

۳۔گستاخی۔تینوں میں یہ بدتر صورتِ کفر ہے کیونکہ اسے دین نہیں بنایا جاسکتا یہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل کی نہایت ہی تحقیر اور کمزور ایمان لوگوں کو شبہ میں ڈالنا ہے اسی لئے یہ جرائم میں بدتر جرم ہے اس پر توبہ پیش نہیں کی جاتی بخلاف دوسری قسم کے کیونکہ اس میں بعض اوقات شبہات بھی ہو سکتے ہیں تو انھیں دور کیا جائے گا لیکن گستاخی میں شبہ ہر گز نہیں ہوسکتا تو جب اس پر توبہ پیش کرنا نہ لازم اور نہ مستحب

لہذا اس سے اعراض منع نہیں تاکہ اسے قتل کر کے زمین پاک کر دی جائے اگر وہ اسلام لے آتا ہے تو اس نے اپنے آپ کو محفوظ کرلیا، اعراض اور قبولیت توبہ کا سبب ہمیں یہی سمجھ آرہا ہے اصلی کفار ان کے قریب ہیں موثر دعوت سے پہلے ان سے قتال نہیں کیا جاسکتا جب ان تک موثر دعوت وانذار پہنچ جائے تو پھر ان پر رات کو بھی اچانک حملہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ ہر دفعہ دعوتِ اسلام ضروری نہیں کیونکہ وہ فریضہ ادا اور ان کا عذر زائل ہو گیا اب اگر وہ اسلام لے آتے تو وہ محفوظ ہو جاتے

ہم نے کہا مرتد ہو مگر گستاخ نہ ہو وجہ یہ ہے غالباً ارتداد کسی شبہ کی بنا پر ہوسکتا ہے اور وہ توبہ سے زائل کیا جاسکتا ہے اسی لئے علماء کو توبہ زندیق اور اسلام پر پیدا

ہونے والے کی توبہ میں تردد ہے کیا انھیں قتل کیا جائے یا نہ؟ کیونکہ ان دونوں کے لئے شبہ نہیں (حاشیہ نہایۃ المحتاج للرملی، ۲:۴۳۲)

سوال۔ حقوق آدمی، توبہ سے نہیں بلکہ صاحب حق کے معافی سے ساقط ہوتے ہیں؟

جواب۔ معاملہ یہی ہے لیکن جیسے سقوط کے لئے لفظِ عفو کی رضا پر دلالت ہے اسی طرح جب ہم پر واضح ہے کہ کرمِ نبی ﷺ یہی ہے کہ وہ اپنے لئے کسی سے انتقام نہیں لیتے بلکہ وہ تو ہر آدمی کے لئے اپنے آپ سے بھی بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں تو یہ آپ کی رضا پر دلیل ہے جو لفظ عفو کے قائم مقام ہے اور اسلام لے آنے سے رضا کا تحقق ہو گیا اب دونوں کا حق (قتل) ساقط ہو گیا، رہا قتل سے کم سزا کا باقی رہنا تو اس پر ہم انشاء اللہ تعالیٰ گفتگو کریں گے

سوال۔ منقول ہے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا جیسے ہی آپ سے ملاقات ہوتی ہے یہ بھاگتا ہے فرمایا کیا میں نے بیعت اور امان نہیں دی ہے؟ عرض کیا ضرور لیکن اسے اپنا جرم عظیم یاد آتا ہے فرمایا اسلام پہلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے (المغازی، ۲:۸۵۶)

یہ واقعہ واضح بتا رہا ہے بیعت اور امان سے خوف قتل ختم اور اسلام سے گناہ زائل ہوتا ہے

جواب۔ بلکہ یہ تو واضح کر رہا ہے کہ تمام اسلام سے زائل ہوا اور اس میں ابن ابی سرح کے وہم کا ازالہ تھا کہ اب بھی گناہ باقی ہے

سوال۔ اگر یہ صحیح ہو کہ ابن ابی سرح اس وقت سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا تو کیا یہ عدم قبول توبہ اور قتل کے حتمی ہونے پر دلیل بنے گا؟

جواب۔ ان دو امور کی وجہ سے نہیں بنے گا

۱۔ پہلے ہم نے عرض کیا تھا ممکن ہے اس وقت اسلام لانے کے لئے حضور ﷺ کا قبول کرنا اور بیعت لینا شرط ہو اور بعد از نبی ﷺ ایسا نہ ہو اور فرق واضح ہے اس وقت وحی کا نزول ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان باتوں سے آگاہ فرماتا جس پر دوسرے آگاہ نہیں ہو سکتے

۲۔ پیچھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت گزری جو حضور ﷺ کو پریشان کرے آپ کا اسے قتل کرنا جائز ہے اور یہ حکم اسی وقت تک رہے گا جب تک ناراضگی موجود ہو مگر جب آپ ﷺ راضی ہو گئے تو غضب زائل ہو گیا اور رضا لفظ عفو پر اور نہ ہی قتل لفظ سبّ پر موقوف ہے بلکہ وجود و عدم میں یہ غضب و ناراضگی پر موقوف ہے، ابن ابی سرح جب آیا اس وقت آپ ﷺ کی ناراضگی زائل نہیں ہوئی تھی، حیاِ عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ناراضگی ختم ہوئی اسی طرح ابوسفیان بن حارث (اگر چہ ان کا خون مباح قرار نہیں دیا تھا) اسلام لا کر حاضر ہوئے ایک مدت کے بعد آپ ﷺ ان سے راضی ہوئے

اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ اپنے رسول کی ناراضگی پر اللہ تعالیٰ قتل وغیرہ کی سزا مرتب کر دے، غضب و رضا دونوں باطنی امور ہیں ان سے خود ہی آگاہ ہو سکتے ہیں اور حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ اور اخلاق کریمہ سے یہی آشکار ہے جب بھی کسی نے راضی کرنے کی کوشش کی آپ راضی ہو گئے

آپ کے وصال کے بعد جب گستاخ نے اسلام قبول کر لیا تو اس پر غضب نبوی متحقق نہیں ہوتا لہذا اسے قتل کیسے کیا جائے گا؟

سوال، حدیث ہے

من سب نبیاً فاقتلوہ جس نے کسی نبی کی گستاخی کی اسے قتل کرو

اور یہ اس مسئلہ میں کافی ہے

جواب ۔اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ اس روایت کی مثل ہے

من بدل دینه فاقتلوه جس نے اپنا دین بدلا اسے قتل کردو

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرتد کی توبہ قبول نہ کی جائے

تو اسی طرح معاملہ زیر بحث مسئلہ کا ہے، حارث بن سوید مرتد ہوا پھر اس نے توبہ کر لی آپ ﷺ نے اس کی توبہ قبول فرمالی اور اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

کیف یهدی الله قوماً کفروا بعد ایمانهم وشهدوا ان الرسول حق وجاء هم البینٰت والله لایهدی القوم الظلمین (ال عمران،۸٦)	کیوں کر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لاکر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور انھیں کھلی نشانیاں آچکی تھی اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا

سوال ۔اس کے علاوہ بھی کوئی دلیل ہے؟

جواب ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

یحلفون بالله ما قالوا ولقدقالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم وهموا بمالم ینالوا ومانقموا الا ان اغنهم الله ورسوله من فضله فان یتوبوا یک خیرالهم (التوبہ،۷۴)	اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے اور جو چاہا تھا انھیں نہ ملا اور انھیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ اور رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کردیا تو اگر وہ توبہ کرتے تو ان کا بھلا ہے

یہ آیت مبارکہ منافق عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی تھی اس نے کہا ہماری اور محمد ﷺ کی مثال اس کی قول کی طرح ہے اپنا کتا پالو وہ تمہیں ہی کھائے اگر ہم مدنیہ واپس لوٹے تو عزت والے ذلیل کو وہاں سے نکال دیں گے یہ تبوک کا موقعہ تھا وہاں منافقین نے آپس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی گستاخی کی، دین پر طعن کیا، اس کی تمام رپورٹ رسول اللہ ﷺ کو پہنچی

درج ذیل آیت مبارکہ بتارہی ہے کہ منافقین نے گستاخی کی تھی تو ان کے بارے میں حکم ہوا

وان یتوبوایک خیرالهم ان	اگر توبہ کرلیں تو ان کا بھلا اور
یتولوایعذ بهم الله عذاباً الیماً	اعراض کریں تو ان کے لئے دنیا
فی الدنیا والاخرة	وآخرت میں عذاب الیم ہے

(التوبہ،۷۴)

یہ اس پردلیل ہے کہ ان کی توبہ مقبول ہے اور ان سے دنیا اور آخرت میں عذاب اٹھالیا گیا

سوال۔کیا گستاخ کی توبہ کا حکم،توبہ زندیق کی طرح ہے؟

جواب۔قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ ان کا حکم برابر ہے البتہ ان کا ماخذ مختلف ہے کیونکہ قتل گستاخ کا ماخذ حقِ آدمی ہے حتی کہ اگر بالفرض اس نے معاف کردیا تو ساقط ہو جائے گا اور قتلِ زندیق کا ماخذ اس کا اسلام پر عدم وثوق ہے لیکن ہم ان دونوں احکام کا قرب بیان کریں گے

سوال۔کیا امام اور شیخ غزالی کے اس قول میں وزن ہے کہ نبی کے بعض اقارب معاف کرسکتے ہیں

جواب،حضرات انبیاء علیھم السلام درہم و دینار کے وارث نہیں بلکہ وہ علم کے وارث

بناتے ہیں تو واضح ہوگیا ان کی وراثت مال نہیں علم ہے ان کے علاوہ حقوق کے بارے میں ابتداحدیث خاموش ہے اور آخر حدیث ان حقوق کی وراثت سے مانع ہے، عمومِ حصر سے بھی یہی ظاہر ہے، جو امام نے کہا ان کے پیش نظر صدرِ حدیث ہے جب ہم نے یہ قول کیا تو نظر اقرب (رشتہ دار) کی طرف لازم ہے نہ کہ جمیع کی طرف اور اس کا مطالبہ حق پر موقوف ہونا لازم ہونا چاہیے ہم اس قول کا کسی سے گمان بھی نہیں کر سکتے صواب یہی ہے کہ ان میں وراثت نہیں اور اس حق مطالبہ میں تمام مسلمان آپ کے نائب ہیں رہا عفو تو ہم نے واضح کر دیا تھا کہ قتل اسلام سے ساقط ہو جائے گا اور اس سے پہلے کوئی اسے معاف کر ہی نہیں سکتا

سوال۔ جب گستاخی قذف ہو؟

جواب، مختار یہی ہے کہ اس کا حکم بھی غیر قذف والا ہی ہے اور دونوں کا تقاضا قتل ہے اس کے ساتھ ساتھ کوڑے نہیں جیسا کہ پیچھے دو قواعد آئے تھے اور ان میں مختار دوسرا ہے (اور وہ اصغر کا اکبر کے تحت آنا ہے) کیونکہ ہمارے نزدیک ایسے اندارج پر دلیل ہے اور اس پر دلیل قائم نہیں جو دو خصوصی اثرات میں سے اعظم کو لازم کرے وہ عمومی کم درجہ کو لازم نہیں کر سکتا

سوال۔ ان میں اقویٰ کون ہے جب توبہ کرلیں تو قتل زندیق یا قتل گستاخ کا قول؟

جواب۔ قاتل زندیق کا کہنا ہے کہ یہ کافر ہے اور اسلام متھم ہے لہذا یہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے مخالف نہیں

لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدیٰ ثلاث	تین میں سے ایک کے علاوہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں

لیکن صحت اسلام کے ساتھ توبہ کرنے والے گستاخ کا قتل اس حدیث کے مخالف ہے

حاصل یہ ہے کہ گستاخی سے پہلے بلا تفاق محفوظ الدم تھا اور بعد از گستاخی بالا تفاق مباح الدم۔ بعد از توبہ میں اختلاف ہے حالانکہ یہ نہ زانی ہے نہ قاتل اور کافر حدیث مذکورہ کی بنا پر اسے قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کسی صحیح نص سے اس پر تخصیص نہ ہو

سوال۔ قبل از توبہ قتل پر اتفاق ہے جو توبہ سے سقوطِ قتل کہتا ہے وہ دلیل لائے؟

جواب۔ ہم نے حدیث مذکور پیش کر دی ہے کہ ان تینوں میں سے ایک ہوالخ اور یہ مسلمان ہے اور زانی اور نہ قاتل

سوال۔ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ ان تین زنا، قتل، کفر کے علاوہ قتل نہیں اب اگر قبل از توبہ قتل گستاخ بطور حد ہے تو تم نے خود اس حدیث کی مخالفت کر دی اور اگر کفر کی وجہ سے ہے تو تم نے خود پہلے اس کی مخالفت کی ہے

جواب۔ گستاخ ایمان لانے کے بعد کافر ہوا اور الفاظ حدیث ہیں ان تین میں سے ایک کے سوا کسی مسلمان کا خون مباح نہیں ہوتا

كفر بعد ايمان وزنا بعد حصان ایمان کے بعد کفر، شادی کے بعد زنا اور
وقتل نفس بغير نفس بغیر قصاص کسی کا قتل

حدیث میں مسلمان، سے پہلے ہی اسلام لانے والا مراد ہے تب ہی بعد از ایمان کفر کا استثناء درست ہوگا اور بعد از ایمان گستاخی کفر ہے لہذا گستاخ اس حدیث کے تحت داخل ہے

سوال۔ گستاخی کی دو جہات ہے ا۔ نفس گستاخی ۲۔ ایمان کے بعد کفر، مذکورہ حدیث بتاتی ہے کہ قتل کی علت ایمان کے بعد کفر ہے لہذا گستاخی علت نہ بنی حالانکہ پہلے بیان ہوا علت قتل، گستاخی ہی ہے؟

جواب۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم عرض کرتے ہیں کہ گستاخی اور کفر کے درمیان عموم

خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ گستاخی کافر اصلی سے بھی ہوسکتی ہے اور یہ کفر میں اضافہ ہوگا نہ کہ نیا کفر اور کہیں یہ مسلمان سے سرزد ہوتی ہے اور یہ نیا کفر ہوگا

گستاخی اور کفر، بعد از ایمان میں عموم خصوص مطلق ہے تو بعد از ایمان ہر گستاخی کفر ہے لیکن بعد از ایمان ہر کفر گستاخی نہیں، اس ذات اقدس (جسے جوامع کلم کا عطیہ دیا گیا) کی حدیث میں لفظ مسلم لایا گیا ہے تا کہ یہ گستاخی اور بعد از ایمان کفر دونوں کو شامل ہو جائے اور علت میں معنی اعم پر اکتفا کیا جس میں لطیف حکمت اور اہم فائدہ ہے

لطیف حکمت

جانبِ ربوبیت کا ادب اور اپنے حق سے اعراض، یہ وہی حقیقت ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی ذاتی انتقام نہیں لیا صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر سزا دیا کرتے تھے

اہم فائدہ

اسلام کے ساتھ سقوط، اس کے منافی نہیں کہ اس سے پہلے قتل، حد تھی جیسا کہ مرتد کے قتل کا نام بھی حد ہے تو نزاع لفظی تھا اور پہلے گفتگو آ چکی ہے ہم نے جو کہا علت خاص طور پر گستاخی ہے اس سے ہماری مراد ہر گستاخی ہے خواہ بعد از ایمان ہو یا قبل از ایمان، اسی سے ہم ذمی و معاھد کی گستاخی پر استدلال کا فائدہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے مذکورہ حدیث میں قتل مسلم کے ثبوت کا تین میں انحصار ہے تو یہ غیر مسلم کے حکم سے خاموش ہے لہذا ہماری مذکورہ بات حدیث کے مخالف نہیں

سوال۔ مذکورہ حدیث میں اسلام سے سقوط قتل پر کوئی دلیل نہیں نہ گستاخ سے اور نہ ہی مرتد غیر گستاخ سے بلکہ اس میں قتل پر دلیل ہے اگرچہ وہ اسلام لے آئے

امام حسن بصری اور ظاہریہ کا مرتد میں یہی مذہب ہے ان کے علاوہ ایک

جماعت کا موقف گستاخ میں یہی ہے کیونکہ ان پر صادق ہے کہ ان سے ایمان کے بعد کفر صادر ہوا خواہ اب اس سے انھوں نے رجوع کر لیا ہے یا نہ کیا؟ اور حدیث میں ہرگز نہیں کہ قتل کے وقت کفر موجود ہو تو ایمان کے بعد کفر یہ حتمی قتل کا موجب ٹھرا تو یہ اسلام سے ساقط نہ ہوگا ہاں کفر اصلی اس کے خلاف ہے

جواب۔ یہ امور ہمارے لئے اس سے مانع ہیں ان میں قوی تر، حارث بن سوید کا ارتداد سے توبہ کر لینا اور حضور ﷺ کا توبہ قبول کر لینا پھر قرآن کا اس کے حق میں نازل ہونا ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ کے بڑے غلاموں میں شامل رہے اور آپ نے انھیں قتل نہ کروایا تو اس سے واضح ہو گیا بوقت قتل، کفر کی موجودگی لازم ہے، قرآن وسنت صحیحہ کی موجودگی میں کسی اور اختلاف کی طرف توجہ بھی نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ جب معنی بھی اس کی رہنمائی کر رہا ہے، اور ہر صحیح الطبع عربی بھی یہی مراد لے رہا ہے قواعد اصولیہ کا بھی یہی تقاضا ہے کہ علت پر حکم اور اس کا وجود و عدم، علت پر موقوف ہوتا ہے اور مناسب معنی بھی یہی ہے اور وہ اس کا کفر میں ملوث اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنا ہے یہ گفتگو مرتد میں ہے اور گستاخ میں اس کی مثل کلام ہے

سوال۔ یہ حدیث عام تھی مگر حدیث ابن ابی سرح کی بنا پر یہ خاص ہوگئی ہے کیونکہ وہ آنے سے پہلے اسلام لایا تھا یا نہیں لیکن اسلام کے ارادہ سے وہ آیا تھا اور جو اسلام سے سقوط کے قائل ہیں دونوں صورتوں میں وہ ایسے آدمی کا قتل جائز نہیں سمجھیں گے حالانکہ آپ ﷺ کا مبارک فرمان

ما كان فيكم رجل رشيد يقوم اليه فيقتله؟ تم میں کوئی عقل مند نہ تھا جو اٹھ کر اسے قتل کر دیتا؟

واضح کر رہا ہے کہ اس کا قتل جائز تھا خواہ اسلام لے آیا تھا یا لانے والا تھا ہاں سقوط

آپ ﷺ کی معافی کی بنا پر ہوا۔
جواب۔اس مقام کو خوب اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے ہم نے کافی مدت سے اس واقعہ پر دال روایات کا مطالعہ کیا اور خوب تدبر سے کام لیا تو انھیں اس پر متفق پایا کہ یہ شخص مرتد تھا اور اس نے جو بکنا تھا بکا، فتح مکہ کے دن یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اس بات میں کوئی شک نہیں اسی طرح تمام روایات میں حضور ﷺ کا فرمان مقدس موجود ہے کیا تم میں ایسا کوئی نہ تھا جو اسے قتل کر دیتا؟

رہا اس کا اسلام لانا وہ آنے سے پہلے مسلمان ہو چکا تھا یا اس وقت آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہوا یا بعد میں، اس میں اختلاف ہے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اس سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا لیکن یہ بات ثابت نہیں جیسا کہ پیچھے اس پر تنبیہ کر دی ہے

واقدی کہتے ہیں یہ تائب ہو کر آیا لیکن اس میں اسلام لانے کی تصریح نہیں اور نہ واقدی سے احادیث میں احتجاج کیا جاتا ہے اگر چہ یہ سیر میں امام ہے

سنن ابی داود کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی بیعت لینے کے بعد کا ہے لیکن اس کی سند میں اسباط بن نصر اور اسماعیل سدی ہیں، سدی میں کثیر کلام ہے اگر چہ امام مسلم نے ان سے روایت لی ہے اور یہی معاملہ اسباط کا ہے اس وجہ سے یہ روایت شرائط صحیح پر نہیں اترتی

ممکن ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے امان دلانے لائے ہوں اور حضور ﷺ نے اسے امان دیدی جب حالت کفر میں واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے یہ جملہ فرمایا ہو اس کے بعد وہ اسلام لے آیا ہو

امام ابوعمرو بن عبدالبر نے استیعاب میں اس طرح واقعہ نقل کیا ہے وہ اسی کا مقتضی یا متحمل ہے ان کے الفاظ ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے چھپالیا جب اہل مکہ میں اطمینان ہو گیا تو آمان کے لئے اسے لائے حضور ﷺ نے طویل خاموشی اختیار فرمائی اس کے بعد فرمایا ہاں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوٹے تو رسول اللہ ﷺ نے اردگرد حاضرین سے فرمایا میں اس لئے خاموش تھا کہ تم میں سے کوئی اسے ٹھکانے لگا دیتا، ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اشارہ کیوں نہ کیا؟ فرمایا آنکھ سے خیانت کرنا نبی کے شایان شان نہیں، ابن ابی سرح فتح کے دنوں میں ظاہر و باطن سے اسلام لے آیا (استیعاب،۳:۹۱۸)

تو اس عبارت میں بھی ہماری بات والا احتمال موجود ہے

شیخ واقدی کے مغازی میں الفاظ یہ ہیں

ابن ابی سرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور یہ ان کا رضاعی بھائی تھا کہنے لگا میرے بھائی میں نے تیرا انتخاب کیا ہے مجھے یہاں جو سزا دینا چاہو دے لو اور مجھے محمد ﷺ کے پاس لے چلو اور میرے بارے میں بات کرو اگر انھوں نے مجھے دیکھ لیا تو میرا سر اڑا دیں گے کیونکہ میرا جرم سب سے بڑا جرم ہے میں تائب ہو کر آیا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلو میرے ساتھ تو کہنے لگا اللہ کی قسم مجھے ساتھ نہ لے جاؤ وہ اڑا دے گے انھوں نے مجھے مباح الدم قرار دیا ہوا ہے ان کے صحابہ میری تلاش میں ہیں حضرت عثمان نے فرمایا میرے ساتھ آ و انشاء اللہ تعالیٰ تجھے قتل کا حکم نہیں دیں گے تو اچانک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کے آپ ﷺ کے سامنے آ کھڑے ہو۔ حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ، اس کی ماں نے مجھے اٹھایا، کھلایا، دودھ پلایا اور مجھ پر شفقت کی اس لئے اسے مجھے ھبہ کر دیں،

آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا آپ ﷺ اعراض کرتے ہوئے چہرہ پھرتے حضرت عثمان اس طرف ہو کر عرض کرتے آپ نے اعراض اس لئے کیا تا کہ کوئی آدمی اس کی گردن اڑا دے کیونکہ آپ ﷺ نے امن نہیں دیا تھا جب دیکھا کوئی نہیں اٹھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جھک کر رسول اللہ کے سر اقدس کو چوما اور عرض کیا یارسول اللہ میرے والدین آپ پر فدا ہوں اس سے بیعت لے لیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم میں سے کیوں نہ کسی نے اس کتے کو قتل کر دیا، دوسری روایت میں فاسق کا لفظ ہے حضرت عباد بن بشر نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ آنکھ سے اشارہ فرما دیتے، اللہ کی قسم میں آپ کے ابرو کے اشارہ پر اسے ختم کر دیتا، بعض نے کہا کہنے والے حضرت ابو الیسر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے فرمایا میں اشارہ سے قتل نہیں کرواتا

ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا نبی کے لئے مناسب نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرے رسول اللہ ﷺ نے اسے بیعت کر لیا

(المغازی، ۲: ۸۵۵)

یہ عبارت بتا رہی ہے کہ بیعت اس جملے کے بعد لی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اولاً کہا اسے مجھے ہبہ فرما دیں بیعت کے لئے نہیں کہا حضور ﷺ نے اعراض فرمایا آخری دفعہ عرض کیا اسے بیعت فرمالیں فرمایا ہاں کیونکہ انھوں نے اسلام کا مطالبہ کیا اس پر شاھد آپ کا یہ مقدس جملہ ہے اس کتے یا فاسق کو قتل کیوں نہ کر دیا؟

اگر وہ پہلے اسلام لایا ہوتا تو آپ یہ الفاظ استعمال نہ فرماتے کیونکہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا ہے اور ابھی اس نے گناہ نہیں کیا تو وہ بالاتفاق فاسق نہیں ہوتا، ظاہر یہی ہے کہ یہ جملہ اسلام لانے سے پہلے اور امان دینے کے بعد ہے

اگر ثابت ہو جائے

اگر ثابت ہو جائے کہ وہ اس جملہ سے پہلے اسلام لایا اور آپ نے بیعت لی تو ہم یوں کہیں گے

ان اللہ تعالیٰ اطلع نبیہ ﷺ	اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مطلع
علی ان باطنہ خلاف ظاہرہ	کر دیا کہ اس کا باطن، ظاہر کے مخالف
وانہ اسلم نفاقاً ثم حسن اسلامہ	ہے اور یہ بطور نفاق مسلمان ہوا ہے
بعد ذلک حتی یصح اطلاق	پھر بعد میں وہ کامل مسلمان ہوا حتیٰ کہ
الکلب والفاسق علیہ ویتمنی	پہلے اس پر کتے اور فاسق کا اطلاق درست
النبی ﷺ قتلہ	اور نبی ﷺ اسے قتل کا ارادہ رکھتے

کیونکہ صحیح مسلمان پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا

امام ابو داود نے بھی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب رسول تھا شیطان نے گمراہ کر دیا تو وہ کفار میں چلا گیا آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اسے قتل کا حکم جاری فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے امان مانگی تو آپ ﷺ نے امان عطا فرما دی (سنن ابو داود،۸،۴۳۵)

اس حدیث میں یہ کہیں نہیں کہ وہ اسلام لے آیا تھا اس نے صرف پناہ مانگی جو دی گئی تو یہ ہماری تائید ہے

الغرض ہماری دلیل ایسی حدیث ہے (جس کی صحت پر امت کا اجماع ہے) اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان تین کے علاوہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، شادی کے بعد زنا، ناحق قتل، بعد از ایمان کفر، ہم اس حدیث سے نہ تو گستاخ کو خارج

کرر ہے ہیں اور نہ ہی روایت امام سدی سے اسے خاص کرر ہے ہیں اور پھر اس میں ضعف بھی ہے

سوال۔تم نے اسی حدیث سے قبل از توبہ قتل پر استدلال کیا ہے؟

جواب۔اس میں کسی کو اختلاف نہیں تمام طرق والفاظ حدیث واضح کرر ہے ہیں ابن ابی سرح مرتد ہوگیا اور غلط باتیں کہیں اسی وجہ سے ہم نے اس متفقہ روایت سے استدلال کیا نہ کہ صرف واحد (سدی والے) طریق سے،ہم چونکہ بعداز توبہ جوازقتل پر گفتگو کرر ہے ہیں اوراس پر طرق متفق نہیں اور نہ ہی اس قدر صحیح ہے کہ اسے صحت حدیث تحریم (**لا یحل دم مسلم الخ**) کے مقابل لایا جاسکے

آیت محاربہ اور گستاخ

سوال۔اس حدیث کواس آیت سے مخصوص کیا جاسکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

انما جزاء الذین یحاربون الله	جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے
ورسوله ویسعون فی الارض	لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے
فساداً (المائدہ،۳۳)	پھرتے ہیں

اللہ ورسول کا گستاخ محارب ،دشمن ،مقابل اور زمین میں فساد پھیلانے والا ہے منافقین کے بارے میں فرمایا

الا هم هم المفسدون (البقرہ،۱۲)	آگاہ ہوجاؤ وہی فسادی ہیں

بلکہ گستاخی ہرفساد کی اصل ہے کیونکہ اس سے نبوت پرحرف آتا ہے جودین ودنیا کی اصلاح کی بنیاد ہے جب گستاخ محارب اورفساد پھیلانے والا ہے تو آیت میں مذکور

سزاؤں میں سے کوئی ایک تو اس پر لاگو ضرور ہوگی بشرطیکہ گرفتاری سے پہلے توبہ نہ کرلے اور دلائل سے ثابت ہے کہ اس کی سزا قتل ہی متعین ہے اور گستاخی ایسا گناہ ہے جو کفر محض سے بدتر اور جنس محاربہ سے ہے، خون مرتد کو محفوظ کرنے والی توبہ کفر محض سے ہوتی ہے اگر آدمی بطور محارب مرتد ہو جیسا کہ مقیس بن صبابہ اور اہل عرینہ تو اب توبہ انہیں محفوظ نہیں کرسکتی

گستاخی کو محاربہ کی طرح قرار دینے والی چیز یہ ہے کہ اس کا فساد سراسر جنایت کی صورت میں موجود رہتا ہے اور اس کا اثر مرتفع نہیں ہوتا لہذا یہ محاربہ کی طرح ہی ہے زنا اور قتل، ذنوب ماضی وہ کفر موجود کی طرح نہیں ہوتے حتی کہ ان پر توبہ بھی مقبول اور ان کا اثر بھی ساقط ہو جاتا ہے

جواب۔ اکثر اہل علم کے نزدیک مذکور آیت مبارکہ راہزنوں کے بارے میں نازل ہے خواہ مسلمان ہوں یا کافر، مسلمانوں کے ساتھ حرب و جنگ پر دلیل یہ آیت مبارکہ ہے

فان لم تفعلو فاذنوا بحرب من الله ورسوله (البقرہ،۲۷۹)	پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا

جنھوں نے اسے کفار کے بارے مین مانا انھوں نے کفر کے ساتھ رہزنی کو بھی شامل کیا ہے مثلاً اہل عرینہ جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وہ ارتداد کے ساتھ رہزن بھی تھے، رہے وہ کفار جو رہزن نہیں وہ یہاں مراد نہیں اگرچہ حربی ہوں کیونکہ محارب، حربی کے علاوہ مخصوص اصطلاح ہے

امام ابن قتیبہ (م،۲۷۶) نے فرمایا اللہ تعالیٰ انے فرمایا اور اس کے رسول کے محارب سے مراد، وقت کے سربراہ اور مسلمانوں سے بغاوت کرتے ہوئے رہزنی اور زمین میں فساد کرنے والے ہیں

(تاویل مشکل القران، ۳۹۹)

شیخ ابو حامد اسفرائنی (م، ۴۰۶) فرماتے ہیں بعض اسلاف نے کہا یہ آیت عہد توڑ کر دارالحرب سے لاحق ہونے والے زمیوں کے بارے میں ہے وقت کا سربراہ اور مسلمان انھیں یہ سزا دے سکتے ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے ہے یہ مرتدین کے بارے میں آئی ہے اور ساتھ اہل عرینہ کا بھی ذکر کیا (سنن ابوداود، ۴۳۶۹)

تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہاں وہ ڈاکو مراد ہیں جو رہزن، مسلح اور قافلوں کو قتل ولوٹنے والے ہوں (الحاوی للماوردی، ۱۳: ۳۵۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کا بھی یہی قول ہے

(جامع البیان للطبری، ۶: ۲۱۴)

اس پر دلیل یہ ارشاد مقدس ہے

الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم	مگر جنھوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ

(المائدہ، ۳۴)

قبل از قدرت اور بعد از قدرت توبہ پر حکم میں اختلاف صرف رہزن و باغی میں ہے حربی کی دونوں صورتوں میں توبہ کا حکم ایک ہی ہے جیسے کہ مرتد کا حکم ہے

دیگر اہل علم کہتے ہیں، **یحاربون اللہ ورسولہ** سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور وہ اہل ایمان نہیں

. (احکام القران لابن العربی، ۲: ۹۱)

امام بخاری کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے محاربت، اس کے ساتھ کفر ہے

(البخاری، تفسیر سورۃ المائدہ)

امام واحدی (م، ۴۶۸) کہتے ہیں مسلمانوں کے خلاف مسلح ہو وہ اللہ اور اس کے رسول کا محارب ہے (الوسیط، ۲، ۱۸۱)

اس آیت میں یہی تمام اقوال ہیں

اگر ہم تسلیم کر لیں محارب کا اطلاق کافر پر ہے تو آیت مبارکہ نے اس کے ساتھ **فساد فی الارض** کی شرط بھی عائد کی ہے تو بلاشبہ ہر عاصی، مفسد ہے لہذا یہاں خاص فساد مراد ہوگا اور وہ ہے رہزنی، آیت کا شان نزول اور مفسرین کی تفسیر اسی طرف رہنمائی کر رہی ہے اگر فقط عموم الفاظ کو دیکھا جائے، شان نزول، تفسیر اور دیگر قرائن کو ترک کر دیا جائے تو ہر مرتد، زمین میں فسادی ہے اسی طرح ہر منافق مفسد ہے جیسا کہ سوال میں ہے حلانکہ بالاتفاق مرتد اور منافق، حکم آیت کے تحت داخل نہیں تو اس طرح اس کا حکم گستاخ کے لئے بھی ثابت نہ ہوگا خواہ ہم اسے محارب کے تحت داخل کریں یا داخل نہ کریں لیکن ہم اس پر قیاس کریں گے کیونکہ دونوں صورتوں میں آیت کا حکم اس کے لئے ثابت ہوگا یا تو بقول بعض لوگوں کے حاکم کو اختیار ہے اور بقول دیگر تقسیم (عمل کے مطابق) ہے اگر تخییر لی جائے تو ممکن ہے حاکم قتل کے بجائے ہاتھ اور پاوں کاٹ دے یا ملک بدر کر دے اور اگر تقسیم لی جائے تو جس نے قتل نہیں کیا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور گستاخ کے بارے میں کسی ایک نے بھی ان دونوں احکام کا قول نہیں کیا

سائل کی دلیل

سائل کا کہنا، گستاخ کی سزا بدلائل ثابتہ قتل ہی متعین ہے یہاں مفید نہیں کیونکہ اگر ہم گستاخ کو آیت کے تحت بطور نص یا حکم داخل کریں تو پھر اس کے لئے

آیت میں مذکورہ حکم کا اثبات ہی لازم ہو جائے گا پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم شامل تو اسے آیت یا اس کے حکم میں کریں مگر اس کے لئے آیت سے ثابت شدہ حکم کے مخالف حکم ثابت کر دیں یہ ایسی بات ہے جسے کوئی بھی صاحب شعور نہیں کرسکتا اور نہ یہ علمی بات ہے (مذکورہ سزاؤں میں سے قتل کے علاوہ) حضور ﷺ نے کسی کافر، مرتد گستاخ اور غیر گستاخ مرتد وکافر کو کوئی سزا نہیں دی

پھر اگر اس کی سزا حد محارب کی طرح ہوتی تو گرفتاری اور قدرت کے بعد اس پر معافی جائز نہ ہوتی حالانکہ آپ ﷺ نے خود ابن ابی سرح اور دیگر لوگوں کو معاف فرمایا ہے حد محارب میں یہ بھی مسلّم ہے کہ وہ صاحب دم کی معافی سے ساقط نہیں ہوتی کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی ہے تو یہاں بطریق اولیٰ معافی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ پیچھے آچکا آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ضرور سزا دیتے تو اگر گستاخی محاربہ کی طرح ہی ہے تو اس پر قبل از اسلام اور بعد از اسلام سزا ضروری ہوتی اور معافی ناجائز،

تو پھر حضور ﷺ نے ابن ابی سرح کو معاف کیوں کر دیا حالانکہ وہ گرفت میں تھا وہ اسلام لایا آپ نے اس سے اسلام قبول کر لیا، صحابہ میں شامل ہو گئے اور آخری وقت تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے

آپ ﷺ نے ذوالخویصرہ سے درگذر فرمائی جب اس نے کہا اس تقسیم سے رضا الٰہی مقصود نہیں حالانکہ اس سے انتقام پر قدرت تھی اور یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں ہوا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب اور قوت عطا فرما دی تھی اس کے قتل سے کسی فتنہ کا ڈر نہ تھا آپ ﷺ نے بطور مصلحت اسے چھوڑ دیا

ہم یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ﷺ کا انتقام اور ترک دونوں جائز ہوں کہ آپ کو حق حاصل تھا معاف فرما دیں اور ترک کر دیں کیونکہ ہم اسے صحیح جانتے ہیں مگر ہم علم رکھتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا تو یہاں دونوں حالتوں میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حق کو پیش نظر رکھا جہاں بھی انتقام لیا اللہ تعالیٰ کی خاطر، ابن خطل، دونوں لونڈیاں، مقیس بن صبابہ کو سزا دی اور یہاں معاف فرمایا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر مثلاً ابن ابی سرح، ذوالخویصرہ اور کثیر جماعت کا معاملہ تمہارے سامنے ہے

بعد کے حکمرانوں کا عمل

آپ ﷺ کے بعد حکمرانوں کا عمل بھی یوں رہا جو اسلام نہ لایا اس پر اللہ تعالیٰ کی خاطر سزا قتل لازم کی اور وہ اسے ترک نہیں کر سکتے کیونکہ وہ مصالح پر مطلع نہیں

والنبی ﷺ کان یطلع علیها	نبی ﷺ ان پر مطلع تھے اور اللہ تعالیٰ
ویخصه الله بماشاء من علمه	نے آپ ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ وہ
وحکمه فیها	جو چاہیں فیصلہ وحکم فرما دیں

اسی لئے آپ ﷺ نے ذوالخویصرہ وغیرہ سے توبہ کا تقاضا بھی نہیں فرمایا

ولو صدر من احد الیوم	اگر خویصر والی بات آج کسی سے سرزد
ماصدر من ذی الخو یصرةو	ہو تو ہم لازماً اس سے توبہ کا تقاضا کریں
لا جبنا استتابته	گے

آپ کے ترک کی حکمت

ممکن ہے آپ ﷺ نے ان دو امور کی وجہ سے تقاضا توبہ ترک فرمایا ہو

ا۔ان النبی ﷺ اطلع علی بواطن اولئک القوم وانھم لایتوبون کالمنافقین الذین علم نفاقھم	نبی اکرم ﷺ ان کے باطن سے آگاہ تھے کہ یہ توبہ نہیں کریں گے ان کا معاملہ منافقین کی طرح کا ہے جن کے نفاق کا آپ ﷺ علم رکھتے تھے

لہذا انقاضا توبہ میں کوئی فائدہ ہی نہ تھا

۲۔ یہ لوگ جہال اور نئے مسلمان ہوئے تھے ابھی یہ احکام شریعت سے، دلائل عصمت تعظیم انبیاء کے لزوم اور ان کے بلند عالی منصب سے کماحقہ آگاہ نہ تھے لہذا آپ ﷺ نے مواخذہ نہ فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

و اعرض عن الجا ھلین	اور جاہلوں سے منہ پھیرلو

(الاعراف،۱۹۹)

تو ان کے حق میں ارتداد نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ ہی اپنے حبیب ﷺ کی مراد سے زیادہ آگاہ ہے

سوال۔ بلاشبہ آپ ﷺ نے ذاتی انتقام کبھی نہیں لیا لیکن آپ کے لئے لینا جائز تو تھا اگرچہ ترک کرنا اور عظمت کی دلیل ہے، وصال کے بعد یہ حق آپ کے لئے ثابت ہے اور دوسرا کوئی اسے ترک نہیں کرسکتا تو حق اب کیسے ساقط ہوگا؟

سقوط پر دلائل

جواب۔ قبل از اسلام وتوبہ حق ساقط نہیں ہوگا اور قتل ہی لازم ہوگا لیکن بعد از اسلام ان دلائل کی بنا پر سقوط ہوگا

ا۔آپ ﷺ کا فرمان ہے

الاسلام یجب ماقبلہ	اسلام سابقہ گناہ مٹادیتا ہے

یہ حکم شرعی کی خبر ہے تو اسے عموم کے اعتبار سے آپ ﷺ کے حق میں بھی دلیل بنایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہی ہے لہذا اسلام لانا آپ کا اپنے حق کو معاف کرنا ہی ہے اگر عبارت یہ ہوتی جو اسلام لایا میں نے اسے معاف کردیا، تو بھی درست تھا اسی طرح مذکورہ عبارت کا معاملہ ہے

سوال۔ یہ ثبوت حق سے پہلے بری کرنا ہے؟

جواب۔ یہ حکم شرعی ہے اوراس کا معلق کرنا درست ہے اس ارشاد نبوی سے استدلال پر ہماری تائید ھبار بن اسود بن عبد المطلب کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم جاری فرمایا، اس نے آگاہی کے بعد کلمہ پڑھا اور کہا میں نے آپ کی گستاخی کرکے آپ سے زیادتی کی اب میں شرمندہ ہوں مجھ سے درگزر کریں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھ رہا تھا، آپ نے اس کی معافی پر سر اقدس نیچے کرلیا اور فرمایا

قدعفوت عنک والاسلام میں نے تجھے معاف کردیا اور اسلام سابقہ
یجب ما کان قبلہ (المغازی،۲:۸۵۸) گناہ مٹاہ دیتا ہے

اس موقعہ پر آپ ﷺ کا فرمان بتا رہا ہے کہ اسلام پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے خواہ وہ گستاخی ہو یا غیر گستاخی کیونکہ خصوصی سبب کو عموم سے خارج نہیں کیا جاسکتا ھبار اگرچہ گستاخی کے وقت مسلمان نہ تھا لیکن ہم نے اس کا تمام واقعہ نقل کردیا تاکہ واضح ہوجائے وہ اس کے عموم میں داخل ہے

آپ ﷺ نے تمام اہل ایمان مرد اور خواتین کے لئے مغفرت کی دعا کی کسی آدمی نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمہارے لئے رسول اللہ نے مغفرت کی دعا کی ہے فرمایا ہاں میرے بلکہ تمہارے لئے

بھی کی ہے پھر یہ آیت تلاوت کی

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات (محمد، ۱۹)	اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو

(مسلم، ۲۳۴۶)

تو جس نے رجوع کر کے اسلام قبول کر لیا اور اس کے لئے حضو ﷺ نے دعا مغفرت فرمادی تو آپ ﷺ کی دعا سے گناہ معاف ہو گئے جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تھے حالانکہ یہ حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں تھے تخصیص کی صورت میں بطریق اولیٰ معاف ہو جائیں گے کیونکہ جو شخص شفاعت کرتا ہے پہلے وہ خود راضی ہوتا ہے

۳۔ اس کا حضور ﷺ کا امتی ہونا ثابت ہو جائے گا اور آپ ﷺ نے شفاعت امت کے لئے روز قیامت دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے تو روز قیامت آپ ﷺ کا ارادہ شفاعت ہی ہے اگر کسی مسلمان پر آپ ﷺ کا حق یوں باقی ہے کہ روز قیامت اس سے مطالبہ ہو گا جس کے سبب وہ جنت میں نہیں جائے گا کیونکہ دنیا میں اس پر گرفت نہیں ہوئی لہذا وہاں معافی نہیں ہو گی لیکن ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں حضور ﷺ تو کسی دوسرے کے حق کی وجہ سے امتی کو جنت سے محروم رہنے سے خوش نہیں چہ جائیکہ اپنے حق کی وجہ سے اس محرومی پر خوش ہوں لہذا وہاں آپ کوئی مطالبہ نہیں فرمائیں گے بلکہ اس کی بخشش کے لئے کوشاں ہونگے

۴۔ آپ ﷺ کا حکم ہے، میری سنت وطریقہ کو اپناؤ۔ اور آپ ﷺ کا مسلّم طریقہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو قتل نہ کیا جائے اگر یہ جائز ہوتا تو آپ ﷺ اسے ضرور بیان فرما دیتے

۵۔آپ ﷺ کے بارے میں ہم علم رکھتے ہیں کہ اسلام لانے پر خوش ہو جاتے اور امت سے اس کے علاوہ اور آپ کا تقاضا ہی نہ تھا

۶۔امت پر آپ ﷺ کی کمال شفقت بھی اس کا درس دیتی ہے

۷۔بعد کے حکمران ،خلق سے متعلق امور میں آپ ﷺ کے نائب ہیں اس حق (گستاخی) کا استیفاء اگر اس لئے ہے کہ یہ خاص حضور ﷺ کا ہی حق ہے تو اس میں حکمران کے آپ کے قائم مقام ہونے پر دلیل کی ضرورت ہے اور وہ موجود نہیں اور اگر بطور مصلحت خلق ہے تو ضروری تھا آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں اس کا اسقاط نہ ہوتا حلانکہ آپ ﷺ نے ابن ابی سرح کو معاف کیا ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس نے انبیاء، رسل اور وحی کے امین لوگوں پر اور دین پر طعن کیا جو تمام اللہ کا حق ہے تو پھر اسلام لانے سے یہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس کے کامل نمائندہ نبی ﷺ کا فرمان ہے اسلام سابقہ گناہ مٹاہ دیتا ہے، خود باری تعالیٰ کا فرمان ہے

قل للذین کفروا ان ینتھوا تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے جو ہو
یغفر لھم ما قد سلف گذرا وہ انھیں معاف فرما دیا جائے گا

(الانفال۔۳۸)

سوال۔گستاخی، زنا اور قتل کی طرح جرم ہے اس کا اثر اسلام سے ختم نہیں ہوتا بخلاف محض ارتداد وہ اعتقاد ہے جو اسلام لانے سے زائل ہو جاتا ہے؟

جواب۔گستاخی پر قتل بھی اسی وجہ سے ہے کیونکہ یہ خبثِ باطن اور بدعقیدگی پر دال ہے اور وہ اسلام لانے سے زائل ہو جاتی ہے

سوال۔آپ نے فصل اول کے مسئلہ ثانیہ میں لکھا گستاخی (ایسا کفر ہے جو) تنہا موجب قتل ہے اور اسے عمومی کفر کا سبب نہ سمجھا جائے یعنی اس سے خاص کفر لاحق ہو جاتا ہے

جواب۔ہاں اس میں کچھ تفصیل ہے گستاخی خاص کفر ہے لیکن اس میں دو اعتبار ہیں
ا۔اس کا کفر ہونا، یہ اسلام سے زائل ہو جائے گا جیسے ردت قطع اسلام ہے اور وہ معرض وجود میں آتی اور اس کا زوال ممکن نہ تھا اس کے باوجود اس کا اثر اسلام سے زائل ہو جاتا ہے اور وہ دائمی کفر تھا
۲۔کفر سے قطع نظر اس کا فقط گستاخی ہونا، یہ چیز بلاشبہ اسلام سے ساقط نہیں ہوتی لیکن فقط اس اعتبار سے قتل کا حکم محتاجِ دلیل ہے پیچھے ہم نے جو دلائل ذکر کیے مثلاً

من سب نبیاً فاقتلوہ جو کسی نبی کی گستاخی کرے اسے قتل کرو

اور دیگر دلائل کا بھی تقاضا ہے کہ تنہا گستاخی پر حکم مرتب ہو لیکن گستاخی کے دو پہلو ہیں
ا۔اس گستاخی کا کفر ہونا جو اسلام سے زائل ہو جاتا ہے ۲۔مطلقاً گستاخی، ضابطہ یہ ہے کہ جب محل نص میں کوئی معتبر معنیٰ (علت) ہو تو اسے بالکل لغو قرار دینا جائز نہیں ہوتا یہاں جھت کفر نہایت ہی معتبر اور علت یا جزِ علت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس سے بالکل اعراض کر کے مطلق گستاخی کو ہی علت بنانا دلیل پر موقوف ہے

قتل کی دو علتیں

اور یہ بات ہماری سابقہ گفتگو کے منافی نہیں ہوگی کہ قتل کی دو علتیں ہیں
ا۔عمومی ردت ۲۔گستاخی خاص، اس لئے کے ہماری مراد خاص گستاخی ہے جو سراسر کفر ہے اور وہ ان دونوں مذکورہ معانی پر مشتمل ہے
ا۔خبث کفر بحیثیت کفر ۲۔خبث گستاخی بحیثیت گستاخی، کہ اگر فرض کریں کہ کفر نہیں تو پھر بھی قتل کی مقتضی ہو، یہی وہ چیز ہے جس کا اثر بعد از اسلام باقی ہوتا ہے، بعد از اسلام مدعی قتل کے لئے اس کا اثبات ضروری ہے حالانکہ اس کا اثبات پریشان کن اور رونے کا مقام ہے (کیونکہ خون مسلم کا معاملہ ہے) یا اس میں متعدد احتمالات ہیں بعد

از اسلام قتل سے رک جانا ہی اولیٰ ہے، عصمت خون کا خیال کیا جائے اور حساب مجرم اللہ کے سپرد کر دیا جائے

ہمارا قول، اگر ہم فرض کر لیں کہ گستاخی کفر نہیں، یہ بطور فرض ہے جیسا کہ محال اشیاء میں بھی ایسا کیا جا سکتا ہے ورنہ گستاخی کے کفر ہونے میں ہرگز شک نہیں ہاں دو جہتیں ہیں اور عقل دونوں میں امتیاز کر سکتی ہے ہمارا مقصد ایک فرضی جہت کو آشکار کرنا تھا

سوال۔ محض گستاخی میں قطع نظر کہ وہ سبب کفر ہے، کیا ثبوت قتل ہے یا نہیں؟

جواب۔ ہاں احتمال ہے لیکن اثباتِ قتل کے لئے واضح طور پر شرعی دلیل ضروری ہے تو جب ہم ایسی دلیل نہیں پاتے بلکہ ہر مسلمان کی عصمت وحرمت پر قوی دلائل پاتے ہیں تو اولیٰ یہی ہے کہ ان سے استدلال کرتے ہوئے قتل سے رکنا لازم قرار دیا جائے

سوال۔ کیا یہ قول ہر کلمہ پڑھنے والے کے لئے ہے یا اس کے بارے میں ہے جس کے حسن وصحتِ اسلام پر دیگر قرائن بھی ہوں؟

جواب۔ یہی وہ چیز ہے جس پر ہم نے گفتگو کا وعدہ کیا تھا کہ گستاخ اور زندیق کے حکم میں قربت بیان کریں گے کیونکہ گستاخ میں دو ماخذ ہیں ا۔ حق آدمی ۲۔ زندیق ہونا

مصنف کی دعا

آگے بڑھنے سے پہلے بندہ اپنے رب کے حضور مدد کی التجا کرتا ہے، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے، والے، غیب وحاضر کا علم رکھنے والے، اختلاف کے وقت اپنے بندوں میں فیصلہ فرمانے والے اس اختلافی مسئلہ پر حق کا اذن عطا فرما کیونکہ تو ہی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے میں تجھ سے ہر ٹیڑھ پن اور خواہش

نفس سے محفوظ رہنا مانگتا ہوں، اس مقام عظیم پر میرے دل زبان اور قلم کو خطأ حکم سے محفوظ فرما، تو ہر شئی پر قادر ہے تیرے سوا کوئی محفوظ رکھنے والا نہیں، اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے گفتگو کرتا ہوں جس آدمی کے حسن وصحت صفاً باطن وظاہر، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص، اپنی غلطی پر ندامت اور شرمندہ ہونے کا عہد جیسے قرائن ہوں اس سے سابقہ دلائل کی بنا پر سقوطِ قتل میں مجھے کوئی شک نہیں

خاص والگ مقام

اس مقام پر جس ذات کا یہ حق ہے وہ تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوق سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اشرف واکرم ہے ان پر جنایت باعتبار نبوت ورسالت اللہ تعالیٰ پر جنایت ہے اور یہ بشریت سے خاص الگ مقام ہے اس وجہ سے اس کی سزا قتل ہے ورنہ کسی اور بشر میں ایسی سزا نہیں تو اس خاص بشر نے جو سید اولاد آدم ہیں کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا، صرف اور صرف آپ کی کوشش اللہ تعالیٰ کے حق کی خاطر تھی تو قتل میں آپ ﷺ کا حق، ثبوت وسقوط میں اللہ تعالیٰ کے حق کے تابع ہو گیا، جب اسلام لانے سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط ہو گیا تو تبعاً ثابت ہونے والا حق بھی ساقط ہو جائے گا

اسی طرح معاملہ ہے جب وہاں قرائن قاضی کی رہنمائی نہ کر رہے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ تو اس کے حال سے آگاہ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا حکم ہوگا اگر چہ ہم اس پر مطلع نہیں بلکہ وہ اپنا حال خود بھی جانتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ اس کی طرح نہیں جو جانتا ہے اس نے شادی کے بعد زنا یا اس نے قتل کیا مگر قاضی اور مقتول کے ورثا اس سے آگاہ نہیں کیونکہ ایسی صورت میں اسلام کے باوجود قصاص لازم ہے

رہا زیر بحث مسئلہ تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان قتل ساقط ہو جاتا ہے بخلاف زانی اور قاتل اس طرح قاضی کے ہاں اگر صدق پر قرائن موجود ہوں اور اگر صدق پر قرائن نہیں اور اسے قاضی کے پاس لایا گیا اور یہ تو اس کے باطن و دل کی کیفیت کو نہیں جان سکتا اس اعتبار سے مسئلہ زندیق کے مشابہ ہے کیونکہ اس کی گستاخی اس کے خبث باطن پر شاہد ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس کے بارے میں علم ہو کہ یہ کفر چھپا اور ایمان ظاہر کر رہا ہے اور اسے زندیق کہا جاتا ہے

اختلاف کی بنیاد

اسی شبہ کی بنا پر مالکی اور حنابلہ نے گستاخ کو زندیق کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے اس کے قتل کا حکم دیا

شوافع اور احناف کا موقف

شوافع اور احناف کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس شبہ کو نہیں مانتے کیونکہ گستاخ تو گستاخی اور اپنے دل کی بات کا اظہار کر رہا ہے لہذا یہ مرتد کی طرح ہوگا اور اس شخص کی طرح نہیں ہوگا جس پر گواہ ہیں کہ یہ ظاہر کچھ کر رہا ہے اور اپنے باطن مخالف کو چھپا رہا ہے اگر یہ فرق درست ہے (اور ظاہر بھی) تو اس کی توبہ بالیقین مقبول ہوگی اگر یہاں شبہ کا خیال کیا جائے تو مسئلہ زندیق قرار پائے گا اس کی قبولیتِ توبہ میں مشہور اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے توبہ مقبول ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے

هلا شققت عن قلبه — کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا

(مسلم، ۹۶)

دوسرا فرمان مبارک ہے

امرت ان اقاتل حتی یقولوا لا الہ الا اللہ — مجھے لوگوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں (بخاری و مسلم)

اور زندیق سے ایمان ممکن ہے جب اس نے ایمان کا دعویٰ کیا اور اس کا علم فقط اسی کی طرف سے ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا، مشہور اور مختصر میں منصوص مذہب امام شافعی یہی ہے (مختصر المزنی، ۸، ۳۶۸)

اہل عراق کا یہی مسلک ہے (الوسیط، ۶: ۴۲۸)

امام ابوحنیفہ سے بھی ایک یہی روایت ہے (بدائع الصنائع، ۷: ۱۳۵)

ہمارے نزدیک دوسرا قول ہے اس کی توبہ مقبول نہیں، امام مالک اور امام احمد کا یہی قول ہے

اور اس پر استدلال یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد بار منافقین کی گردن مارنے کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کی علت کو مسترد نہیں فرمایا بلکہ ان کے قتل کا ترک دوسری علت کی بنا پر کیا

استدلال کا جواب۔ اس استدلال کا جواب یوں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت ان میں چاہی تھی جن سے منافقانہ قول یا فعل صادر ہوا حالانکہ ہماری گفتگو اس سے رجوع کرنے والے میں ہے اور اس میں صدق کا احتمال بھی ہے، تو اسے ہم احتمالِ اسلام کے ہوتے قتل کیسے کریں گے؟ جب معاملہ ترک مع احتمال کفر اور قتل مع احتمال اسلام کے درمیان ہے تو اب ترک ہی لازم کیونکہ خون کی حرمت کا خیال ہونا چاہیے اور ہم نے دیکھا خود شارع علیہ السلام نے بہت سے کفار کو چھوڑ دیا اور قتل نہ کیا اور کسی بھی مسلمان کو آپ ﷺ نے کبھی قتل نہیں کروایا، فقط یہی چیز تنہا قتلِ زندیق کے ترک پر کافی دلیل بشرطیکہ وہ مسلمان ہو جائے

سوال۔ وہ تو بچنے کا ذریعہ اختیار کر رہا ہے خوف قتل سے اسلام کا اظہار کر دے گا جیسے ہی خوف ختم ہو گا دوبارہ کفر کر لے گا؟

جواب۔ ہم اس پر موثر تعزیر نافذ کر سکتے ہیں اس تعزیری سزا اور تلوار کے خوف سے دوبارہ ایسا نہیں کرے گا اور پھر ہم ایسی سزا از خود نافذ بھی نہیں کر سکتے جس کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو، ہم تو شرع کے تابع ہیں وہ حکم دے (قتل کر دو) ہم قتل کریں جب ایسی نص نہ ہو تو ہم خاموشی اختیار کریں گے ہم اپنے طرف سے اصلاح کی خاطر کوئی سزا مقرر نہیں کر سکتے

وجہ ثالث

ہمارے ہاں تیسرا قول یہ ہے جسے استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے اختیار کیا ہے اگر اسے قتل کے لئے پکڑا اور اس نے توبہ کر لی تو توبہ مقبول نہیں، اگر وہ تائب ہو کر آ گیا اور صدق پر قرائن بھی ہیں تو توبہ قبول، ان کی دلیل پیچھے محاربہ میں گزری کہ قدرت سے پہلے توبہ اور بعد میں توبہ میں فرق ہے

البتہ یہ ہر لحاظ سے اسے محاربہ میں شامل نہیں کرتے، یہ بھی سامنے رہے کہ محاربہ، زنا کی طرح کا جرم ہے، اسلام کے باوجود ایسے آدمی کو قتل کیا جائے گا اور یہاں کفر کی وجہ سے قتل ہے لہذا اس کا الحاق حرابہ کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا خصوصاً خون کی عصمت کے پیش نظر، تو لہذا ترک قتل کا قول ہی ہونا چاہیے ضعیف قیاس کی وجہ سے خون نہیں بہانے چاہیے ہاں کوئی نص یا دلیل قوی ہو تو معاملہ الگ ہے

صحیح ماخذ

جب یہ معلوم ہو گیا تو قائلینِ قتل گستاخ کی صحیح دلیل اس کا زندیق کے

ساتھ الحاق ہے کیونکہ گستاخی اس کے خبث باطن پر دال ہے جیسا کہ گواہی سے ثابت ہو جائے یہ چھپ کر کفر کرتا ہے تو اس سے وہ زندیق ثابت ہو جاتا ہے

اس سے واضح ہو گیا قتل گستاخ اور زندیق کا ماخذ ایک ہے ہم نے پہلے تفصیل سے ذکر کیا اگر گستاخ کے صدق پر قرائن ہو تو توبہ مقبول ہو گی ورنہ اس میں تردد ہے، اصح یہی ہے توبہ مقبول، اسی طرح زندیق کا حکم ہے اگر ہم اس میں تشکیک کا شکار ہوں تو اختلاف ہو گا اگر چہ اصح قبول توبہ ہے اگر ہم نے کافی مدت اسے چیک کیا اور اس کے حسنِ اسلام پر قرائن ثابت ہو گئے تو بالیقین قتل کا اس سے ارتفاع ہو جائے گا جیسا کہ تالیف قلب والی جماعت نے اسلام کو کامل طور پر اپنا لیا اور خیار مسلمین میں شامل ہو گئے مثلاً حضرت حکیم بن حزام، سہیل بن عمرو اور، مالک بن عوف رضی اللہ عنھم حاصل یہ کہ گستاخ و زندیق پر اگر تشکیک کے قرائن یا اس کے خبث باطن کی تہمت ہو تو پھر حکم میں اختلاف ہے ہاں اقوٰی یہ ہے کہ ان کے اسلام کو قبول کر کے قتل کو ختم کر دیا جائے اور جب قرائن ان کے حسن اسلام پر شاہد ہوں تو پھر بالیقین اسلام مقبول اور قتل کا ارتفاع ہو جائے گا ایسے لوگوں کے قتل کا ہی حکم دیے رکھنا یہ ایسا جمود (غلط روش) ہے جس پر کوئی نص، ظاہر اور دلیل قوی نہیں

اخشی ان النبی علیہ السلام یکون مجھے ڈر ہے کہ روز قیامت ایسے قتل کے بارے میں کہیں

اول سائل عن دمه یوم القیامة سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ ہی نہ پوچھ لیں

اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہا امام مالک اور ان کے ساتھ شامل دیگر ائمہ مسلمین محل تہمت کے علاوہ قتل کا فتوٰی نہیں دیتے، امام مالک اور ان کے موافقین کے فتوٰی کا محل بھی یہی ہے

ہم کافی عرصہ قبول توبہ گستاخ میں متوقف رہے اور ذہن عدمِ توبہ کی طرف مائل رہا اس کی بنیاد جیسے پیچھے گزرا امام فارسی نے اس پر اجماع کیا ہے اور پھر اس پر جو علت بیان کی گئی تھی وہ حق آدمی تھا حتی کہ اس موقعہ پر ہم نے خوب دقت نظر وفکر سے کام لیا تو اب یہی سامنے آیا کہ توبہ مقبول ہے اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلطی ہے تو ہماری ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں لیکن ہمارے علم وفہم میں جو کچھ آیا ہم اس کے مطابق شریعت کے پابند ہیں

مصنف کی دعا

اے اللہ تجھے علم ہے یہ وہ موقف ہے جس تک ہمارے علم وفہم کی رسائی ہوئی اس میں ہم نے کسی قسم کا خوف سامنے نہیں رکھا اور نہ ہی کسی کی تقلید کی ہے فقط تیری شریعت اور تیرے نبی ﷺ کی سنت، اخلاق، مکارم، رحمت، شفقت، اور رأفت، کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نقطہ نظر اختیار کیا ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس سے ہی ہمیں دنیا وآخرت کی خیر نصیب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارا خاتمہ بلا تکلیف خیر وعافیت سے فرمائے اسی طرح ہمارے آباء امہات، اولاد اور اہل کا بھی

، وہی قریب اور سننے والا ہے

سوال۔ پیچھے تم نے حدیث ابوبکر کے تحت بیان کیا ہے حضور ﷺ کو اجازت ہے کہ وہ اذیت دینے والوں کو قتل کروا دیں بلکہ امام ابوداود نے امام احمد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو فرمایا سیدنا ابوبکر، رسول ﷺ کے حکم کے مطابق صرف ان تین کو قتل کروا سکتے تھے کفر بعد از ایمان، زنا بعد از احصان قتل نفس، بغیر نفس لیکن

النبی ﷺ کان له ان یقتل حضور ﷺ کو قتل کی اجازت ہے

(مسائل امام احمد، ۲۲۶)

اگر تو امام احمد کی مراد اذیت پہنچانے والے کا قتل ہے تو یہی ہم کہہ رہے ہیں اور اگر ان تین کے علاوہ اجازت ہے تو یہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ کسی بھی شخص کے قتل کا حکم دے سکتے ہیں اگر لوگ بظاہر نہ جانتے ہوں کہ فلاں شی کی وجہ سے اس کا خون حلال ہوا ہے اور لوگوں پر آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی حکم دیتے ہیں اور دونوں خصوصیات آپ ﷺ کے سوا کسی کو حاصل نہیں آپ ﷺ کے وصال کے بعد دوسری صورت کا در بند ہو گیا رہی اولین صورت جو آپ ﷺ کو اذیت پہنچائے اسے قتل کیا جائے اس کا در کھلا ہے آپ ﷺ کے حق کے حصول کے لئے حکمران آپ ﷺ کے قائم مقام ہیں

جواب۔ جس نے آپ ﷺ کو گستاخی کے ذریعے تکلیف پہنچائی جسے ہم کفر قرار دیتے ہیں بلاشبہ جب تک وہ اسلام نہ لائے اسے قتل کیا جائے گا لیکن اگر کسی جاہل اور بدوی نے پریشان کیا اور اس سے مقصود تنقیص نہ تھی اور اسے کفر ہی قرار نہ دیا گیا ہو اگر مسلمان ہونے کے باوجود اس کا جواز قتل ثابت ہو تو یہ آپ کے خصائص سے ہوگا تو اور یہ ممکن ہے لیکن ہم بالیقین جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسی حرکت پر ہرگز کسی مسلمان کو قتل نہیں کروایا، تو حدیث ابوبکر کو اذیت پہنچانے والے کلمات کفر پر محمول کیا جائے اور اکثر ایسے ہی تھے یا مفہوم یہ ہو کہ آپ ﷺ کو یہ حق حاصل تھا مگر آپ ﷺ نے اپنی شفقت اور چشم پوشی کی وجہ سے اسے اختیار نہ فرمایا لیکن آپ ﷺ کے بعد اس پر دو امور کی وجہ سے عمل نہیں کیا جاسکتا

۱۔آپ ﷺ کے طریقہ پر عمل کیا جانا چاہیے اس کی اقتدا کا تقاضا یہی ہے کہ قتل نہ کیا جائے

۲۔یہ جواز کی صورت تھی نہ کہ لزوم کی (ورنہ آپ ﷺ ترک نہ فرماتے) وہ جوازات اور خصوصیات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی قدر و منزلت کی خاطر عطا فرمائے بعد کے حکمران ان میں آپ ﷺ کے نائب نہیں

خاتمہ

اس مسئلہ پر اختتامی گفتگو میں ہم یہ ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ اگر چہ ہم نے یہی راہ اختیار کی ہے اگر گستاخ اسلام لے آیا اور اس کی صحت اسلام ثابت ہو گی تو توبہ مقبول اور قتل ساقط ہے لیکن یہ بالفرض، کہ اگر یہ صورت ہو اور یہ امر ممکن ہے، جس نے یہ راہ اختیار کر لی اور ظاہر و باطن کو عند اللہ صاف کر لیا یہ اس کا حکم ہے اور وہ آخرت میں نجات پائے گا لیکن ہمیں ایسی بے ادبی کرنے والے کے سوء خاتمہ کا خوف ضرور ہے (اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا خاتمہ اچھا کرے) کیونکہ بارگاہ نبوی ﷺ جو عظیم بارگاہ ہے یہ اس میں بے ادبی ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی غیرت شدید اور آپ ﷺ کی حمایت وحفاظت کا ذمہ حاصل ہے تو جو آپ ﷺ کی گستاخی کرے، عیب، نقص یا کوئی ایسی چیز کرے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے اسے ایمان و ہدایت کی توفیق نہیں دیتا اسی وجہ سے بہت سے قلعے اور حفاظت گاہیں (یعنی بادشاہوں کے محل) صرف اسی بے ادبی سے برباد ہو گئے، ایسے بہت سے لوگوں کے بارے میں ہم نے سنا اور دیکھا (اگر چہ وہ دنیاوی قتل سے بچ گے) لیکن ان کا خاتمہ بد ہوا اور یہ اپنے نبی کے حوالے سے غیرت الٰہی ہے کوئی نئی بات نہیں، جس نے بھی ایسا کیا ہم

نے دیکھا وہ زندگی اور موت کے تمام امور میں ذلیل ہوا، لہذا بچو خوب بچو، تمام احتیاطی کوششوں کو بروئے کار لاؤ اور اپنی زبان کو حضرات انبیاء علیہم اسلام کے بارے میں محفوظ کرو، ان کا ذکر تعظیم، اجلال، توقیر، اور صلاۃ وسلام کے ساتھ ہی کرو یہ ان کی تعظیم کا ایک ادنیٰ ذریعہ ہے، ہم نے جو اسلام کی وجہ سے حفاظت مسلمان کی بات کی ہے وہ بھی ان کے حکم حلال وحرام کی اتباع میں ہی کی ہے یہ بات دوسری کے منافی نہیں ہے

واللہ اعلم

مسئلہ ثانیہ

گستاخ سے توبہ کا مطالبہ

جو لوگ کہتے ہیں توبہ قبول نہیں بلاشبہ ان کا قول، توبہ کا مطالبہ نہیں ہوسکتا لیکن جو توبہ مانتے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ اس سے توبہ کا تقاضہ مانتے ہیں جیسے مرتد سے بلکہ یہ مرتدین کا فرد ہے، قاضی عیاض لکھتے ہیں

جب ہم کہتے ہیں کہ گستاخ سے توبہ کا تقاضہ درست ہے تو مرتد کی توبہ کی طرح یہاں بھی اختلاف ہے کیونکہ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں، اسلاف میں توبہ کے لزوم، کیفیت، اور مدت میں اختلاف ہے، جمہور کی رائے یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا تقاضا کیا جائے

شیخ ابن القصار نے تقاضا توبہ میں قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب پر اجماع صحابہ نقل کیا ہے اور اس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنھم کی بھی یہی رائے ہے، حضرت عطا ابن ابی رباح ، امام نخعی، ثوری، مالک اور ان کے تلامذہ ، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور اصحاب رائے کا بھی یہی قول ہے، حضرت طاؤس، عبید ابن عمیر (م ۷۴) اور ایک رویت کے مطابق امام حسن فرماتے ہیں کہ اس سے توبہ کا تقاضہ نہیں کیا جائے گا، حضرت عبد العزیز بن ابی مسلم (۱۶۴) کا یہی قول ہے اور اسے امام معاذ نے نقل کیا ہے، امام سحنون نے معاذ سے انکار کیا ہے، طحاوی نے امام ابو یوسف سے بھی ذکر کیا ہے، اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے اور کہتے ہیں اس کی توبہ عند اللہ نافع ہے مگر اس سے قتل کا ارتفاع نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے

من بدل دینه فاقتلوه — جس نے اپنا دین بدلا اسے قتل کیا جائے گا

حضرت عطاء سے منقول ہے جو اسلام پر پیدا ہوا (اور پھر گستاخی کی) اس سے توبہ کا

تقاضا نہیں کیا جائے گا

مدت توبہ

مذہب جمہور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مدت توبہ تین دن ہے ،امام شافعی کا ایک قول یہی ہے،امام مالک نے بھی اسے مستحسن قرار دیا اور فرمایا اسے موخر کرنے میں خیر ہی ہے، یہی امام احمد اور اسحاق کا قول ہے،امام مالک نے بھی فرمایا مرتد کے بارے میں میرا عمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر ہے اسے تین دن گرفتار کر کے ہر روز اسے توبہ کا کہا جائے اگر وہ توبہ کر لے تو فبھا ورنہ قتل کیا جائے ،ابن القصار کہتے ہیں تین دن موخر کرنے میں امام مالک سے دو روایات ہیں کہ یہ واجب ہے یا مستحب،اصحاب رائے نے تین دن کو مستحسن کہا ہے

(فتح القدیر،۵،۳۰۸)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے ایک عورت سے توبہ کا مطالبہ کیا اس کے انکار پر قتل کا حکم دیا،امام شافعی نے یہی کہا کہ ایک دفعہ ہی کافی ہے، مزنی نے اسے مستحسن کہا،امام زہری کہتے ہیں اسے تین دفعہ اسلام کا کہا جائے پھر انکار کرے تو قتل ،حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے دو ماہ دیئے جائیں،امام نخعی کا کہنا ہے توبہ کا مطالبہ جاری رکھا جائے ،امام نووی نے اسی قول کو لیا جب تک امید ہے توبہ کی دعوت دی جائے (المصنف،عبدالرزاق،۱۰،۶۶)

شیخ ابن قصار نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا تین دنوں میں تین دفعہ یا تین اجتماعات میں ہر روز یا جمعہ کے روز ایک دفعہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے ، کتاب محمد میں ابن القاسم سے ہے مرتد کو اسلام کی دعوت دی جائے انکار کی صورت میں قتل،

دوران مدت اس کے ساتھ طرز عمل

دوران مدت اس کے ساتھ سلوک میں اختلاف ہے، کیا گرفتاری کے دنوں میں اس پر سختی یا تہدید کی جائے گی یا نہیں؟

امام مالک فرماتے ہیں اسے خوف یا بھوکا پیاسا نہیں رکھا جا سکتا اور ایسا کھانا دیا جائے جو نقصان دہ نہ ہو

شیخ اصبغ کہتے ہیں اس پر اسلام پیش کرتے ہوئے قتل سے ڈرایا جائے کتاب ابوالحسن طابثی میں ہے ان دنوں وعظ کرتے ہوئے اسے جنت و دوزخ کا بتایا جائے اور جب تک رجوع نہ کرے اس سے توبہ کا تقاضا کیا جائے حضور ﷺ نے نبھان سے توبہ کا تقاضا کیا حالانکہ وہ چار یا پانچ مرتبہ مرتد ہوا

ابن وہب نے امام مالک سے نقل کیا اس سے دائماً توبہ کا تقاضا کیا جائے اور یہی قول امام شافعی اور احمد کا ہے، ابن قاسم نے بھی اسے اختیار کیا

امام اسحاق فرماتے ہیں اسے چوتھی دفعہ ارتداد میں قتل کر دیا جائے، اصحاب رائے کہتے ہیں اگر چوتھی دفعہ ارتداد کرے تو بغیر تقاضا توبہ قتل کر دیا جائے گا اگر توبہ کر لے تو سخت سزا دی جائے اور جیل سے خالص توبہ تک نہ نکالا جائے

امام ابن منذر کہتے ہیں اگر پہلی دفعہ مرتد توبہ کر لے تو کسی نے بھی تعزیری سزا کا نہیں کہا امام مالک، شافعی اور امام کوفی کا یہی مذہب ہے (الشفاء، ۲، ۲۵۸ تا ۲۶۱ باختصار)

انھوں نے حضرت عطاء سے جو نقل کیا کہ جو اسلام پر پیدا ہوا اس سے توبہ مطالبہ نہیں کیا جائے گا امام احمد سے یہی مروی ہے لیکن ان دونوں سے مشہور اس کے خلاف ہے اور دونوں اس پر متفق ہیں کہ وہ مشرک اور نو مسلم تھا تو پھر توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا

پھر قاضی نے جن سے عدم طلب توبہ کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اگر اس نے توبہ کر لی تو مقبول نہ ہوگی اور ہم نے بھی پہلے کہہ دیا تھا کہ بلاشبہ جو قبول توبہ کا انکار کرتے ہیں وہ توبہ کا تقاضا ہی نہیں کرتے گفتگو تو ان کے ہاں ہوگی جو توبہ مقبول مانتے ہیں توبہ مرتد کا مقبول نہ ماننا بعید ہے امام حسن وغیرہ سے جو منقول ہے شاید وہ زندیق کے بارے میں ہو کیونکہ حضور ﷺ کی سیرت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں سے معلوم ہے کہ مرتدین کی توبہ مقبول ہے، مسند احمد میں ہے

لا يقبل الله توبةعبد كفر بعد اسلامه (مسند احمد، ۵،۵)	اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا جس نے اسلام کے بعد کفر کیا

سنن ابن ماجہ میں ہے اللہ تعالیٰ اس مشرک کی توبہ قبول نہیں فرماتا جس نے اسلام کے بعد عملاً شرک کیا

حتى يفارق المشركين الى المسلمين	حتی کے وہ مشرکین سے جدا ہوکر مسلمانوں میں آجائے

(سنن ابن ماجہ، ۲۵۳۰۶)

دونوں احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک وہ مشرکین میں ہے حالانکہ وہاں سے نکل کر مسلمانوں کے پاس آنے پر وہ قادر تھا تو اس کا اسلام مقبول نہیں البتہ اس کے بعد مقبول ہوگا

قاضی عیاض کے کلام سے ہمارا مقصد یہ آشکار کرنا تھا کہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ مرتد اور گستاخ برابر ہیں، ہمارے اصحاب کا اطلاق بھی اسی کا مقتضی ہے کیونکہ انھوں نے گستاخی کو الفاظِ ارتداد میں شمار کیا ہے اس کے بعد مرتد سے توبہ کے مطالبے پر جزم کیا اور اختلاف کیا کہ یہ مطالبہ لازم ہے یا مستحب؟ دو اقوال ہیں

قول اول، توبہ کا مطالبہ لازم

یہی اصح ہے کہ مطالبہ لازم ہے قاضی طبری اور قاضی رویانی وغیرہ نے کہا مطالبہ لازم ہے کیونکہ وہ اسلام کی وجہ سے ہی محترم تھا، بعض اوقات شبہ ہوسکتا ہے تو اس کا ازالہ کر کے اسلام کی طرف لوٹانا لازم ہے امام رافعی کی علت بیان کرنے والی عبارت بھی اسی طرح ہے (فتح القدیر، ۱۱، ۱۱۶)

شیخ ابواسحاق کی النکت میں یہ عبارت ہے

لانہ لا یرتد الا لشبھة عرضت لہ فوجبت استتابتہ لازالة شبھة (النکت للشیرازی، ۳۰۹)	شبہ کی وجہ سے مرتد ہوا تو اب ازالہ شبہ کے بعد مطالبہ توبہ لازم ہوگا

اس قول کے دلائل

۱۔ اس قول کی دلیل بلکہ اس کی اقویٰ حجت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوموسیٰ کی طرف سے آدمی آیا، اس سے آپ نے لوگوں کے بارے میں پوچھا اور اس نے بتایا پھر پوچھا تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے؟ کہنے لگا ایک آدمی نے اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کیا، فرمایا تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ عرض کیا، اسے بلا کر اس کی گردن اڑا دی فرمایا تم نے کیوں نہ اسے تین دن گرفتار کر کے کھانا کھلایا اور اس سے توبہ کا تقاضا کیا شاید وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آتا

اللھم انی لم احضر ولم امرو لم ارض اذا بلغنی (الموطا، ۱۶) (کتاب الخراج لابی یوسف، ۱۸)	اے اللہ تو گواہ ہو جا میں نہ وہاں موجود تھا نہ میں نے حکم دیا اور نہ ہی میں اس اطلاع پر یہ خوش ہوا

اور پہلے تم پڑھ چکے ہو، شیخ ابن القصار مالکی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی

تصویب پر اجماع صحابہ نقل کر کے کہا اس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے

یستتاب المرتد ثلاثاً — مرتد سے تین دفعہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے

(المصنف لابن ابی شیبہ، ۶، ۵۸۴)

۳۔ امام دارقطنی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا احد کے دن ایک عورت مرتد ہوئی

فامر النبی ﷺ ان تستتاب فان تابت و الا قتلت — تو آپ ﷺ نے اس سے توبہ کے تقاضا کا حکم دیا اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے

(سنن دار قطنی، ۳: ۱۱۸)

اس کے سند میں محمد بن عبد الملک انصاری ہے، امام احمد نے اس کے بارے میں فرمایا یہ جھوٹا اور احادیث گھڑنے والا ہے

(المیزان، ۳، ۶۳۱)

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے، ام مروان نامی عورت مرتد ہوئی آپ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کرنے کا حکم دیا

فان رجعت و الا قتلت — اگر واپس آجائے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دی جائے

(ایضاً)

اس کی سند میں معمر بن بکار ہے بقول امام عقیلی اس کی حدیث میں وہم ہوتا ہے

(الضعفا، ۴، ۲۰۷)

۵۔ اسی صحابی سے اسی طرح کا واقعہ ایک اور عورت کا بھی منقول ہے (ایضاً)

لیکن اس کی سند میں عبداللہ بن اذینہ ہے جس پر ابن حبان نے جرح کی ہے

(المجروحین، ۲، ۱۸)

۶۔قول ثانی۔توبہ کا مطالبہ مستحب

امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے اور امام ابن ابی ہریرہ (م:۳۴۵) نے بھی اسی کو اختیار کیا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے

من بدل دينه فاقتلوه جس نے دین بدل لیا اسے قتل کر دیا جائے

اور یہاں کافر اصلی سے عناد کا ظہور رہوا ہے لہذا طلب توبہ لازم نہیں بلکہ مستحب ہے

جواب۔حدیث کے حوالہ سے عرض یہ ہے کہ یہ طلب توبہ سے مانع نہیں کیونکہ اقوال صحابہ اس پر شاہد ہیں

اور دوسری دلیل کے جواب میں شیخ ابو اسحاق وغیرہ نے کہا کافر اصلی حربی کا کفر، شبہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بخلاف مرتد، کے یہی وجہ ہے کہ اگر مرتد مہلت مانگے تو دی جائے اور اگر حربی مانگے تو نہ دی جائے مسئلہ مہلت میں دو اقوال ہیں

۱۔امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے اگر وہ مطالبہ کرلے تو اسے تین دن تک مہلت دینا لازم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس پر شاھد ہے

۲۔نہیں دی جائے گی، مختار یہی ہے جیسا کہ تین کے بعد مہلت مانگے

(الروضہ،۱:۷۲)

یہاں تاجیل سے مراد تین دن کی مدت ہے رہا اول اختلاف تو وہ اصل توبہ میں ہے تو خواہ لازم مانیں یا مستحب، مدت مہلت میں دو اقوال ہونگے

۱۔ارشاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بنا پر تین دن ہے اور یہی اصح ہے، امام مزنی نے اسی کو اختیار کیا

۲۔اس وقت توبہ کا تقاضا کیا جائے اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دیا جائے اور مہلت نہ دی جائے امام مالک اور امام احمد کا قول، قول اول ہے، امام ابوحنیفہ بھی یہی

کہتے ہیں جس پر کلام قاضی عیاض میں تصریح آ چکی ہے

دوران مہلت گرفتاری

بالا تفاق دوران مہلت اسے گرفتار ہی رکھا جائے گا اور اگر اسے توبہ سے یا وقت مہلت گزرنے سے پہلے قتل کروایا گیا تو کوئی شئی لازم نہ ہوگی نہ قصاص، نہ دیت اور نہ کفارہ

ہاں وجوب طلب توبہ کے قائلین کے ہاں قاتل گناہ گار ہوگا اگر طلب توبہ سے پہلے کسی اجنبی نے اسے زخمی کر دیا پھر اسلام لا کر فوت ہو گیا تو کوئی ضمان نہ ہوگی کیونکہ قطع مباح پر ضمانت نہیں ہوتی جیسے کہ قطع سارق، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے اگر وہ کہے میرے شبہات کے لئے مناظرہ کرو؟ غزالی کے نزدیک نہ کرنا اصح ہے (الوسیط ۲:۴۶۹)

لیکن ہمارے نزدیک مختار اس سے مناظرہ کرنا ہے بشرطیکہ اس کا مقصد طوالت و جھگڑا نہ ہو اگرچہ ہمارے اصحاب نے ایک صورت میں مناظرہ کی تصریح کی ہے

عدم طلب توبہ پر دلیل

کچھ نے کہا عدم طلب توبہ اس دلیل پر لازم نہیں کہ صحت کے ساتھ ثابت ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے وہاں بندھا ہوا آدمی دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے بتایا یہ یہودی تھا مسلمان ہو گیا پھر اپنے دین بد کی طرف لوٹ کر یہودی ہو گیا، فرمایا میں تو اسے قتل کیے بغیر نہیں بیٹھوں گا کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے، یہ بات انھوں نے تین دفعہ کہی تو قتل کا حکم دیا گیا

(البخاری، ۴۳۵۴)

لیکن سنن ابو دود میں بعض اسناد سے ہے کہ اس سے پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا تھا

(سنن ابو دود، ۴۳۵۵)

بعض میں ہے اس کی گردن اڑانے تک سواری سے نہ اترے اور انھوں نے توبہ کا تقاضا نہ کیا (ایضاً، ۴۳۵۷)

ایک اور روایت میں ہے امام ابو دود کہتے ہیں طلب توبہ کا ذکر ہی نہیں ہوا

(ایضاً ۴۳۵۶)

امام بیہقی نے تین دن تک طلب توبہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا اور لکھا، امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے پھر دوسرے قول میں کہا ،حضور ﷺ سے ثابت ہے خون تین سے حلال ہو جاتا ہے کفر بعد از ایمان الخ اور آپ نے تاخیر کا وقت معین نہیں فرمایا اور حضرت عمر والی روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں پھر اسے استحباب پر محمول کیا کیونکہ تین دن سے پہلے قتل کرنے والے پر وہ بھی کوئی شئی لازم نہیں کرتے

امام بیہقی کا یہ کلام بتا رہا ہے تین دن تک طلب توبہ کا لزوم امام کا قدیم قول ہے اور جدید مستحب کا ہے اور اسی وقت مطالبہ توبہ جسے (رافعی نے اصح کہا) سے خاموش ہے، یہ کلام بتا رہا ہے کہ تین دن تک جواز تاخیر قطعی ہے لیکن رافعی کی عبارت اس سے خاموش بلکہ وہ تو بتا رہی ہے کہ اصح یہ ہے کہ تاخیر جائز ہی نہیں کیونکہ انھوں نے کہا فی الفور توبہ طلب کی جائے اگر کر لے تو ٹھیک ورنہ مہلت دیئے بغیر اسے قتل کر دیا جائے

امام منذر فرماتے ہیں اس مسئلہ میں امام شافعی کے اقوال مختلف ہے، کتاب

المرتد میں کہا، اسے وہیں ہی قتل کردو، دوسری جگہ فرمایا، اسے تین دن تک گرفتار کر لو، شیخ مزنی نے قول اوّل کو پسند کیا، امام منذر ہی نے فرمایا اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مختلف اقوال مروی ہیں حضور ﷺ کے فرمان "من بدل دینہ فاقتلوہ" یہ عمل لازم ہے ہاں مطالبہ توبہ بہتر ہے ہاں اگر وہاں توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کردیا جائے گا

(الاشراف، ۳:۱۵۶)

امام بیہقی نے حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے وقت معین کے بغیر طلب توبہ نقل کیا ہے (السنن الکبریٰ، ۸:۲۰۶)

شیخ ابن الصباغ (م، ۴۷۷) نے لکھا امام شافعی نے فی الحال توبہ والے قول کی تائید کی ہے اور کہا اگر توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اسے قتل کردیا جائے، اس مسئلہ میں مذہب شافعی کا خلاصہ یہی ہے کہ تین دن تک طلب توبہ قطعاً جائز ہے کلام بیہقی سے یہی ثابت ہورہا ہے، کیا یہ لازم ہے یا مستحب، دو اقوال ہیں جدید صحیح دوسرا قول ہے جواز کی سند وجوباً یا استحباباً صحابہ کے فیصلے ہیں لہذا جواز قطعی ہے بخلاف تین کے بعد شاذ قول کے علاوہ کچھ وارد نہیں، باقی اس قول میں ایسی مدت تک تاخیر واجب ہوگی جس کی انتہا نہیں

طلب توبہ کے بغیر

کیا بالکل طلب توبہ کے بغیر اس کا قتل جائز یا فی الفور طلب توبہ ضروری ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں

۱۔ ایک جماعت کے ہاں اصح دوسرا ہے یعنی فی الحال طلب لازمی ہے

۲۔ ہمارے نزدیک اوّل مختار ہے کہ جائز ہے کیونکہ مذکورہ احادیث کی لزوم پر دلالت

کمزور ہے اور اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ثبوت میں اختلاف ہے اور بقیہ صحابہ کے فیصلے جواز پر دال ہیں نہ کہ لزوم پر، ہاں اس کے استحباب میں کوئی شبہ نہیں

جب ہم کافر اصلی جسے دعوت اسلام پہنچی اور وہ قتال کے بارے میں جانتا ہے کے بارے میں کہتے ہیں جائز ہے تو یہ بطریق اولیٰ اس کا مستحق ہے کیونکہ اس کا شبہ نہایت ہی ضعیف، وجود قتل کا علم کامل اور اس کا کفر سخت ہے

یہی وجہ ہے کہ اگر مرتدین اور اصلی کفار کے درمیان تعارض آجائے تو ہم پہلے قتال مرتدین پہلے کریں گے س پر امام شافعی اور اور ان کے تلامذہ کی تصریح ہے

(التہذیب للبغوی، ۷:۲۹۵)

شیخ ابوحامد نے اس پر اجماع نقل کیا

حکم گستاخ مرتد

یہ تمام مرتد غیر گستاخ سے طلب توبہ کا حکم تھا، رہا مرتد گستاخ تو پیچھے آپ نے پڑھا قاضی عیاض نے لکھا، گستاخ مرتد کا حکم بھی اسی مرتد کی طرح ہے، ہمارے اصحاب وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے، یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اس سے بطریق اولیٰ طلب توبہ نہ کی جائے کیونکہ اس کا کفر اس سے سخت اور فحش ہے اور اس بات میں کسی کو شبہ نہیں ،اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل، مقیس بن صبابہ، ابن ابی سرح اور دیگر مباح الدم ہونے والوں سے اس دن توبہ کا تقاضا نہیں فرمایا

سوال ،طلب توبہ تو گرفتار سے کیا جائے گا اور یہ لوگ تو دارالحرب میں بھاگ چکے تھے؟

جواب ، ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے اگر مرتدین جمع ہو تو ان کے خلاف جہاد کیا جائے اور قدرت کے بعد توبہ کا تقاضا کیا جائے ،ان پر فتح مکہ کے موقعہ پر قدرت حاصل ہوگئی تھی ،ابن ابی سرح کو باقاعدہ پیش کیا گیا تھا

لیکن صحیح جواب

لیکن صحیح جواب ان تین میں سے ایک ہے

۱،طلب توبہ مستحب ہے نہ کہ واجب، ان پر طویل مدت ہوگئی تھی اور ان کے رجوع کو بعید محسوس کیا جاتا تھا اور ترک مستحب کے لئے اسقدر ہی کافی ہے

۲، یہ محارب تھے جیسا کہ مقیس بن صبابہ قتل اور مال چوری کر کے دارالحرب بھاگ گیا تھا اسی طرح کا معاملہ ابن خطل کا ہے ہاں تمام کا معاملہ اس طرح کا نہیں ہے

۳، گستاخ سے اس کے فحش کفر کی وجہ سے طلب توبہ کی ہی نہیں جائے گی برابر ہے ہم یہ کہیں کہ اس نے جلدی توبہ کر لی تو اس کی توبہ درست یہ بات نہ کہیں کیونکہ یہ محلِ احتمال ہے

ہماری رائے یہ ہے کہ یہاں توبہ مقبول ہے وہاں طلب توبہ مستحب ہوگی تاکہ معاملہ واضح ہو جائے اور ہم کسی دھوکہ میں نہ رہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لی ہو اور ہم مسلمان کا قتل کر دیں، ہاں اسے قتل کا معلوم ہوا اور پھر اسلام کا اظہار نہ کرے تو معلوم ہو جائے گا یہ کفر پر ہی مصر ہے

بعض تابعین کی رائے

پہلے بعض تابعین سے آیا تھا کہ مرتد سے طلب توبہ نہیں اور نہ ہی اس کی توبہ مقبول، ہمیں ڈر لگتا ہے کہیں قبول توبہ سے منع کی روایت غلط ہی نہ ہو، ممکن ہے الفاظ یہ ہوں لا یستتاب (توبہ طلب نہیں کی جائے گی) اور راوی نے گمان کر لیا ہو کہ اس سے لازم آتا ہے کہ توبہ مقبول نہیں حالانکہ پیچھے تفصیل سے گزرا یہ بات لازم نہیں آتی ،صواب و یقینی بات مرتد کے بارے میں یہی ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے

بشرطیکہ وہ گستاخ اور زندیق نہ ہو، اس کے مخالف کسی سے یقینی بات ثابت نہیں البتہ ایک روایت امام احمد سے ہے

کہ اسلام پر پیدا ہونے والے اور دوسرے میں فرق ہے اور ان سے نقل کرنے والے اصحاب ان کے مذہب کو خوب جانتے ہیں

باب ثانی

ذمی گستاخ کا حکم

اس میں آٹھ فصول ہے

۱۔ قتل کے بارے میں علماء کی تصریحات
۲۔ نقض عہد عبارات علماء میں
۳۔ نقض وعدم نقض سے عدم قتل لازم نہیں
۴۔ حکم قتل پر دلائل
۵۔ کفر پر رہتے ہوئے توبہ صحیح نہیں
۶۔ صحیح اور ساقط قتل، توبہ مع اسلام ہی ہے
۷۔ اسے اسلام کی دعوت دی جائے گی یا نہیں؟
۸۔ کیا حاکم قتل ساقط کرسکتا ہے؟

فصل اوّل
حکم قتل اور اہل علم کی تصریحات

۱۔امام ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب گستاخ ذمی ہو تو امام مالک نے فرمایا یہود ونصاریٰ میں سے اگر کوئی نبی کی گستاخی کرے اور اسلام نہ لائے تو اسے قتل کیا جائے گا ،امام احمد نے بھی یہی فرمایا ہے،امام شافعی کہتے ہیں گستاخ ذمی کو قتل کیا جائے گا اور اس کا ذمہ ختم ،اور انھوں نے کعب بن اشرف کے واقعہ سے استدلال کیا،امام ابوحنیفہ نے کہا، گستاخ ذمی کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ پہلے ہی شرک اعظم پر ہے

(معالم السنن)

۲۔امام ابن منذر کہتے ہیں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ گستاخ نبی کی سزا قتل ہے،امام مالک،لیث ،احمد،اسحاق ان میں شامل ہیں،امام شافعی کا مذہب یہی ہے،امام نعمان سے منقول ہے کہ ذمی گستاخ کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ شرک اعظم پر ہے

(الاشراف علی مذاہب اہل العلم،۳:۱۲۰)

انہوں نے ہی لکھا ان کے دلائل میں واقعہ کعب بن اشرف بھی ہے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی،حضور ﷺ کی اجازت سے ایک جماعت نے اسے قتل کیا (ایضاً)

۳۔امام اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں اگر گستاخی کریں اور ان سے سن لی جائے یا ثابت ہو جائے تو انھیں قتل کر دیا جائے کچھ لوگوں نے خطا کی اور کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے بڑھ کر شرک پر ہیں،شیخ اسحاق نے کہا انھیں قتل کیا جائے گا کیونکہ اس سے عہد ختم ہو جاتا ہے

۴۔حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسی طرح فیصلہ کیا

۵۔امام احمد نے بھی لزوم قتل اور نقضِ عہد کی تصریح کی ہے
۶۔شیخ زمخشری (جو کہ حنفی ہیں) نے سورہ برأۃ کی تفسیر میں کہا، علماء کہتے ہیں ذمی دین اسلام پر اعلانیہ طعن کرے تو اس کا قتل جائز ہے کیونکہ عہد اس پر تھا کہ وہ طعن نہیں کرے گا جب اس نے طعن کر دیا تو عہد ٹوٹ گیا اور ذمہ ختم ہو گیا

(الکشاف،۲:۱۷۷)

۷۔قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں جب ذمی نے صراحۃً گستاخی یا طعن یا قدر ومنزلت میں تحقیر یا غلط طریقہ سے گفتگو کی تو کافر ہو جائے گا اگر اسلام نہ لائے تو ہمارے نزدیک اس کے قتل میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ہم نے اسے اس پر ذمہ اور عہد نہیں دے رکھا اکثر علماء کا یہی قول ہے البتہ امام ابوحنیفہ، ثوری اور ان کے اہل کوفہ موافقین کہتے ہیں اسے قتل نہ کیا جائے وہ پہلے ہی اس سے بڑھ کر شرک میں مبتلا ہے ہاں تعزیری سزا نافذ کی جائے
۸۔امام مالک نے کتاب ابن حبیب، مبسوط میں، ابن قاسم، ماجشون، ابن عبدالحکم اور اصبغ نے کہا اہل ذمہ میں سے کسی نے ہمارے نبی یا کسی نبی علیہ السلام کی گستاخی کی اگر وہ اسلام نہیں لاتا تو اسے قتل کیا جائے گا، ابن القاسم نے العتبیہ میں لکھا محمد اور ابن سحون کے ہاں بھی یہی ہے
۹۔کتاب محمد میں ہے ہمیں اصحاب مالک نے خبر دی ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ یا کسی دوسرے نبی کی گستاخی کی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کیا جائے گا اور توبہ کا تقاضا بھی نہیں کیا جائے گا
۱۰۔امام ابن وھب نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے نقل کیا ایک راہب نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی انھوں نے فرمایا تم اسے اڑا کیوں نہیں دیتے؟

(الشفاء،۲،۶۶۲ تا ۲۶۴)

۱۱۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ہمارے اصحاب کی عبارت کا ظاہر بتاتا ہے کہ ذمی سے جب ایسا کفر صادر ہو تو پھر اختلاف ہے

شیخ عیسیٰ (م ۲۱۲) نے ابن القاسم سے اس ذمی کے بارے میں نقل کیا جس نے کہا محمد ہماری طرف نہیں صرف تمہاری طرف مبعوث کیے گئے ہیں، ہمارے نبی تو موسیٰ اور عیسیٰ تھے یا اس طرح کی گفتگو کرے تو اس پر کوئی شئی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسی عقیدہ پر قائم رہنے دینے کی اجازت دی ہے اگر انھوں نے گستاخی کرتے ہوئے کہا یہ نبی نہیں یا انھیں رسول نہیں بنایا گیا یا ان پر قرآن نازل نہیں ہوا انھوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یا ایسی بات کی تو قتل کیے جائیں گے

۱۲۔ شیخ ابن القاسم نے کہا، کسی نصرانی نے کہا ہمارا دین تمہارے دین سے افضل ہے تمہارا دین تو گدھوں والا ہے یا اس طرح کا جملہ بد کہا یا اذان کے کلمات، اشھد ان محمد رسول الله سن کا بکا، اس طرح کا تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تو ایسی صورت میں سخت تعزیر اور طویل مدت قید کی سزا دی جائے لیکن جس نے گالی دی اسے قتل کیا جائے بشرطیکہ وہ اسلام نہ لائے، امام مالک نے متعدد دفعہ ایسا فرمایا اور طلب توبہ کی بات نہ کی، ابن القاسم کہتے ہیں میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ خوشی سے اسلام لائے

۱۳۔ شیخ ابن سحنون نے سوالات سلیمان بن سالم میں اس یہودی کے بارے میں کہا جس نے موذن سے کہا جب تو شہادت کہہ رہا تھا تو تو نے جھوٹ کہا اسے قید طویل کے ساتھ سخت سزا دی جائے

۱۴۔ النوادر میں امام سحنون سے ہے جس یہودی و نصرانی نے کسی نبی کو کفر کے علاوہ گالی

دی اگر اسلام نہ لائے تو قتل کر دیا جائے

۱۵۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں شیخ ابن سحون نے خود اور اپنے والد سے جو کچھ نقل کیا ہے قول ابن القاسم کے مخالف ہے کیونکہ انھوں نے کفر کی وجہ سے ان کی سزا میں تخفیف کی بات کی ہے لہذا اس میں تامل سے کام لیا جائے اور مدنی لوگوں سے جو کچھ مروی ہے یہ اس کے مخالف ہے

شیخ ابو مصعب زہری سے ہے میرے پاس نصرانی لایا گیا جس نے عیسیٰ کو محمد پر فضیلت دی اس کے بارے میں آرا مختلف تھی میں نے اسے شدید مارا کہ قتل کے قریب ہو گیا صرف ایک رات زندہ رہا، میں نے کہا اسے پاؤں سے گھسیٹ کر گندگی کے ڈھیر پر ڈال دو تو اسے کتوں نے نوچ کھایا

۱۶۔ نصرانی کے بارے میں سوال ہوا جس نے کہا تھا عیسیٰ نے محمد کو پیدا کیا فرمایا اسے قتل کیا جائے

۱۷۔ شیخ ابن القاسم کہتے ہیں ہم نے امام مالک سے پوچھا، مصر میں نصرانی نے کہا ہے محمد مسکین تمہیں جنت کی خبر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اس وقت جنت میں ہے وہ تو اپنے آپ کا نفع نہیں کرسکتا جبکہ کتے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اگر وہ اسے قتل کر دیں تو لوگوں کو آرام آجائے امام مالک نے فرمایا اس کی گردن اڑا دی جائے پھر فرمایا میں ایسے بد بخت کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اس وقت خاموشی جائز نہیں

۱۸۔ شیخ ابن کنانہ نے المبسوط میں لکھا جس یہودی و نصرانی نے آپ ﷺ کی گستاخی کی بادشاہ اسے آگ میں جلا دے اگر چاہے تو پہلے قتل کرے پھر آگ میں پھینک دے یا اس کے برعکس بھی کر لے،

امام مالک کی خدمت میں مصر سے اسی بارے میں فتویٰ پوچھا گیا اور آپ نے قتل کا حکم دیا، ابن کنانہ کہتے ہیں مجھے آپ نے فرمایا جواباً لکھو ایسے شخص کی گردن اڑا دی جائے، میں نے کہا اے ابوعبداللہ ساتھ لکھ دوں اسے آگ میں جلایا جائے، فرمایا بالکل درست، یہ بدبخت اسی کے لائق ہے تو میں نے آپ کے سامنے ہی لکھا نہ آپ نے انکار فرمایا اور نہ مخالفت، جواب چلا گیا اسی کے مطابق اسے قتل کر کے جلا دیا گیا

۱۹۔ شیخ عبیداللہ بن یحییٰ اور ابن لبابہ نے ہمارے اندلس کے علماء کے ساتھ اس نصرانی کے قتل کا فتوی دیا جس نے ربوبیت الٰہی و نبوت عیسیٰ کی نفی اور حضور کی تکذیب کی تھی

(الشفاء، ۲۶۲:۲۶۴)

یہاں تک قاضی عیاض نے مالکیوں رحمھم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ نقل کیے ہیں اور یہ قارئین کے لئے کافی ہے

حنابلہ کے فتاویٰ

۱۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں میں نے امام ابوعبداللہ کو فرماتے سنا جس نے نبی کی گستاخی یا تنقیص کی مسلمان تھا یا کافر اس کی سزا قتل ہے اور میرے نزدیک اسے قتل کیا جائے اور توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے میں نے ان سے یہ بھی سنا جس نے عہد توڑا اور اسلام میں ایسا کام کیا اس کی سزا قتل ہے اور ایسے لوگوں کو عہد اور ذمہ حاصل نہیں رہے گا

۲۔ شیخ ابوالصقر کہتے ہیں میں نے امام ابوعبداللہ سے ذمی گستاخ کی سزا پوچھی تو فرمایا اگر گواہی سے ثابت ہو جائے تو گستاخ کو قتل کیا جائے مسلمان ہو یا کافر ان دونوں کو شیخ خلال نے نقل کیا

(احکام اہل الملل ۷۲۴ تا ۷۲۹)

۳۔ شیخ ابو طالب (م،۲۴۴) کہتے ہیں امام احمد سے گستاخ کے بارے میں سوال ہوا فرمایا اسے قتل کیا جائے اور اس کا عہد ختم

۴۔ شیخ حرب نے امام احمد سے یہی سوال و جواب نقل کیا ہے (ایضاً)

۵۔ شیخ حلوانی حنبلی (م،۵۴۲) کہتے ہیں اللہ و رسول کا گستاخ اگر ذمی ہے تو اسے قتل نہ کرنے کا احتمال ہے

لیکن ان کا یہ احتمال غلط ہے یہ نقض عہد کی وجہ سے انھیں عارض ہوا ہے ہم عنقریب بیان کریں گے کہ قتل لازم ہے خواہ ہم نقض عہد کا قول کریں یا نہ کریں لہذا حلوانی کا قول بلاشبہ غلط ہے، امام احمد اور ان کے اوّل تا آخر تمام اصحاب کی تصریحات اس کے مخالف ہیں، حلوانی کے علاوہ کسی نے اس احتمال کا ذکر نہیں کیا، ہم نے تین مذاہب شوافع، مالکیہ اور حنابلہ میں سے کسی کا بھی اس کے خلاف قول نہیں دیکھا اور یہ خود بھی یہ قول نہیں کرتے محض انھیں احتمال نظر آیا، اگر وہ اس پر یقین کا اظہار کرتے تب بھی یہ قابل توجہ نہ تھا تو احتمال کی کیا حیثیت؟ ایسی چیز کو اختلافات میں ذکر کرنا ہی جائز نہیں نہ اقوال میں اور نہ ضعیف فکر شاذ میں چہ جائیکہ اسے معتبر قرار دیا جائے

شوافع کے فتاویٰ

۱۔ ہمارے اصحاب شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہلے امام شافعی، ابن منذر اور خطابی کی قتل کے بارے میں تصریح آئی ہے

۲۔ ہمارے اصحاب عراق کے شیخ امام ابو حامد اسفرائنی نے اسباب نقض و عدم نقض پر گفتگو کرنے کے بعد لکھا

جب اس نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا جس سے ذمہ ختم نہیں ہوتا تو اس پر اس

فعل کے مطابق سزا نافذ کریں گے اگر فعل، سبب قتل ہے مثلاً قتل، زنا، اور شادی شدہ تو قتل کریں گے اور اگر جلد کا موجب تھا مثلاً کنوارے کا زنا یا قذف تو کوڑے ہونگے اگر سبب تعزیر ہے مثلاً مسلمان کو دین سے ورغلاتا ہے تو تعزیر نافذ کریں گے کیونکہ اس نے احکامِ مسلمین کا التزام کر رکھا ہے ہاں ہم شراب پینے پر حد نہیں لگائیں گے کیونکہ ان کے ہاں مباح ہے اور شراب کو مباح سمجھ کر پیے اس پر حد نافذ نہیں ہوسکتی اگر اس نے اللہ تعالیٰ یا اس کی کتاب، دین یا حضور ﷺ کا ذکر غیر مناسب طریقہ وانداز میں کیا تو اب ذمہ ختم نہیں ہوگا البتہ ہم اس پر حد نافذ کریں گے جو قتل ہے کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ یا اس کے نبی کی گستاخی کی وہ قتل کا ہی مستحق ہے اگر اس نے ایسا فعل کیا جو نقض عہد کا سبب تھا تو نقض عہد کا حکم جاری کرتے ہوئے حدِ واجب نافذ کی جائے گی جیسا کہ پیچھے آیا اس لئے کہ اس نے احکامِ اسلام کا التزام کر رکھا تھا یہ تو حکم اسلام ہے پھر اگر نافذ حد قتل تھی تو پھر حد میں کلام نہیں اور اگر کوڑے یا تعزیر تھی تو امام شافعی فرماتے ہیں اسے اقرب دار الحرب میں بھیج دیا جائے

(الام، ۴: ۱۹۸)

دوسرے مقام پر فرمایا حاکم چاہے تو اسے قتل کر دے یا اسے غلام بنا لے تو اس مسئلہ میں دو اقوال ہیں

۱۔ اس کے وطن بجھوا دیا جائے کیونکہ دار الاسلام میں امان کے تحت آیا تھا اب اگر چہ عہد ختم ہوگیا اور ہمارے قبضہ میں ہے مگر ہم دھوکہ وغدر نہیں کریں گے بچے یا ذی وغیرہ کی امان سے آئے تو امان اگر چہ درست نہیں مگر ہم دھوکہ نہیں کریں گے کیونکہ یہ امان کے بعد خیانت کی طرح ہے

۲۔ قتل وغلام کا اختیار ہے کیونکہ امان عقد ذمہ کی وجہ سے تھی، جب عقد ختم تو امان ختم تو

وہ اب اس حربی کی طرح ہے جو چوری دارالاسلام میں آئے، بچے اور مجنون وغیرہ کی امان سے آنے والے کا حکم یہ نہیں کیونکہ اس نے زیادتی کوئی نہیں کی، جب ہم قتل وغلامی میں اختیار کی بات کرتے ہیں اگر وہ ان سے پہلے اسلام قبول کر لے تو اس کا خون محفوظ ہو جائے گا اور اب اسے غلام بھی نہیں بنایا جا سکتا اسیر کے مخالف ہے کیونکہ گرفتاری غلامی کا سبب ہیا گر غلام بن گیا اور بعد میں اسلام لایا تو اب وہ سابقہ غلامی میں وہ موثر نہیں ہوسکتا یہ کلام شیخ ابوحامد واضح رہا ہے کہ گستاخ کی حد قتل ہے اور وہ نافذ ہوگی خواہ نقض عہد مانیں یا نہ مانیں

۳۔امام محلی (م،۴۱۵) التجرید میں کہتے ہیں امام شافعی نے فرمایا، اہل ذمہ کے لئے شرط رکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کی کتاب، رسول اور دین کے بارے میں طعن نہیں کرے گے تو یہ جزیہ اور اجزاء احکام کی طرح عقد کے لئے ضروری ہے اگر اس شرط کا ذکر نہ کیا جاتا تو عہد درست ہی نہ ہوگا، ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہر چیز (عدم شرط) مسلمانوں کو نقصان پہچانے کے مترادف ہے تو اگر ان میں سے کسی نے اللہ عزوجل یا نبی علیہ السلام کی گستاخی کی تو قتل کی سزا دی جائے گی اس لئے نہیں کہ عہد ٹوٹ گیا بلکہ اس کی حد ہی قتل ہے آگے لکھتے ہیں جہاں ہم نے کہا ان کا عہد ختم نہیں ہوا وہاں لزوم حد کی صورت حدود کا نفاذ ہوگا اگر حد نہیں تو تعزیر تو جہاں عہد ختم ہوگا، وہاں امام شافعی نے فرمایا ہم انھیں ان کے وطن واپس کر دے گے، کتاب النکاح میں فرمایا انھیں غلام اور قتل بھی کیا جا سکتا ہے اگر واپس بھجیں تو حدود کے قیام کے بعد بھجیں گے اور اگر قتل قتل وغلام کا اختیار لیں قتل میں حدود کا قیام کر کے قتل کریں گے اگر غلام بنائیں تو پہلے حدود کا قیام کریں گے اگر وہ غلامی سے اسلام لے آئے ہیں تو انھوں نے اپنا مال اور

جان محفوظ کر لیے، اب قتل وغلامی ناجائز اور ان کا مال نہیں لیا جائے گا اور اگر وہ غلامی کے اسلام لے آئے تو وہ (عدم غلامی میں) موثر نہ ہوگا اس گفتگو میں شیخ ابو حامد سے کافی اضافہ ہے اس لئے کہ ہم شیخ ابو حامد کی گفتگو ان کی تعلیق سے لی ہے جسے ان سے نقل کیا ہے اور میرے ہاں شیخ سلیم کے ہاتھ کی تحریر ہے اور تجرید محلی کی گفتگو ہم نے التعلقۃ الکبری سے نقل کی ہے اسی وجہ سے میں وہ اضافہ ہے جو ساتھ تحریر میں نہیں شیخ محلی کا خلاصہ یہ ہے جب ذمی گستاخی کرے تو اسے بلاشبہ قتل کیا جائے گا کیا یہ قتل فقط حد کی وجہ سے ہوگا اور اس میں نقض عہد اور عدم نقض کا اعتبار نہ ہوگا ان کا کلام بتا رہا ہے کہ ان صورتوں میں فرق ہوگا اور یہی صحیح ہے جیسا کہ انشاء اللہ آرہا ہے پھر انھوں نے یہ تصریح کر دی ہے جب ان کی واپسی کی بات کرتے ہیں تو حدود کے قیام کے بعد ایسا ہوگا، اور حدود میں سے حد گستاخی بھی ہے اور وہ قتل ہے لہذا گستاخ قتل ہی ہونگے

۴۔ شیخ سلیم رازی نے المجرد میں لکھا اگر ان میں سے کسی ایک نے اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، دین اور اس کے رسول محمد ﷺ کا تذکرہ نامناسب طریقہ سے کیا عقد میں اعلانیہ اس کا ذکر کرنا لازم قرار دیا جائے بعض کہتے ہیں یہ مسلمان کے اپنے مال ونفس میں ضرر کے قائم مقام ہے لہذا اس کا شرط ہونا عقد میں ضروری نہیں، اگر انھوں نے کسی شئی کا ارتکاب کیا اور اگر عہد میں شرط نہیں تھی تو کہا عہد ختم ہو جائے گا؟ اس میں دو صورتیں ہیں

۱۔ ہر وہ کام جس میں فعل کے ساتھ ذمہ ختم نہ ہوگا اگر وہ فعل قتل کا موجب ہے مثلاً اس نے اللہ تعالیٰ، رسول، قرآن اور دین کا غیر مناسب طریقہ سے ذکر کیا یا اس نے کسی کو قتل کر دیا یا شادی شدہ تھا زنا کیا تو اسے قتل کیا جائے گا

۲۔ ہر وہ محل جہاں فعل سے عہد ختم ہو جائے گا وہاں اس پر واجب حد قائم کی جائے گی

۵۔ شیخ نصر بن ابراہیم بن نصر مقدسی (م،۴۹۰) نے کتاب المقصود میں فرمایا اگر ان میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، دین اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر غیر مناسب طریقہ سے کیا تو جن ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ عہد میں شرط اعلانیہ آنی چاہیے ان کے ہاں مخالفت سے عہد ختم ہو جائے گا کیونکہ یہ بعض مسلمانوں کو ضرر دینے سے زیادہ نقصان دہ ہے لہذا ہمیں اس میں شدت اختیار کرنی چاہیے، بعض نے کہا عہد ختم نہ ہوگا، ہر وہ جگہ جہاں ان کے فعل سے ذمہ ختم نہیں ہوتا اگر اس کا فعل قتل کا موجب ہے مثلاً اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، دین، رسول کا نامناسب تذکرہ، یا شادی شدہ نے زنا کیا تو اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اگر کوئی مسلمان ایسا کرے تو اس کی سزا قتل ہے تو ذمی کو یہ سزا بطریق اولیٰ ہوگی پھر لکھا ہر وہ مقام جہاں اس کے فعل سے عہد ٹوٹ جائے گا تو اس پر سابقہ کے مطابق حد کا قیام ہوگا، اگر واجب غیر قتل تھا تو اس میں دو اقوال ہے

۱۔ اسے دار الحرب بھیج دیا جائے اور وہ ہمارے مقابل ہوگا

۲۔ عدالت اس کے قتل یا غلام میں اختیار رکھتی ہے

المقصود میں یہ ہیا ور الکافی میں اس پر جزم ہے کہ عقد میں اس کا ذکر شرط ہے اور اس کی مخالفت سے عقد ختم

۶۔ شیخ ابن رفعہ کے مطابق امام البغد انجی نے فرمایا جب ہم کہتے ہیں کہ اس سے عہد ختم نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول کتاب اورت دین کا نامناسب طریقہ سے ذکر پر ہم قتل کی سزا دیں گے کیونکہ یہ تمام موجب قتل ہیں

۷۔ قاضی ابوالطیب (م،۴۵۰) نے تعلیقہ میں کہا، اہل کتاب کے ذمہ میں شرائط کی یہ

اقسام ہیں

۱۔ایسی قسم جس کا ترک جائز نہیں،ضمان ادا جزیہ،احکام اسلامی کے اجرا کا التزام،ان دونوں کا تذکرہ عقد جزیہ میں لازم ہے اگر ان کا ذکر نہیں ہوتا تو عقد صحیح نہیں

۲۔ایسی قسم شرط کا ترک جائز ہے البتہ اس کا فعک نقض عہد ہوگا وہ ہے ان کا اہل حرب کے ساتھ یا تنہا مسلمانوں کے ساتھ قتال کرنا اگر وہ ایسا کریں تو عہد ٹوٹ جائے گا خواہ عہد تر قتال شرط تھا یا نہیں؟

۳۔ایسی قسم میں جس میں مسلمانوں کا ضرر ہو اور وہ چھ اشیاء ہیں

۱۔مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنا

۲۔اس کے ساتھ نکاح نہ کرنا

۳۔کسی مسلمان مرد وعورت کو دین سے نہ پھسلانا

۴۔کسی مسلمان عورت ومرد کی رہزنی نہ کرنا

۵۔کسی مشرک کو نیا نہ دینا

۶۔کسی مسلمان کے خلاف اشارۃً تعاون بھی نہ کرنا،

ہمارے اصحاب کے ہاں ایک اور ہے

۷۔کسی مسلمان مرد وعورت کو قتل نہ کرنا

اگر یہ عقد میں شرط نہ تھیں اور ان کا ارتکاب کیا تو عہد میں نقض نہ ہوگا اور اگر شرط تھیں تو دو صورتیں ہیں

۱۔یہ ناقض نہیں ۲۔نقض ہو جائے گا کیونکہ منقول ہے ایک نصرانی نے مسلمان خاتون کو زنا پر مجبور کیا،مقدمہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں گیا فرمایا اس نے

ہم سے اس پر صلح نہیں کی تھی اور اس کی گردن اڑادی

(کتاب الخراج لالی یوسف، ۱۷۸)

اس سے معلوم ہو رہا ہے ایسا فعل ناقض ہے اور یہ ایسی بات بھی ہے جس میں مسلمانوں کا ضرر ہے، ان کے لئے اس کا ترک، عقد میں شرط ہے تو اس فعل سے عہد کا نقض ہوگا ،اور قتال تو ضرر کی اصل ہے اور پھر ایسے جرم کی سزا انھیں دی جائے گی اگر عہد میں شرط نہیں تھی تو اس فعل کی تاثیر ہے اور تاثیر نقض عہد ہی ہے

۴۔ایسی قسم جس میں دین پر طعن ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، کتاب اور دین کا غیر مناسب انداز میں تذکرہ، یہ چار اشیاء ہیں ہمارے اصحاب کا ان میں اختلاف ہے اکثریت کی رائے میں یہ المنزل سائب ہیں اور اگر یہ شرط نہ تھیں تو عہد کا نقض نہ ہوگا اور اگر شرط تھیں تو دو صورتیں ہیں، ہمارے اصحاب میں جنھوں (شیخ ابو اسحاق) نے کہا عقد میں ان کا ذکر شرط ہے، لہذا ترک شرط سے عقد فاسد ہو جائے گا،

امام ابو بکر فارسی نے فرمایا جس نے حضور ﷺ کی گستاخی کی، اسے بطور حد قتل کیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل اور دونوں لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا اور انھیں امان نہ دی اور انھوں نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صغرون یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں مغلوب ہو کر (التوبہ، ۲۹)

۵۔ایسی قسم جس سے دارالاسلام میں برائی کا غلبہ ہو، یہ چھ اشیاء ہیں

۱۔ دارالاسلام میں نیا معبد اور گرجا کی تعمیر

۲۔ اپنی کتب کی بلند آواز سے تلاوت

۳۔ گھنٹیاں بجانا

۴۔ مسلمانوں سے بلند یا برابر مکان بنانا

۵۔ لباس میں مساوات

۶۔ شراب وخنزیر کا اعلانیہ استعمال

ان پر ان تمام سے بچنا لازم ہے خواہ عقد میں شرط لگائی گئی تھی یا نہیں، جس نے مخالفت کرتے ہوئے کوئی فعل کیا اس کا عہد ختم نہ ہوگا، اس کی علت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس میں مسلمانوں کو ضرر نہیں، بعض نے کہا یہ ان کے دین کا اظہار ہے، جس جگہ عہد نہیں ٹوٹے گا ذمہ قائم رہے گا

لیکن ان سے ارتکاب جرم پر حقوق کا حصول لازم ہوگا مثلاً موجب قتل کام کیا تو قتل، اگر موجب قطع کیا تو قطع اگر موجب جلد یا تعزیر کیا تو اس کے مطابق سزا دی جائے گی

اور جس جگہ عہد ٹوٹ گیا وہاں بھی حقوق کا حصول ہوگا کیونکہ انھوں نے التزام کر رکھا ہے، جب ان سے حقوق کا حصول کر لیا گیا تو اس کے بعد امام شافعی کے اقوال مختلف ہیں،

جزیہ میں فرمایا اسے دارالحرب بھیج دیا جائے، نکاح میں فرمایا سربراہ کو اختیار ہے چاہے غلام بنائے یا قتل کیونکہ حربی ہے اس کے لئے امان نہیں

اوّل قول لینے والوں نے کہا اسے دارالاسلام میں امان حاصل تھی لہذا جب

تک واپس نہیں جاتا اس کا قتل یا غلامی جائز نہیں جیسے کہ وہ کسی بچے کی امان سے آیا ہو

اگر ہم کہیں اس کا واپس کرنا لازم نہیں تو اس کی دلیل حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے نصرانی کی گردن اڑا دی اور پھر اس نے اپنے عمل سے نقض عہد کر دیا،

یہ تمام گفتگو اہل ذمہ میں ہے ہم نے قاضی ابوطیب کی تفصیلی گفتگو نقل کی ہے کیونکہ ہم اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں

عبارت میں مقصودی مقام

اس عبارت میں مقصودی مقام، ان کا امام ابوبکر فارسی کا رد ہے

یہ ان کا رد، دعوی قتل پر ہے یا قتل کے حد یا دعوی اجماع یا ان میں سے کسی کا رد نہیں بلکہ نقض عہد کا رد ہے

ممکن ہے لفظ 'یقتل' سے قاضی نے سمجھا ہو کہ ان کی اس سے مراد نقض عہد ہے اگر مراد نقض عہد ہے تو اس کا تعلق ہمارے زیر بحث مسئلہ کے ساتھ نہیں اور نقض عہد میں اختلاف موجود ہے اور اس میں ترجیح پر گفتگو آ رہی ہے، ابن خطل اور دو لونڈیوں کا واقعہ اس پر دال ہے یا نہیں ہمیں نقصان دہ نہیں، قاضی ابوطیب کی مراد کی طرف اس سے رہنمائی ملتی ہے کہ انھوں نے اسے نقض عہد میں ذکر کیا ہے

سوال۔ یہاں یہ سوال وارد ہوگا کہ یہ اور قول ابواسحاق ایک ہی ہے؟

جواب۔ شیخ ابواسحاق کے قول کا تعلق، اللہ تعالیٰ، کتاب، دین اور اس کے رسول کے تذکرہ سے ہے اور اس کا فقط رسول سے ہے اور دعوی اجماع میں یہ الگ ہے تو دونوں کے درمیان فرق ہے اگر یہ مراد لینا درست ہے تو پھر قتل کے بارے میں

اختلاف باقی نہیں رہے گا

اگر چوتھی صورت مراد نہیں

اگر چوتھی صورت مراد نہیں ، اب اگر دوسری یا تیسری ہے تو اس سے قتل میں اختلاف مذہب لازم نہیں آتا کیونکہ یہ کہنا جائز ہے کہ اسے نقض عہد پر کافر ہونے یا بطور حد قتل کیا جائے گا لیکن اس میں اجماع نہیں ، امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف موجود ہے

اگر مراد پہلی صورت ہے تو پھر قاضی کے ساتھ کلام رد اور دلیل پر ہے کہ دلیل سے مقصود حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ہم قول بالموجب کرتے ہوئے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عطاء جزیہ میں صغارت رکھی ہے اور گستاخی رسول میں صغارت کہاں؟ صغار کا معنی ، ان پر احکام اسلام کا اجرا اور ان کا انھیں ماننا ہے اور بلا شبہ گستاخ کا حال یہ نہیں یا اس کا معنی ذلت ہے حالانکہ گستاخ اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھتا ہے نہ کہ ذلیل باقی رد کا معاملہ ہے جب دلیل کا نتیجہ نہیں تو اس کا اعتبار ہی نہیں اور قاضی نے یہ تصریح نہیں کی کہ اسے قتل نہ کیا جائے یہاں تک کے اس کے لئے مذہب میں وجہ ثابت ہو

پھر شیخ ابو بکر فارسی نے اجماع نقل کیا ، نقل اجماع کی تردید نقل خلاف سے ہوتی ہے نہ کہ ایسی دلیل سے جس کی صحت میں تنازعہ ہو اور اجماع خود کافی دلیل ہے اور احاد کے ذریعے منقول اجماع حجت ہوتا ہے ، رہا امام ابو حنیفہ کا اختلاف تو شیخ فارسی نے یہ عذر پیش کیے ہیں

۱۔ مراد اجماع صحابہ اور تابعین ہے

۲۔ مراد یہ ہے کہ گستاخ مسلمان ہو

لیکن اس صورت میں ہمارے مسئلہ سے خارج ہوگا

۳۔ وہ فی الجملہ قتل کا جواز مانتے ہیں، امام ابوحنیفہ اگر چہ کہتے ہیں کہ اس سے عہد ذمہ نہ ختم ہوگا اور نہ اسے قتل کیا جائے گا ہاں ان کا مذہب یہ منقول ہے کہ فحشی جرم پر تعزیراً اسے قتل کیا جائے

اگر ہم تسلیم کرلیں کہ امام ابوحنیفہ ان کے دعویٰ سے خارج ہیں تو کم از کم ان کے کلام سے شوافع کا اجماع ثابت ہے اور یہ مذہب شافعی سے خوب آگاہ ہیں

تو اب نقلی اور تنازع سے سالم دلیل کے بغیر اس کی مخالفت کیسے درست ہوگی؟ اور انھوں نے بقول جماعت قاضی ابوطیب کی اتباع کی ہے، اس جماعت میں ان کے شاگرد ابن الصباغ بھی ہے انھوں نے یہی قول کرتے ہوئے کہا ہمارے اکثر اصحاب کی رائے میں سات چیزیں ہیں،

شیخ ابواسحاق نے انھیں شرط قرار دیتے ہوئے کہا اگر انھیں عقد میں ترک میں کردیا تو عقد نافذ ہوگا

شیخ ابوبکر فارسی سے منقول ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی وہ بطور حد قتل ہوگا کیونکہ آپ ﷺ نے ابن خطل اور دو لونڈیوں کو امان نہیں دی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ مشرک تھے لہذا ان کے لئے امان نہ تھی

تین وجوہ سے درست نہیں

مگر ابن الصباغ کا یہ قول تین وجوہ سے درست نہیں

۱۔ حضور ﷺ نے اس دن ان تمام لوگوں کو امان دی جیسا کہ امام دارقطنی نے نقل کیا

(سنن دارقطنی، ۴: ۵۹)

ماسوائے ان لوگوں کے جن کا خون مباح قرار دیدیا تھا تو یہ کہنا کہ مشرکین کے لئے

امان نہیں، درست نہیں

۲۔۳۔ابن خطل مسلمان تھا پھر مرتد ہوا، دونوں لونڈیاں کفر اصلی کی وجہ سے قتل نہیں کی گئیں کیونکہ اگر عورتیں جنگ نہ کریں تو بالاتفاق ان کا قتل درست نہیں

تو اب دونوں کا قتل فقط گستاخی کی وجہ سے ہوا یا کفر اصلی کے ساتھ گستاخی کے اتصال سے اور ابن خطل کا قتل گستاخی اور ارتداد کی وجہ سے ہوا

اس جماعت میں شیخ ابو اسحاق ہیں انھوں نے مھذب میں کہا، اس کا حکم اس شخص کی طرح ہے جو جزیہ، احکام اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا التزام نہ کرے ہمارے اصحاب کہتے ہیں اس کا حکم مسلمانوں کو ضرر دینے والوں کی طرح کا ہے اور وہ سات اشیاء ہیں، ہمارے اصحاب میں بعض کہتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی اس کا قتل لازم ہے کیونکہ منقول ہے ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے کہا میں نے راہب کو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتے سنا ہے فرمایا اگر میں سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا ہم نے کسی کو اس پر امان نہیں دی ہوتی

(المھذب للشیرازی، ۳۳۸:۵)

امام بغوی نے التھذیب میں المھذب کی طرح کی عبارت لکھی ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے اسے بطور حد قتل کیا جائے گا (المھذب، ۵۰۶:۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما کے قول سے ان کے استدلال کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ وہ یہ فرماتے کہ اسے نقض عہد کے کفر کی بنا پر قتل کیا جائے کیونکہ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم نے اسے اس پر امان نہیں دے رکھی حالانکہ صاحب مذکور سے نقل یہ ہے کہ اسے بطور حد قتل کیا جائے گا۔المھذب اور التھذیب میں، ہمارے بعض اصحاب، سے مراد امام ابو بکر فارسی ہیں جیسا کہ تعلیقہ قاضی ابو طیب اور الشامل کی عبارت نشاندہی کر رہی ہے

سابقہ گفتگو اس پر تنبیہ ہے کہ اس کے خلاف ثبوت میں توقف بلکہ جزم ہے قتل پر ڈٹنے والوں کے کلام میں کوئی تعارض نہیں

صاحب البیان امام یحییٰ یمانی (م،۵۵۸) لکھتے ہیں شیخ ابو بکر فارسی نے فرمایا، ہمارے اصحاب میں سے کچھ نے کہا، جس نے کسی رسول کی گستاخی کی اس کا قتل بطور حد لازم ہے کیونکہ اس کا معاہدہ ختم،

شیخ ابو حامد نے التعلیق میں اس کے علاوہ کا تذکرہ نہیں کیا اس لئے کہ حضور ﷺ نے ابن خطل اور مقیس کو امان نہیں دی کیونکہ ان دونوں نے گستاخی کی تھی پھر اثر حضرت عمر کو نقل کر کے کہا اول اصح ہے اس لئے کہ یہ دونوں مشرک تھے اور ان کے لئے پہلے ہی امان نہ تھی

یہ دونوں پہلے مسلمان تھے

ہم کہتے ہیں ابن خطل اور مقیس پہلے مسلمان تھے پھر مرتد ہوئے، مباح الدم کے علاوہ تمام مشرکوں کو اس وقت امان ملی، اگر قتل فقط شرک کی وجہ سے تھا پھر تو دوسرے مشرکین کیوں قتل نہ کیے گئے اور اگر گستاخی مع شرک کی وجہ سے ہے جس پر پہلے امان نہ تھی تو یہ تقاضا کرے گا حربی گستاخ کو قتل کیا جائے تو ذمی بطریق اولیٰ قتل ہوگا کیونکہ اس نے احکامِ اسلام کا التزام کر رکھا ہے

صاحب البیان کا قول بتا رہا ہے کہ شیخ فارسی ناقل ہیں نہ کہ قائل اور یہ مشہور کے مخالف ہے، ان کی علت کہ اس سے عہد ٹوٹ گیا لفظ حد کے کچھ مخالف ہے

ان کا کہنا شیخ ابو حامد نے التعلیق میں اس کا غیر ذکر نہیں کیا درست نہیں کیونکہ پہلے آیا انھوں نے کہا اسے قتل کیا جائے خواہ ہم نقض عہد کا قول کریں یا نہ کریں تو صاحب البیان کی مراد لزوم قتل ہے اور یہی صحیح ہے، صاحب البیان نے

لکھا کہ اول قول پر قتل نہیں کیا جائے گا اور یہی اصح ہے ،اس فہم میں وہ معذور ہیں کیونکہ کلام المھذب سے انھیں یہ وہم ہوا حالانکہ کسی سے بھی کوئی نقل ذکر کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی ان کے پاس اس پر صحیح دلیل ہے اس سے بھی فحش اور بدتر یعقوب بن عبد الرحمٰن بن عبداللہ بن ابی عصرون (م،٦٦٥) کی اسی فہم کی بنا پر مسائل علی المھذب، میں تصریح ہے اگر کسی نے اللہ تعالیٰ ،قرآن مجید، رسول اور دین کا تذکرہ غیر مناسب کیا اور عقد میں اس سے اجتناب شرط نہ تھا تو عہد نہیں ٹوٹے گا اور اسے تعزیری سزا دی جائے گی اور حضرت ابن عمر کے قول کا محل یہی صورت ہے جس میں یہ شرط تھا

یہ مصنفین کی بدترین تصریحات میں سے ہے، ہر صاحب تصنیف پر لازم ہے کہ وہ لفظ محتمل کے تقاضا و معنی کی اس وقت تک تصریح نہ کرے جب تک اس کی اصل اور صحت کا یقین نہ ہو جائے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ امانت کی ادائیگی کرنے والا نہیں اور نہ ہی وہ مخلوق کی رہنمائی کے قابل ہوگا

تو ان فھوم کی اصل قاضی ابوطیب کی فارسی کے ساتھ بحث ہے اور ہم نے بیان کر دیا اس پر نہ نقل تصریح ہے اور نہ دلیل صحیح ،

شیخ یعقوب بن ابی عصرون تو اس مقام کے نہیں اگر یہ بات ان کے بڑے پر مخفی ہے تو ان پر بطریق اولیٰ ہوسکتی ہے

امام رافعی کی گفتگو

امام رافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقض عہد میں نقلِ اختلاف ، کے بعد لکھا ،الشامل وغیرہ میں ہے ،شیخ ابوبکر فارسی نے فرمایا جس ذمی نے حضور ﷺ کی گستاخی کی اسے حداً قتل کیا جائیگا کیونکہ آپ ﷺ نے ابن خطل اور دو لونڈیوں کو

قتل کروایا اور انھیں امان نہ دی۔ اس قول کو اہل علم نے کمزور قرار دیتے ہوئے کہا یہ تو مشرک تھے اس لئے ان کے لئے امان نہیں (فتح العزیز، ۱۱، ۵۴۹)

ہم نے پہلے اس کمزوری کو کمزور ثابت کیا تھا کہ امام رافعی نے ادائیگی نقل میں امانت سے کام لیا ہے انھوں نے اور دیگر لوگوں نے اسے نقض عہد کے تحت ذکر کیا ہے گویا بتانا چاہتے ہیں کہ یہ مشرک تھے اور ان کا کوئی عہد نہ تھا ان میں سے کچھ کے حق میں یہ صحیح ہے مثلاً دونوں لونڈیوں اور حویرث بن نقید لیکن ہم واضح کردیں اگر حربی اور عورت جن کے لئے امان نہیں گستاخی کی وجہ سے ان کا قتل جائز ہے تو ذمی کا بطریق اولیٰ جائز ہوگا

شیخ رویانی کی گفتگو

شیخ رویانی نے بحر المذھب میں لکھا، شیخ ابوبکر فارسی کہتے ہیں امت کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گستاخ کی حد قتل ہے بخلاف دوسروں کے وہاں قذف پر اسی کوڑے ہیں

ہمارے اصحاب نے اس کا معنی یہ کیا کہ رسول پر قذف سے کافر ہو جائے گا اور اسے ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، قتل مرتد حد ہے جو اسلام سے ساقط ہو جاتی ہے ہاں اگر وہ اسلام لے آیا تو حد قذف اسی کوڑے باقی رہے گی،

اور بعض نے کہا ان کی مراد بطور حد قتل ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ابن خطل کے قتل کا حکم فرمایا لیکن یہ استدلال درست نہیں اس لئے کہ وہ مشرک تھا جس کے لئے امان ہی نہیں اس لئے اسے قتل کروا دیا گیا بخلاف زیر بحث مسئلہ میں یہاں امان ہے

ہم کہتے ہیں امام فارسی کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دیگر مشرکین کو امان دی اور اسے قتل کروا دیا تو اس مقام پر شرک کا کوئی اثر نہیں اور امان نہ دینے کی علت گستاخی تھی

اور وہ ذمی میں موجود ہے جب ان کا مقتضیٰ کلام یہ مان لیا گیا کہ گستاخی ایسے مشرک میں علت ہے جس کے لئے امان نہیں تو جس نے احکامِ اسلام کا التزام کر رکھا ہے وہاں یہ بطریق اولیٰ علت بنے گی،

ہم نے اہل عراق کا کلام خوب تفصیل سے نقل کر دیا اسی طرح رویانی نے ان کا طریق اپنایا، ساتھ ان کا ذکر کر دیا اسی طرح امام بغوی کیونکہ انھوں نے اس معاملہ میں قاضی ابوطیب کی اتباع کی تھی

رہی مزاورت تو قاضی حسین لکھتے ہیں اگر اس نے کتاب اللہ تعالیٰ کا بطریق بد ذکر کیا مثلاً یہ اللہ کی طرف سے نہیں یا یہ معجزہ نہیں اگر عقد میں شرط نہیں تھی تو یہ ناقض نہ ہوگا اور اگر شرط تھا تو ناقض ہوگا اگر حضور ﷺ کا ذکر اسی طریقہ سے کیا بشرطیکہ وہ اعتقاد نہ رکھتا ہو مثلاً زنا کی طرف نسبت یا نسب پر طعن کیا تو ناقض ہوگا خواہ عقد میں شرط تھا یا نہیں اور اگر اعتقاد رکھتا ہے مثلاً کذب کی نسبت کی یا ناحق قتل یہود کی نسبت کی تو قسم ثانی کا حکم ہے، پھر لکھا

جب ہم ان مقامات پر نقض عہد کہتے ہیں تو اگر اس نے موجب حد عمل کا ارتکاب کیا تو اس پر ہم حد نافذ کریں گے اس کے بعد اسے قتل یا غلام یا دارالحرب واپس کر دیں اور جب ہم نقض کہتے ہیں تو حد قائم کرتے ہیں

ان کے شاگرد بغوی نے التھذیب میں نقض میں ذکر اختلاف کے بعد کہا دونوں اقوال پر سزا نافذ ہوگی اگر فعل موجب حد ہے تو حد کا قیام اور اگر موجب تعزیر ہے تو نفاذ تعزیر ہوگی کیونکہ اس نے وہاں ارتکاب کیا یہاں اس پر احکام اسلامی جاری ہیں

(التھذیب، ۷:۵۰۶)

امام فورانی کا کلام

امام فورانی (م،۴۶۱) نے العمد میں کہا، جس کی مخالفت نقض ہے خواہ وہ عہد میں شرط تھی یا نہ وہ احکام اسلام کا اجرا، مسلمانوں کے خلاف لڑائی سے اجتناب ،ادائیگی جزیہ، ہمارے نبی ﷺ کی طرف ایسی برائی کی نسبت جن کا وہ اعتقاد نہیں رکھتے مثلاً نسبتِ زنا یا نسب پر طعن، شیخ فارسی نے کہا جس نے ہمارے نبی کی گستاخی کی ہم اسے بطور حد قتل کریں گے یعنی ہم اسے ارتداد کی وجہ سے قتل کریں گے نہ یہ کہ اس کی توبہ مقبول نہیں جیسا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی تھی (توبہ مقبول ہے)

امام غزالی کا کلام

امام غزالی نے اکثر کتب میں اس سے نقض عہد میں اختلاف ذکر کیا اور خلاصہ میں یہ اضافہ کیا ہے، شرط یہ ہے کہ وہ مغلوب بن کر رہیں ہمارے دین، نبی اور کتاب پر طعن نہ کریں، مشرکین کے جاسوس نہ بنیں، نہ ہی ان کے جاسوس کو پناہ دیں وغیرہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اگر وہ جزیہ ادا نہ کریں تو عہد ختم، اسی طرح اگر انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ عزوجل کا تذکرہ غلط انداز میں کیا تو مذہب یہی ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں اور انھیں وہی قتل کر دیا جائے گا اگر جزیہ ادا نہ کیا تو توبہ مقبول ہوگی، اجراء احکام کی مخالفت بھی مخالفت جزیہ کی طرح ہے،

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور کتاب کی گستاخی پر (صحیح قول پر) جلد ہی قتل کی جائے

اور یہ گفتگو بطور تصریح وتفصیل اس معاملہ میں کافی ہے کہ مذہب یہی ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں اور اسی جگہ قتل کر دیا جائے، ظاہر یہی ہے کہ عدم قبولیت توبہ سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ کفر پر رہیں اس سے انھوں نے مراد اسلام نہیں لیا کیونکہ وہ تو ان سے مقبول ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے

لفظ مذہب بتا رہا ہے کہ قبول توبہ میں اختلاف ہے ہم نے اس پر قاضی ابوطیب کے علاوہ کسی سے تصریح نہیں دیکھی باوجودیکہ ظاہراً قاضی کا کلام غیر ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ نقض عہد میں قول واحد ہی ہو اگر انھوں نے توبہ کر لی لیکن کفر پر قائم رہے تو ان پر جزیہ برقرار، قتل نہیں کریں گے اور نہ ہی دار الحرب بھیجیں گے جیسا کہ جزیہ کی ادائیگی کرتے رہنے میں ہے لیکن مذہب اس کے خلاف ہے کہ انھیں قتل کیا جائے گا، گستاخی نقض ذمہ اور قتل فی الجملہ کا سبب ہے؟ اس میں غزالی نے اختلاف نقل نہیں کیا لیکن قاضی ابوطیب کے کلام میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے لہذا وہ بلاشبہ اس کا غیر ہے ممکن ہے غزالی کی مراد یہ ہو کہ اسے بطور حد قتل کرنا مذہب ہے جیسا کہ فارسی نے کہا واضح رہے جن وجوہ کی طرف اصحاب نے مذہب وغیرہ کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے ان کے ثبوت میں توقف مناسب ہے کیونکہ احتمال ہے ان کی مراد مذہب شافعی ہو اور اس کے خلاف استحضار نہیں، نقل غزالی سے متحقق یہ ہے کہ گستاخ ذمی کو اسلام لانے سے پہلے پہلے قتل کرنا مذہب ہے اور اس کے خلاف کا اثبات متحقق نہیں شیخ ابوالحسن علی بن محمد طبری المعروف بالکیا 'شفاء العلیل فی احکام التنزیل' میں ارشادِ باری تعالیٰ

وان نکثوا ایمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فی دینکم — اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین میں طعن کریں

(التوبہ، ۱۲)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں

مذہب شافعی یہ ہے کہ جب معاھد، دین پر طعن کرے اور اعلانیہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہو تو اس سے قتال و قتل حلال ہو جاتا ہے، امام ابو

حنیفہ نے فرمایا محض دین پر طعن ناقض عہد نہیں

اور لکھا

آیت مبارکہ کی دلالت امام شافعی کے قول کو قوی کر رہی ہے

(شفاء العلیل، ۳:۱۸۲)

ذمی گستاخ کے قتل پر ان بزرگوں کی تصریحات آئیں ہیں، امام شافعی، امام ابن منذر، امام خطابی، شیخ ابو حامد، شیخ محاملی، شیخ سلیم رازی، شیخ نصر مقدسی، شیخ الکیا، امام غزالی انھوں نے اسے مذہب قرار دیا، امام ابوبکر فارسی، انھوں نے اس پر اجماع نقل کیا، امام ابوبکر قفال جیسا کہ امام نے ان کی موافقت نقل کی ہے اگر چہ امام نے اس کا تذکرہ مسلم میں کیا ہے اور غزالی نے نقل میں امام کی مخالفت کی ہے تو انھوں نے قفال سے صیدلانی کی موافقت اور قاضی حسین کی فارسی کے ساتھ موافقت نقل کی ہے اور امام کی نقل پر اعتماد اولیٰ ہے، ہم نے اصحاب شافعی سے تحقیق کے ساتھ یہ قول نہیں پایا کہ اس پر قتل لازم نہیں البتہ کچھ الفاظ کا ذکر آچکا ہے جو نہ ظاہر ہیں اور نہ صریح پھر اگر کسی سے ثابت بھی ہے تو امام کی سابقہ تصریح اس پر رد ہے اور وہ دلائل بھی جن کا ذکر آرہا ہے، جس نے بھی اس مسئلہ میں اس کے خلاف وہم کیا اسے کلام رافعی نے سہارا دیا اور رافعی قاضی ابوطیب کے متبعین کے تابع ہو گئے ہم نے پہلے ان کے کلام پر گفتگو کرتے ہوئے متعدد احتمالات کا تذکرہ کیا پھر اگر قاضی ابوطیب نے تصریح کر دی تو کیا ان کی اتباع کی جائے گی یا امام شافعی اور دلیل کی؟ خلاصہ کے حوالہ سے جس اشارہ کا ذکر آیا ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ اس کا جواب عرض کر دیا ہے

فصل ثانی

نقضِ عہد پر اہل علم کی گفتگو

پہلے کچھ خاصہ حصہ فصل اول میں گزرا کیونکہ اس کا قتل کے ساتھ اتصال ہے

ا۔امام خطابی نے امام شافعی سے نقل کیا اس سے ذمہ ختم ہو جاتا ہے

۲۔امام ماوردی نے کہا رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے ذمہ کی طرح صلح نامہ ہو جاتا ہے، امام ابوحنیفہ کا ان دونوں میں اختلاف ہے، یہ امام رافعی نے ماوردی سے نقل کیا

۳۔شیخ رویانی نے البحر کے باب نقض العھد میں لکھا عقد صلح ان تین امور کا موجب ہے

ا۔ظاہراً مسلمانوں سے قتل وقتال سے اجتناب

۲۔باطناً خیانت نہ کرنا

۳۔اقوال وافعال میں ان پر حملہ آور نہ ہوں

اگر مسلمانوں کے خلاف قتال کیا تو عہد ختم اور نقض کے لئے حکم حاکم کی بھی ضرورت نہ ہوگی، اگر انھوں نے خیانت کی مثلاً مخفی طور پر ایسا فعل کیا اگر وہ ظاہر ہو جائے تو معاہدہ ٹوٹ جائے گا، اگر وہ ظاہر ہوگیا تو امام نقض عہد کا حکم جاری کر دے تو محض خیانت سے عقد ختم نہ ہوگا، ان کے ساتھ ابتداً اعلانیہ قتال جائز ہاں ان پر دھوکہ سے حملہ نہ کیا جائے البتہ انتہا ایسا ہوسکتا ہے

تو اب یہ ماقبل کے مخالف ہو جائے گا، اقوال وافعال سے حملہ، تو اس میں مسلمانوں کے حقوق، ان کے حقوق کے مقابلہ میں بڑے ہیں اگر وہ اس سے اعراض کریں تو سربراہ ان سے پوچھیں اگر جواب میں عذر پیش کریں تو قبول کیا جائے اور معاہدہ قائم رہے گا ورنہ انھیں رجوع کا کہے، اگر وہ رجوع بھی نہ کریں تو انھیں نقض عہد کی اطلاع کر کے عہد ختم کر دیا جائے تو یہ صورت دونوں اقسام کے مخالف ہے، رہا معاملہ گستاخی رسول کا تو اس سے عقد ذمہ ختم ہو جاتا ہے، اس طرح گستاخی قرآن کا

مسئلہ ہے، اب اگر گستاخی اعلانیہ ہوتو یہ قسم اول کے تحت داخل اور اگر مخفی تھی تو قسم ثانی میں، شیخ ماوردی نے بھی یوں ہی بیان کیا (الحاوی الکبیر،۱۴: ۳۸۲)

اسی طرح انھوں نے باب نقض العھد میں لکھا، گستاخی رسول عہد توڑ چیزوں میں شامل ہے اسی طرح گستاخی قرآن بھی اگر جھراً ہوتو قسم اول اور سراً ہوتو قسم ثانی کے تحت آئے گی،

امام ابوحنیفہ نے فرمایا اس سے نہ عقد عہد ختم ہوگا اور نہ عقد ذمہ کیونکہ یہود نے آپ ﷺ سے کہا تھا السام علیک (تم پر موت ہو) تو اسے نقض عہد قرار نہیں دیا گیا پھر ان کا قول ثالث ثلاثة (تین خداؤں میں سے یہ تیسرے ہیں) اس سے کہیں بڑھ کر ہے، ہماری دلیل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے جب انھوں نے گستاخ راہب کے بارے میں سنا تو فرمایا میں سنتا تو قتل کر دیتا ہم نے اس پر امان نہیں دی ہے اور صحابہ کا اس سے اختلاف معلوم نہیں تو اجماع ہوگیا

حدیث کی توجیہ

جو حدیث لائی گئی (تم پر موت ہو) اس کے دو جوابات ہیں

ا۔ انھوں نے بطور مذمت کہا نہ کہ بطور گالی وشتم

۲۔ یہ غلبہ اسلام سے پہلے کی بات ہے

ثالث ثلاثة کے جواب بھی دو ہیں

ا۔ انھوں نے بطور تعظیم کہا اور گستاخی کے لئے تحقیر ضروری ہے

۲۔ ہم انھیں اس عقیدہ پر قائم رہنے کی اجازت دے سکتے ہیں مگر گستاخیِ رسول کی اجازت نہیں دی جاسکتے

(الحاوی الکبیر،۱۴: ۳۸۳)

شیخ ابو حامد، قاضی ابو طیب اور بعد کے لوگوں نے اس کے ساتھ نقضِ عہد میں اختلاف ذکر کیا ہے

ضروری تمہیدی مقدمہ

آگے بڑھنے سے پہلے ایک مقدمہ کا ذکر ضروری ہے، عقد ذمہ میں مشروط اشیاء کی چند اقسام ہیں

ا۔ عقد نہیں ٹوٹتا

جن کی مخالفت پر قطعاً عقد نہیں ٹوٹتا جبکہ ان پر تعزیر نافذ کر کے انھیں عدمِ مخالفت کا پابند بنایا جائے گا مثلاً اظہار خمر وخنزیر، مسلمانوں کو اپنا شرک، اعتقاد، ناقوس، اعیاد، تورات وانجیل کا سنانا، ہمارے شہروں میں نئے گرجے، بلند مکانات بنانا اور لباس میں مخالفت ترک کرنا، ان سے عہد نہیں ٹوٹتا خواہ عقد کے وقت یہ شرط تھا یا نہیں

یہاں ذہن میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ تمام عقود میں شرط کا تقاضا اختیار مخالفت ہوتا ہے مثلاً بیع وغیرہ میں رھن کی شرط (تو یہاں ٹوٹنا چاہیے کیونکہ ہمیں عہد توڑنے کا اختیار ہے)

ممکن ہے یہاں اس کا ازالہ قبول جزیہ کا لزوم ہے اگر وہ جزیہ ادا کر کے ان امور کا ارتکاب کرتے ہیں اگر چہ وہ ممنوع اور ان پر تعزیر ہے اگر ہم نقض عہد مان لیں تو لازم آئے گا، ہم جزیہ قبول نہ کریں اور یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کے مخالف ہے

حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاغرون (التوبہ، ۲۹) جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں کمزور ہو کر

اور ان امور پر چھوٹ، ذلت وصغار کے منافی نہیں، رہا منع اور تعزیر تو یہ ان کی اہانت وذلت میں اضافہ کے لئے ہے

۲۔ عقد قطعاً ٹوٹ جاتا ہے

کچھ ایسی چیزیں ہیں جن سے قطعاً عہد ٹوٹ جاتا ہے اور وہ التزام جزیہ، اجراء احکام اور قتال کا انکار ہے

۳۔ بعض میں اختلاف ہے اور ان کی دو اقسام ہیں

ا۔ مسلمان خاتون سے زنا یا نام نکاح سے ایسا کیا یا مسلمان کا راز دارالحرب میں بھیجا یا کسی مسلمان مرد یا عورت کو دین سے پھسلایا یا ان میں سے کسی کی رہزنی کی یا کسی مشرک کو پناہ یا مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ تعاون کیا یا کسی مسلمان مرد یا خاتون کو قتل کیا، ان تمام اعمال میں متعدد طرق ہیں

طریق اول

سب سے اصح وہی ہے جسے شیخ ابو حامد، قاضی ابو طیب اور اکثر نے نقل کیا کہ اگر بوقت عقد ان کا ذکر نہیں ہوا تھا تو عہد نہیں ٹوٹے گا اور اگر ذکر ہوا تھا تو پھر دو اقوال ہیں

قول اول

مشروط کی مخالفت کی وجہ سے عقد ٹوٹ جاتا ہے پھر ان میں مسلمانوں کو واضح طور پر ضرر ہوتا ہے سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح کا سابقہ واقعہ بھی اسی پر شاہد ہے اور اس کے ساتھ کسی نے اختلاف بھی نہیں کیا منع، جزیہ پر قیاس بھی کیا جا سکتا ہے

شیخ ابن الصباغ کے بقول اس کی تصریح ہے، قاضی حسین کے مطابق

مذہب یہی ہے اسی کو ترجیح دینے والوں میں شیخ فورانی ،صاحب الکافی اور ابن ابی عصرون ہیں، شیخ رافعی نے المحرد میں اسے اقرب، امام نووی نے اسے المنھاج (۲۵۸:۴) اور تصحیح التنبیہ (۲۱۷:۲) میں اس کو صحیح قرار دیا، شیخ قفال کا مختار بھی یہی ہے

قول ثانی

اس سے عقد نہیں ٹوٹتا کیونکہ جب وہ چیزیں عقد ختم نہیں کر پاتیں اگر وہ مشروط نہ ہوں تو پھر شرط کے ساتھ ناقض ہو جائیں گے مثلاً اظہار خمر، یہ تمام امور عقد ذمہ کے اعتبار سے وہی ہیں جو اسلام میں کیا کرتا ہے بقول شیخ رافعی کے اسے قاضی ابو طیب کا مختار کہا گیا ہے، صاحب التھذیب اور ایک جماعت نے اسی کو راجح، امام نووی کو الروضہ میں مغالطہ ہوا تو اسے اصح کہہ دیا حالانکہ ایسی بات نہیں

طریق ثانی

شیخ ابو حامد سے منقول ہے اگر عقد کے وقت یہ شرط تھی تو مخالفت سے عقد ختم ورنہ دو اقوال ہیں

طریق ثالث

قاضی ابن کج (م،۴۰۵) نے بعض سے نقل کیا ان اسباب سے قطعاً عہد نہیں ٹوٹتا ان طرق سے تین وجوہ کی تخریج کی گئی ہے جنھیں صاحب الافصاح، صاحب التقریب اور غزالی نے ذکر کیا ان میں سے تیسری یہ ہے کہ فرق ہے ابتداء میں شرط عائد کرنے کے درمیان کہ اس کی مخالفت سے عہد ختم اور ابتداً عائد نہ کرنے کے درمیان، اس صورت میں نقض نہیں ہوگا اور یہی اصح ہے ہر حال میں

عدم نقض کا قول، الروضہ کی گفتگو کے مطابق صحیح ہے حالانکہ یہ درست نہیں

قاضی ابوطیب نے کفار کو پناہ دینا ان اعمال میں شامل کیا ہے، شیخ رافعی کہتے ہیں یہ خصال ثلاثہ کے ساتھ ملحق ہے، رہزنی کے بارے میں دو طریق بیان کیے لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ زنا کی طرح ہے

قسم ثانی

اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، دین اور اس کے رسول کی بے ادبی کرنا اس میں دو طرق ہیں

ا۔ اس سے بالاتفاق عہد ختم ہو جائے گا جیسے قتال، شیخ رافعی کے نزدیک اظہر یہی ہے کہ یہ مسلمان عورت کے زنا وغیرہ کی طرح ہے اور اس میں اختلاف آ رہا ہے انھوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے (فتح العزیز، ۱۱:۵۴۸)

شیخ ابو اسحاق نے النکت میں لکھا جب ذمی نے کتاب اللہ کا تذکرہ نا مناسب طریقہ سے کیا یا اللہ کے رسول ﷺ کی گستاخی کی تو اس کا ذمہ ختم، ہمارے اصحاب میں کچھ نے کہا اگر معاہدہ مشروط تھا کہ نہ وہ گستاخی کرے گا اور نہ اس انداز میں کتاب اللہ کا تذکرہ کرے گا تو عہد ٹوٹے گا ورنہ نہیں، امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ عہد نہیں ٹوٹے گا اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ گستاخی میں بھی تین وجوہ ہیں

ا۔ ہر حال میں عہد ٹوٹ جائے گا، یہ شیخ ابو اسحاق مروزی اور شیخ ابو اسحاق شیرازی کا النکت میں قول ہے

۲۔ ہر حال میں نہیں ٹوٹے گا اور یہ دونوں شیخ ابو حامد، قاضی ابوطیب اور شیخ رافعی وغیرھم کے کلام میں موجود ہے

۳۔ اگر معاہدہ مشروط تھا تو عہد ٹوٹے گا ورنہ نہیں

ہم نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الام میں گفتگو دیکھی تو اس میں اسی طرح پایا **باب تحدید الامام ما یا خذ من اھل الذمۃ فی الاحصار**، میں لکھتے ہیں

سربراہ کے لئے ضروری ہے اپنے اور اہل ذمہ کے درمیان دینے اور لینے کے بارے میں حدود متعین کردے اور یہ اس حکمران اور لوگوں کی طرف سے ان کا دفاع ہوگا، اس کا نام جزیہ ہے اسے وہ بیان کردہ طریقہ کیمطابق ادا کریں ،ان سے لیا جانے والا ماہانہ ہوسکتا ہے یہ بھی معاہدہ کریں کسی کے مطالبہ پر یا انھوں نے ظلم کیا تو احکام اسلام ان پر جاری ہونگے اور یہ معاہدہ بھی ہو رسول ﷺ کا ذکر نہایت ہی آپ کے شایان شان ہو، دین اسلام پر طعن نہیں کریں گے اس کے کسی حکم کو عیب نہیں لگائیں گے اگر انھوں نے ایسا کیا تو ذمہ ختم، ان سے یہ عہد بھی لیا جائے کہ وہ مسلمان کو اپنے شرک اور حضرت عزیر و عیسیٰ علیھما السلام کے بارے اپنے عقیدہ کی تبلیغ نہیں کریں گے، اس کے بعد ان سے ایسا عمل ہوا تو ایسی سخت سزا دی جائے جو حد تک نہ پہنچے (کتاب الام، ۴: ۲۱۸)

اس کے بعد امام شافعی نے تمام شروط کا ذکر کیا، ان میں سے کسی میں یہ ذکر نہیں کیا کہ انھوں نے کیا تو عہد ختم، انھوں نے رہزنی وغیرہ کا ذکر کیا مگر اس باب میں مسلمان خاتون کے ساتھ زنا کا ذکر نہیں کیا

غور کیجیے انھوں نے ذکر رسول اور دین پر طعن کے علاوہ کسی میں نقض عہد پر تصریح نہیں کی ،شیخ ابو اسحاق کی یہی دلیل ہے کہ اس کا شرط ہونا ضروری اور اس کی مخالفت سے عہد ٹوٹ جائے گا

باب ما احدث اھل الذمۃ الموادعون مما لا یکون نقضا، کے

تحت لکھتے ہیں

جب کسی قوم سے جزیہ لیا گیا اور انھوں نے رہزنی کی یا کسی مسلمان کو قتال سے مارا یا معاہد پر ظلم کیا یا ان میں سے کسی نے زنا کیا یا مسلم یا معاہد پر فساد برپا کیا تو اس میں حد جاری کی جائے اور سخت عبرتناک سزا دی جائے گی لیکن قتل نہیں کیا جائے گا البتہ جس صورت میں قتل لازم ہوگا وہاں سزا قتل ہوگی اور یہ نقض عہد کا ایسا سبب نہیں کہ اس کا خون حلال ہو جائے، نقضِ عہد فقط جزیہ نہ دینے اور

(الام،۴: ۱۹۸)

احتمال ہے امام شافعی کی اس گفتگو کا محل وہ ہوگا جہاں یہ مشروط نہ ہو دلیل ہے کہ انھوں نے اس باب میں شرط ذکر نہیں کی انھوں نے فقط ترک قتال اور ادائیگی جزیہ کا تذکرہ کیا ہے تو اب کلام صحیح ہے

لیکن اس میں اس چیز کا حکم کہیں مذکور نہیں ، جب انھوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی گستاخی کی تو یہ کہاں سے اخذ کرلیا گیا کہ اس سے عہد نہیں ٹوٹے گا خواہ شرط تھا یا نہیں تھا ؟

پھر **باب اذا اراد الامام ان یکتب کتاب صلح علی الجزیہ کتب** ، میں امام شافعی نے شروط ذکر کیں اور کہا معاہدہ میں یہ شرط ہوا گر تم نے حضور ﷺ یا کتاب اللہ عزوجل یا اس کے دین کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ، امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کا ذمہ ختم اور اس سے عطا کردہ امان بھی ختم، امیر المومنین کے لئے ان کا مال اور خون حلال جیسا کہ اہل حرب کے اموال وخون اس کے لئے حلال ہوتے ہیں اور معاہدہ میں یہ شرط بھی ہو کہ تم میں سے کسی مرد نے اگر کسی

مسلمان عورت سے زنا یا نکاح یا رہزنی یا کسی مسلمان کو دین سے پھسلایا یا حربی کفار کی مسلمانوں کے خلاف مدد کی خواہ بذریعہ قتال یا بذریعہ اطلاع یا انھیں پناہ دی تو عہد ختم اور ان لوگوں کا مال اور خون حلال (الام،۴:۲۰۹)

اس کے بعد باقی شروط کا ذکر کرتے ہوئے کسی کو نقض عہد کا سبب قرار نہیں دیا ماسوائے سابقہ چیزوں کے پھر اس کتاب کے آخر میں فرمایا

ان میں سے جس نے مذکورہ قول یا عمل کیا جس سے عہد ٹوٹ جاتا ہے اور پھر اسلام لے آیا اگر وہ قول تھا تو قتل نہیں، اس طرح اگر فعل تھا تو قتل نہیں لیکن اگر اس نے مسلمانوں کے دین پر طعن کیا تو اسے حداً یا قصاصاً قتل کیا جائے گا تو ان کا قتل بطور حد یا قصاص ہوگا نہ کہ نقضِ عہد کی بنا پر، اگر کسی نے فعل کیا اور وہ معاہدہ میں شرط تھا اس سے معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور اسلام نہ لایا لیکن کہتا ہے میں توبہ کرتا ہوں اور جزیہ دوں گا یا نئی صلح و معاہدہ کرتا ہوں اسے سزا دی جائے گی لیکن قتل نہیں کیا جائے گا ما سوائے اس کے کہ وہ فعل قصاص وقود کا موجب ہو اگر اس سے کم فعل یا قول ہوا تو ہر ایک پر سزا ہوگی نہ کہ قتل (الام،۴:۲۱۰)

امام شافعی فرماتے ہیں اگر کسی نے مذکور فعل یا قول کیا اور شرط تھی کہ ایسا کرنے سے خون حلال ہو جائے گا ہم نے ایسا کرتے ہوئے پکڑ لیا اور وہ کہتا ہے میں اسلام لایا یا جزیہ ادا کروں گا تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا مال غنیمت ہوگا

(الام،۴،:۲۱۱)

اس کلام میں صراحت ہے کہ اگر یہ شرط تھا تو عہد ختم ہو جائے گا

اسی طرح اگر کسی مسلمان عورت سے زنا وغیرہ کیا، نقضِ عہد کے بعد اگر

اسلام لے آیا تو قصاص کے علاوہ ہر شئی ساقط ہو جائے گی دیگر ان پر سزا ہو گی بشرطیکہ جزیہ دینے کا یقین ہو ورنہ قتل اور اس کا مال، غنیمت ہو گا، ان کا مطلقاً کہنا اس پر سزا دی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا یہ عام اور قابل تخصیص ہے لہذا اس سے گستاخ نبی کو مخصوص کیا جائے گا اس کے قتل پر ان سے نقل صریح موجود ہے

امام غزالی نے خلاصہ میں جو اشارہ کیا ممکن ہے اس سے یہی مراد ہو ضعیف قول ہے کہ قبل از اسلام ان کی توبہ مقبول ہے اور ان پر تعزیر نافذ ہو گی لیکن مجھے اس پر اعتماد نہیں،

امام خطابی اور ابن منذر نے جو صریح نقل ذکر کی ہے اس کے ساتھ تمسک اس اطلاق کے ساتھ تعلق سے اولیٰ ہے اور اس بات کی تصریح کہ گستاخ کی حد قتل ہے اس پر فیصلہ کن شاہد ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ اسے قصاص کے ساتھ رکھا جائے جس پر امام شافعی نے نص فرمائی ہے لیکن اس سے بعد از اسلام کا مسئلہ خارج ہے جیسا کہ آ رہا ہے لہذا گستاخ کا قتل تقاضا کے مطابق باقی رہا یہ گفتگو قتل کی نسبت تھی رہا اس سے عقد کا ٹوٹنا تو تمام نصوص شافعی اس پر متفق ہیں بشرطیکہ مشروط ہو جیسا کہ ہم باب تحدید الامام ما یأخذ من اهل الذمة اور باب اذا اراد ان یکتب کتاب صلح سے پہلے نقل کر دیا اور جب مشروط نہیں تو نصوص خاموش ہیں جیسے باب ما احدث اهل الذمه الموادعون، کی عبارت کا تقاضا ہے اسی طرح المختصر میں امام مزنی نے لکھا

ان پر شرط عائد کی جائے گی وہ کتاب اللہ، رسول اللہ ﷺ اور دین اللہ کا غلط انداز میں تذکرہ نہیں کریں گے اور نہ کسی مسلمان عورت سے زنا و نکاح کریں گے

نہ دین سے کسی کو ورغلائیں گے نہ رہزنی، نہ اہل حرب کی مسلمانوں کے خلاف مدد کریں گے اور نہ ان کو پناہ دیں گے اور اگر انھوں نے ایسا کیا تو معاہدہ ختم اور ان کا خون حلال اور ان سے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کا ذمہ ختم (المختصر، ۷:۳۸۵)

اس کے بعد شروط کا ذکر کیا مگر نقض عہد کا نام تک نہ لیا لیکن کلام امام بہت ہی واضح ہے کیونکہ یہ اس صورت میں نقض عہد میں واضح ہے یہ ابن الصباغ سے منصوص ہے اور قول قاضی حسین کہ مسلمان عورت سے زنا وغیرہ یہ مذہب ہے کی تائید ہے اور قول بغوی اصح یہ ہے کہ نقض عہد نہ ہوگا خواہ شرط تھی یا نہ تھی، کو باطل قرار دے رہا ہے

امام بغوی کا اللہ تعالیٰ یا اس کی کتاب یا رسول یا دین کی توہین کو مسلمان عورت کے ساتھ زنا کی طرح قرار دینا اور کہنا ہے کہ اصح عدم نقض ہے خواہ مشروط تھا یا نہ تھا نہایت ہی بعید ہے ان کے علاوہ کسی سے ہم نے اس پر تصریح نہیں دیکھی حتی کے ان کے استاذ قاضی حسین کا پہلے ان سے اختلاف بھی گزر رہا ہے ہمیں بغوی پر تعجب ہے کیونکہ عظیم آدمی ہیں اور ان کی عادت اسقدر گراوٹ کی نہیں

ان کی طرف سے جواب

پھر ہم پر ان کی طرف سے جواب ظاہر ہوا اور یہ امام شافعی کے مخالف نہیں اور بلا اختلاف حق وہی ہے جو امام شافعی نے فرمایا لیکن پہلے ایک مقدمہ ہے جس کی نشاندہی شیخ رافعی نے کی ہے کہ معتبر کون ہے؟ ان افعال سے رکنے کی شرط یا یہ شرط کہ ارتکاب سے عہد ٹوٹ جائے گا؟ (امام الحرمین) نے تصریح کی ہے کہ دوسری معتبر ہے اسی کو غزالی نے لیا (الوسیط، ۷:۸۴)

لیکن کثیر اصحاب نے اول کو لیا ہے

شیخ رافعی نے مسلمان عورت کے ساتھ زنا وغیرہ میں لکھا درہ میانی راہ اختیار

کرتے ہوئے یہ کہنا پسند نہیں کہ اگر نقض شرط تھا تو ظاہر نقض ہے جیسے کہ شیخ قفال سے مختار منقول ہے ورنہ ظاہر عدم نقض ہے جیسا کہ قاضی ابوطیب کی طرف مختار منسوب ہے

(فتح العزیز، ۱۱:۵۴۸)

شیخ ابن رفعہ کا قول

شیخ ابن رفعہ نے لکھا، غیر امام کا کلام واضح کر رہا ہے کہ یہاں شرط سے مراد رک جانا ہے نہ کہ شرط نقض اور یہ کلام ماوردی سے آشکار ہے اور اس پر صاحب المرشد، شیخ بندنیجی اور ابن داود وغیرھم نے تصریح کی ہے حتی کہ صاحب ابانہ نے یہاں تین وجوہ نقل کی ہیں وہاں تیسری وجہ میں کہا، اگر ہم ان پر یہ شرط عائد کریں کہ تم نے یہ نہیں کرنا تو پھر نقض ہوگا ورنہ نہیں

اب سنیے

جب تم نے مقدمہ پڑھ لیا تو اب سنیے بغوی نے عدم نقض کو صحیح کہا خواہ شرط تھی، یا نہ، اس لئے کہ انھوں نے شرط امتناع واجتناب کی تصریح کی تھی، ان کی عبارت ہے

اگر امام نے عقد کرتے وقت ان چیزوں سے روکنے کی شرط نہیں لگائی تھی تو نقض عہد نہ ہوگا اور اگر شرط لگائی تھی تو دو اقوال ہیں اصح یہ ہے کہ نقض نہ ہوگا

(التھذیب، ۷:۵۰۶)

اور جس نقض پر امام شافعی کی تصریحات شاہد ہے وہ اس وقت ہے جب عہد میں ان کی مخالفت کو بطور نقض شرط کیا ہو لھذا یہ دو الگ الگ مسائل ٹھرے اور شیخ رافعی کی درمیانی راہ پر بھی شاہد ہے

لیکن ہم کہتے ہیں

لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ معاہدہ میں اگر شرط تھی کہ اللہ تعالیٰ، اس کے

رسول، کتاب اور دین کی اگر توہین کی تو معاہدہ ٹوٹ جائے گا تو پھر اگر کسی نے ارتکاب کیا تو قول واحد ہی ہے معاہدہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ امام شافعی کی تمام تصریحات اس پر شاہد ہیں، کلام اصحاب میں اس کی مخالفت موجود نہیں اور دلائل کا بھی یہی تقاضا ہے جب ان اشیاء سے رکنا شرط کیا تھا لیکن نقض مشروط نہ تھا تو اختلاف اور اصحاب کے مراتب ثلاثہ کا محل یہی ہے یہی وجہ ہے اکثر اصحاب نے شرط امتناع ذکر کی ہے شاید امام نے مختصر کی عبارت سے شرط انتقاض لی ہو لیکن امام شافعی نے اسے محل خلاف نہیں بنایا اس طریقہ سے امام بغوی سے ملامت زائل ہو جاتی ہے اگر چہ ان کے مخالف قول اصح ہے ہاں فی الجملہ محل اختلاف ہے

جب شرط نقض ہو تو اس میں صریح مخالفت نامعلوم ہے، ہم نے کلام شافعی میں فقط شرط امتناع بغیر نقض دیکھا ہے کہ اس کی وجہ سے نقض کا حکم نہیں مثلاً امتیازی لباس نہ پہننا، بعید نہیں کہ اختلاف مسلمان عورت کے ساتھ زنا وغیرہ میں بھی ہو جب کہ شرط امتناع تھی اگر چہ زیادہ ضرر کی وجہ سے فرق ممکن ہے یہ تو زنا وغیرہ میں ہے، رہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، دین اور کتاب کا معاملہ تو اس میں اضافہ اور ہے وہ یہ کہ اصحاب کا اختلاف ہے کہ اس کا عقد میں شرط کرنا ضروری تھا یا نہ؟ لیکن زنا وغیرہ سے رکنے کا ذکر بلا اختلاف شروط نہیں تو اللہ تعالیٰ ورسول کا معاملہ اقویٰ ہے مسلمان عورت کے ساتھ زنا سے امتناع شرط کی صورت میں جاری ہونے والا اختلاف گستاخی مشروط میں جاری ہونا لازم نہیں البتہ جب شرط نہ تھی تو زنا وغیرہ میں اختلاف ہو سکتا ہے رہی گستاخی اگر ہم کہیں اس سے رکنا شرط لازم ہے تو جب شرط نہ ہو اصحاب میں اختلاف ہے کہ عقد نافذ ہو گا یا قائم رہے گا اور مشروط کی طرح ہو کیونکہ یہ شرعاً از خود مشروط ہے

اگر عقد میں اس سے رکنے کی شرط لازم نہیں تو اس کے زنا سے اعظم ہونے میں شبہ تک نہیں لہذا زنا میں اختلاف سے سب میں اختلاف لازم نہیں آتا مگر اصحاب نے اسے ذکر کیا اور اس تقدیر پر احتمال تھا لیکن اسے صحیح قرار دینا بعید ہے اور یہ اس وقت ہے جب عدم شرط کا یقین ہو

لیکن ہمارا جس مسئلہ میں کلام ہے اس میں شرط یا عدم شرط کا ہمیں علم نہیں

شیخ ابن ابی عصرون نے الانتصار میں زنا وغیرہ اور جب عقد میں اس کا ترک شرط تھا یا نہ پر دوران گفتگو ایک عظیم فائدہ ذکر کیا کہ جب عقد میں شرط کے بارے میں علم نہ ہو تو اسے مشروط ہی سمجھا جائے گا کیونکہ مطلق عقد کو متعارف پر ہی محمول کیا جاتا ہے اور یہ عقد شرع میں ان شرائط پر مشتمل ہوتا ہے تو یہی وجہ ہے جب ان سے مسلمان عورت سے زنا اور گستاخی کا ارتکاب ہوا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے فرمایا

ما علی هذا اعطينا كم الامان — ہم نے اس پر تمہیں امان نہیں دی

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ما علی هذا صالحنا كم — ہم نے اس پر تم سے صلح نہیں کی

تو جب زنا میں ان کا قول یہ ہے

فما ظنک با لسبّ؟ — تو پھر گستاخی کے بارے میں کیا خیال ہے؟

دو طریقے

اصحاب نے اللہ تعالیٰ لی اور اس کے رسول کی توہین سے نقض عہد میں اختلاف ذکر کیا تو محلِ خلاف میں دو طریقوں پر اختلاف کیا

ا۔ اختلاف اس صورت میں ہے جب حضور ﷺ کا ذکر اپنے عقیدہ بد اور دین کی بنا پر کیا لیکن اگر ایسی بات ان کا عقیدہ و دین نہ تھا مثلاً زنا یا نسب میں طعن کیا تو اسے قتال

کے ساتھ لاحق اور عہد ختم خواہ اس سے اجتناب عہد میں شرط تھا یا نہیں،

شیخ رافعی لکھتے ہیں، یہی بات شیخ ابراہیم مروزی (م،۵۳۶) کے تعلیقہ میں ہے اور اسے قاضی رویانی نے بعض ائمہ خراسان سے نقل کیا

ہم کہتے ہیں اس پر یہ شہادت بھی ہے کہ امام شافعی نے نبی، دین اور کتاب کا ذکر کیا مگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ذکر نہیں کیا کیونکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں توہین کے ارتکاب کا عقیدہ نہیں رکھتا

۲۔ شیخ رافعی نے لکھا یہ صیدلانی وغیرہ کے ہاں مختار ہے کہ اختلاف اسی صورت میں ہے جب طعن ایسی چیز پر ہو جو ان کا دین نہ ہو، اگر وہ ان کا دین ہے تو پھر بالاتفاق عہد ختم نہ ہوگا مثلاً قرآن مجید کے بارے میں ان کا کہنا یہ اللہ کی طرف سے نہیں اسی کو غزالی نے نقل کیا (فتح العزیز، ۱۱:۵۴۹)

ہم کہتے ہیں اسے اگرچہ صیدلانی وغیرہ نے ترجیح دی مگر ضعیف ہے امام شافعی کا سابقہ کلام اس کے مخالف ہے پھر کون سی ضرورت ہے کہ ہم ان کی شوکت کی بات کریں حالانکہ ان کی ذلت کا حکم ہے اور اس اظہار میں تو ان کی غیرت اور مسلمانوں کی ذلت ہے، تو خلاصہ یہ ہے کہ جس نے صریح لعنت سے گستاخی کی اس کا عہد ختم اور وہ حلال الدم ہو جائے گا اس کے نقض عہد میں اختلاف کرنا بعید ہے، رہا خون کا حلال ہونا خواہ اس کا عہد ٹوٹا یا نہیں تو اس کے بارے میں امام شافعی اور امام احمد اور امام مالک سے کوئی مذہب محقق ثابت نہیں،

یہاں ہم اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر اس سے امتناع کی شرط عقد میں لگانے سے قطعاً درست ہوگا اور کلام شافعی کا تقاضا یہ ہے کہ نقض کی شرط سے بھی عقد درست ہے اور صواب یہی ہے امام شافعی نے، **اذا شرط علیھم فی اظھار**

الخمر ونحوہ، کے تحت لکھا یہ بات اس پر مبنی ہے کہ کیا عقد ذمہ مدت مقرر کے لئے جائز ہے؟ اگر ہم اسے صحیح قرار دیں تو عقد درست لیکن اگر وہ اظہار خمر وغیرہ کریں تو عقد ختم اور اگر ہم اسے صحیح قرار نہ دیں تو عقد اصلاً ہی نہ ہوگا اور اصحاب سے منقول یہ ہے کہ عقد ختم نہ ہوگا بلکہ شرط فاسد اور عقد قائم ہوگا اور اس کا فائدہ ان کی تخویف واذلال ہے اور اس کی توجیہ یوں ہے کے وقت معین کے ساتھ تعلق، دائمی کے منافی ہے اور بعض اوقات فعل نہیں ہوگا لیکن عقد کامل ہوتا ہے تو جب وقت کا تعین، دوام کے منافی نہیں تو یہ لغو اور عقد دائمی ہوگا

ہم اس صورت کی طرف آتے ہیں کہ گستاخی سے عقد نقض مشروط تھا تو بقول امام اگر انھوں نے گستاخی کی تو ذمہ ختم اس لئے اگر ہم اسے وقت مقرر تک صحیح مانیں تو وہ گزر گیا ورنہ نافذ ہوگا، اصحاب نے کہا کہ شرط فاسد اور عقد قائم یہاں وہ جاری نہیں ہوسکتا کیونکہ اظہار خمر وغیرہ کی صورتیں عقد میں نقض کے لئے مشروط کرنا مشروع نہیں اس لئے یہ شرط لغو، عقد قائم ودائم، رہی گستاخی تو اس کا نقض کے لئے شرط ہونا مشروع ہے لہذا اسے لغو کرنا جائز نہیں، اولیٰ یہی ہے موقت عقد کو صحیح کہا جائے اگر چہ وقت مجہول ہو جیسا کہ کلام شافعی کا تقاضا ہے، ممکن ہے اس میں اختلاف بعید ہو کہ یہ فاسد ہے رہا گستاخی کی صورت میں کہنا کہ عقد قائم تو یہ کوئی فقیہ نہیں کہہ سکتا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شرائط

یہاں ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شرائط ذکر کیے دیتے ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں یہ نہایت ہی معتمد ہے، انھوں نے یہود کو شام کی طرف نکالا تو ان سے اور نصاریٰ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین (جو اس امت کے اسلاف اور صدر ہیں) کے سامنے معاہدہ کیا ان کے بعد کسی سربراہ کے لئے یہ جائز نہیں کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کے شرائط کے بغیر صلح کر لے، تمام اہل ذمہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر مذکور، شرائط کے تحت ہی پناہ دی جائے کیونکہ بعد میں کسی سربراہ نے ان کے خلاف عقد نہیں کیا بلکہ تمام نے ان شرائط پر اعتماد کرتے ہوئے انھیں امان دی، اسی لئے ہم کہتے ہیں جب ہم آگاہ نہیں کہ وقت معاہدہ شروط طے ہوئیں یا نہیں تو ہم مشروط ہی مانیں گے کیونکہ عرفِ شرعی سے وہ شروط از خود ثابت ہیں، آج تمام اہل ذمہ کے بارے میں معلوم نہیں کہ سربراہ نے ان سے کیا معاہدہ کیا یا اپنے اباء کے عہد پر ہونگے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یا ہم کہیں گے کہ ان کا ذمہ ہی نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی سربراہ سے نہ شرائط معلوم اور نہ عقد، ان کی شرائط متصل اور صحیح سند کے ساتھ منقول ہیں، اہل علم نے اپنی کتب میں صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے صحیح اسانید کے ساتھ یوں نقل کیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر

فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ شام سے صلح کی تو ہمارے لئے یہ لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کا نصاریٰ کے ساتھ معاہدہ ہے تم نے اپنے نفوس، اولاد اور اموال اور اہل ملت کے لئے امان مانگی، تم نے ہمارے لئے اپنے اوپر شرائط عائد کیں ہیں کہ ہم اپنے شہروں اور ان کی اطراف میں تمہیں (دیر) کنیسہ عبادت گاہ، راہب کا صومعہ بنا دیں گے، گرے ہوئے کو نیا نہیں بنا کر دیں گے اور ہم نہ شرک اعلانیہ نہ کریں گے اور نہ ہی اس کی دعوت دیں گے، اگر ان میں سے کسی کی مخالفت کریں جو ہم نے شرائط مانیں ہیں تو پھر ہمارا ذمہ ختم اور تم اہل قتال کی طرح ہمارے

ساتھ کر سکتے ہو، یہ تمام شرائط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر تحریر ہوئیں، اس میں واضح طور پر موجود ہے کہ شرائط عائد کرنا درست ہیں اور یہ کہنا کہ عقد موقت درست نہیں ضعیف ہے اور اس معاہدہ میں اس پر واضح دلیل ہے کہ اظہار شرک سے معاہدہ ختم

ولا شک ان السب اقبح بلاشبہ گستاخی کا ارتکاب اس سے کہیں بدتر ہے

شیخ ابومجعہ بن ربعی کہتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے تو شام کا سربراہ قسطنطین آیا اور اس نے معاہدہ اور شرائط طے کی اور کہا انھیں لکھ دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں، ابھی تحریر لکھی جارہی تھی تو حضرت عمر کو یاد آ گیا تو فرمایا میں معرۃ الجیش کو مستثنیٰ کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا ٹھیک ہے، تحریر لکھی گئی تو اس نے کہا امیر المومنین لوگوں کو کھڑے ہوکر بتا دیجیے جو آپ نے میرے لئے حقوق و فرائض طے کیے ہیں تاکہ یہ مجھ پر ظلم سے محفوظ ہو جائیں، حضرت عمر نے فرمایا ہاں پھر خطاب میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے یہ الفاظ پڑھے، **الحمد لله احمده و استعينه ومن يهده الله فلامضل له ومن يضلل الله فلا هادی له**، اس پر ایک نبطی نے کہا، اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا آپ نے پوچھا، کیا کہا لوگوں نے کہا کچھ نہیں، نبطی نے دوبارہ کہا لوگوں نے بتایا تو فرمایا ہم نے تجھے دین میں مداخلت کا حق نہیں دے رکھا، قسم اللہ تعالیٰ کی اگر تو نے دوبارہ ایسی بات کی تو اڑا دوں گا

(کتاب الاموال، ۱۹۹)

آپ نے یہ بات انصار اور مہاجرین کے سامنے کہی اور ان میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو اس سے واضح ہو رہا ہے دین پر طعن موجب قتل و نقض عہد ہے

فالسبّ اولٰی بذلک گستاخی میں یہ حکم بطریق اولیٰ ہوگا

شیخ حرب نے المسائل میں امام لیث بن ابی سلیم (م،۱۴۸) کے حوالہ سے حضرت مجاہد سے نقل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گستاخِ نبی کو لایا گیا تو قتل کا حکم دیا اور فرمایا

من سب الله او سب احدا من الانبياء فاقتلوه — جس نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کی گستاخی کی پس اسے قتل کرو

امام لیث سے ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کی گستاخی کی اس نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی اور یہ ارتداد ہے اگر رجوع کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل مجھ پر جو معاہد معاند ایسا کرے یا اعلانیہ ایسی بات کرنے

فقد نقض العهد فاقتلوه — تو اس کا عہد ٹوٹ گیا اور اسے قتل کیا جائے گا

سوال۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبطی کو قتل کیوں نہ کیا؟

جواب۔ اس نے گفتگو بطور جہالت کی تھی نہ کہ بطور دین پر طعن، بہت سے جہال سے ایسی بات ہو جاتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سمجھا دیا حتی کہ اس کے بعد وہ ایسا کرتا تو اسے طعن سمجھا جاتا اور اس سے عہد ختم ہو جاتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا گستاخ راہب کے بارے میں کہنا اگر میں سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا

انا لم نعطهم الذمة على ان يسبوا نبينا — ہم نے انہیں اس پر ذمہ نہیں دیا کہ وہ ہمارے نبی کو برا کہیں

یہ اور دیگر صحابہ کے اقوال بتا رہے ہیں کہ شروط میں سے ہے کہ وہ ہمارے نبی ﷺ

کی گستاخی نہیں کریں گے جس نے اس شرط کی مخالفت کی اس نے عہد کی مخالفت کی لہذا اس کا ذمہ ختم

نقضِ عہد پر دلیل

ا۔ نقض عہد پر دلائل میں ایک اہم دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وان نکثوا ایمانهم من بعد عهد هم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر (التوبہ،۱۲)	اگر وہ عہد کے بعد حلف توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے سربراہوں کے خلاف جنگ کرو

اور اس میں کوئی شک نہیں

ان الساب ناکث لایمانه طاعن فی الدین	گستاخ عہد توڑنے اور دین پر طعن کرنے والا ہوتا ہے

۲۔ دوسرے مقام پر

الا تقاتلون قوماً نکثوا ایمانهم وهموا باخراج الرسول (التوبہ،۱۳)	کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا

اخراج رسول کے ارادہ پر قتال کا حکم نقض عہد کا تقاضا کر رہا ہے

فالسب بطریق الاولی	تو گستاخی بطریق اولیٰ اس کا تقاضا کرے گی

اور انھیں کفر کا امام قرار دیا کیونکہ اس میں ان کی اقتداء کی جاتی تھی تو گستاخ طعن کرنے والا بھی اس میں شامل ہو گا

۳۔ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے

قاتلوهم يعذبهم الله بايدكم	تو ان سے لڑو اللہ انھیں عذاب دے گا
ويخزهم وينصركم عليهم	تمہارے ہاتھوں انھیں رسوا کرے گا
ويشف صدور قوم مؤمنين	اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان
ويذهب غيظ قلوبهم	والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا اور ان کے
(التوبہ،۱۴،۱۵)	دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا

یہ چیزیں بتا رہی ہیں کہ ان سے کفر سے بڑھ کر اشیاء سرزد ہوئیں اور وہ طعن و گستاخی ہے اور اس لئے ان کے خلاف نصرت کا وعدہ ہے حالانکہ دیگر کفار اور مسلمانوں کے درمیان جنگ میں دونوں پہلو ہو سکتے ہیں کبھی وہ غالب اور کبھی مسلمان غالب۔

۴۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

قاتلوا الذين لا يؤ منون با لله	جنگ کرو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ
و لا با ليوم الا خر	پر اور آخرت پر

اور آخر میں فرمایا

حتىٰ يعطوا الجزية عن	یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ
يدوهم صاغرون	چھوٹے بن کر
(التوبہ،۲۹)	

صغار کا معنیٰ ذلت و کمزوری ہے

وحال السابّ ليس كذلك	حالانکہ گستاخ کا حال اس طرح نہیں ہوتا

فصل ثالث

خواہ نقض عہد ہو یا عدم نقض اس سے عدم قتل لازم نہیں

پیچھے شیخ ابوحامد کے حوالہ سے گزرا اسے دونوں صورتوں میں قتل کیا جائے گا اسی طرح دیگر کے کلام میں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ قتل خاص طور پر گستاخی کی حد ہے جیسے حد زنا، حد قذف اور قصاص تو جب اس کا عقد نہیں ٹوٹا تو اس پر حدود کا قیام ہوگا جیسے مسلمان پر ہوتا ہے اور جب ٹوٹ گیا تو پھر بھی حدود قائم ہونگے کیونکہ اس نے التزام کر رکھا ہے

سوال، مسلمان پر جب سزا قائم ہوگی تو اس کے کفر کی وجہ سے ہوگی اور (ذمی) تو پہلے کافر ہے اس نے کفر پر اضافہ نہیں کیا تو عدم نقض کی صورت میں اس کا قتل بعید محسوس ہوتا ہے، اس طرح نقض کی صورت میں بھی بعید ہے کیونکہ جب ذمی کا عہد ختم ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے، کیا اسے دارالحرب واپس بھیجا جائے یا امام کو اس میں اختیار حاصل ہے؟ تو قتل کو ہی متعین قرار دینا اس کے مخالف ہے

جواب، ہم نے پیچھے واضح کر دیا ہے کہ یہ مسلمان کے حق میں حد ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسلام سے یہ ساقط نہیں ہوگی کیونکہ اس میں دو علتیں جمع ہیں

۱۔ عمومی ارتداد ۲۔ خاص گستاخی

دوسری علت یہاں موجود ہے

کافر اصلی جس میں فقط کفر تھا اسے باقی رکھنے سے یہ لازم نہیں کہ اضافہ گستاخی کے وقت بھی اسے باقی رکھا جائے

سائل کا یہ کہنا، کہ کافر کے کفر میں اضافہ نہیں ہوا ہم نہیں مانتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا پھر انھوں نے کفر کیا پھر کفر میں اضافہ کیا

(النساء، ۱۳۷)

گستاخی نیا کفر ہے اس سے پہلے کافر کا اس پر اقرار نہ تھا اور نہ ہی اب اسے اس پر قائم رہنے دیا جائے تو اس پر حد کا اجرا ضروری ہے جو کہ قتل ہے

۱۔اس اجماع کی بنا پر جسے امام فارسی نے نقل کیا

۲۔ نبی ﷺ کی ذات اقدس تمام مخلوق میں بلند شان رکھتی ہے

فلا یلیق ان یکون سبہ کسب غیرہ — تو نبی علیہ السلام کی گستاخی کو دوسرں کی گستاخی کی طرح نہیں سمجھا جائے گا

کیا تمہیں علم نہیں ام المومنین پر تہمت لگانے والوں پر دو حدیں جاری ہوئیں اور یہ ازواج مطہرات کا خاصہ ہے جو دیگر اہل ایمان کو حاصل نہیں اگر چہ اس روایت کے ثبوت میں اختلاف ہے جب ان کی عظمت کی بنا پر حد بڑھ جاتی ہے

فمما ظنک بہ؟ — تو آپ ﷺ کی شان کے حوالہ سے تمہارا کیا خیال ہے؟

عنقریب ہم قتل کے دلائل کی فصل میں معتمد دلائل کا تذکرہ لا رہے ہیں

سائل کا قول، ذمی کا جب عہد ختم ہو گیا تو وہاں اختلاف ہے کیا اسے دار الحرب واپس بھیجا جائے یا امام کو اختیار ہے؟ یہ اس وقت ہے جب اس سے صرف ایسا کفر صادر ہو جس پر اسے قرار دیا گیا تھا

اما اذا صدر منہ ما یوجب القتل فانہ یسوفی احدا — اگر ایسی چیز صادر ہو جو موجب قتل ہے تو پھر کامل حد کا نفاذ ہوگا

اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ گستاخی اس کفر کے مخالف ہے جس پہ ہم نے اسے ثابت رکھا اور امان دی لہذا اس کفر پر ہم پر اسے امان دینا لازم نہیں جس پر اسے نہ ثابت رکھ سکتے ہیں اور نہ واپس کر سکتے ہیں اور نہ قتل کے علاوہ کوئی سزا دے سکتے ہیں (بشرطیکہ وہ

اسلام نہ لائے) کیونکہ اس کا کفر نہایت غلیظ وشدید ہے

خلاصہ یہ ہے کہ اس کے قتل پر دلائل بتا رہے ہیں کہ اس کا قتل بطور حد ہے یا شدتِ کفر کی وجہ سے کیونکہ ایسی صورت میں نہ تو غلام بنایا جا سکتا ہے اور نہ احساناً چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ فدیہ لیا جا سکتا ہے اور ایسے شخص کو واپس بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی امام کو اس میں اختیار ہے اسی وجہ سے واپسی اور اختیار کا قول کرنے والے اہل علم نے فرمایا ہے کہ گستاخی کی صورت میں قتل کے علاوہ کوئی قول نہیں، یہ اہل مذاہب ثلاثہ کی گفتگو ہے ،اس مسئلہ خاص میں ان کا کلام دیگر مقامات کے اطلاق پر بھی فیصل اور ماخذ پر متوجہ کرنے والا ہے وہ یا بہت زیادہ شدت کفر ہے کہ اس کی سزا قتل کے علاوہ نہیں یا خاص گستاخی کا خیال ہے

دونوں ماخذ میں فرق یہ ہے کہ ماخذ اول کی صورت میں گستاخی علت کی جز اور دوسرا جز کفر ہے اور مسلمان میں ارتداد مع گستاخی، ذمی میں کفر اصلی مع گستاخی ماخذ ثانی میں دونوں مقامات پر تنہا گستاخی ہی علت ہے حتی کے اگر اسے کفر سے جدا بھی مان لیا جائے تو سزا قتل ہی ہے اس کے بارے میں باب اول کے آخر میں فصل ثانی کے مسئلہ اولیٰ میں گفتگو کی تھی

تو دونوں ماخذوں میں اسلام لانے سے پہلے لزوم قتل کا قول درست ہے خواہ نقضِ عہد مانیں یا نہ مانیں اور یہ اس ارشاد نبوی کے تحت نہیں آئے گا

من قتل معاهدًا لم يرح رائحة الجنة جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا (البخاری، ۳۱۶۶)

اور نہ ہی اس ارشاد گرامی کے تحت آئے گا

ولا ذو عهد بعهده کسی معاہدہ کر لینے والے کو قتل نہ کیا جائے

(سنن ابوداود، ۴۵۳۰)

یہ اس وقت ہوگا جب اسے ناحق قتل کیا جائے گا پھر یہ اسی وقت ہے جب ہم کہیں کہ عقد نہیں ٹوٹتا جیسے زنا وقصاص پر قتل، اور اگر ہم مان لیں کہ عقد ٹوٹ گیا تو وہ معاہد رہا ہی نہیں، الغرض ہم نے عراقی اور خراسانی کے کلام سے واضح کر دیا تاکہ عارض ہونے والے اشکالات کا ازالہ اور وہم کرنے والوں کا وہم دور ہو جائے

فصل رابع

گستاخ ذمی کی سزا قتل پر دلائل

اس پر چودہ دلائل ہیں

۱، واقعہ کعب بن اشرف

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد اہل علم نے اس سے استدلال کیا، اسے امام بخاری و مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کعب بن اشرف سے کون نپٹے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بندہ حاضر ہے کیا میں اسے اڑا دوں؟ فرمایا ہاں، عرض کیا، کیا کوئی حیلہ کر سکتا ہوں فرمایا: ہاں وہاں پہنچے اور کہا یہ شخص (جناب رسول اللہ ﷺ) ہم سے صدقات طلب کرتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے، سن کر کہنے لگا ابھی تم اور تنگ ہو جاؤ گے، محمد بن سلمہ نے کہا ابھی فی الحال ہم انھیں چھوڑ نہیں سکتے حتی کہ اس کا انجام دیکھ لیں، میں تجھ سے کچھ غلہ چاہتا ہوں، کعب نے کہا اس کے عوض میرے پاس کیا رہن رکھو، گے؟ تم اپنی عورتیں بطور رہن دو، فرمایا تو عرب کا حسین ترین جوان ہے اگر ہم اپنی عورتیں تیرے پاس رہن رکھیں تو تیری ہی ہو جائیں گی، کہنے لگا اپنے بیٹے رہن رکھو فرمایا یہ بھی درست نہیں، کل یہ جوان ہو نگے تو لوگ انہیں طعنہ دے گے کہ تم کھجور کے دو وسق کے عوض رہن رکھوائے گے تھے البتہ ہم کچھ اسلحہ رہن رکھوا دیتے ہیں، کہنے لگا، ٹھیک، اس کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ حارث، ابو عبس اور عباد بن بشر کو ساتھ لے کر آئیں گے تو وہ رات کو اس کے ہاں پہنچے اور اسے آواز دی تو وہ ان کے پاس آ گیا اس کی بیوی نے اس سے کہا اس بلانے والے کی آواز سے خون ٹپک رہا ہے مگر کعب نہ رکا اور کہنے لگا یہ محمد بن مسلمہ اور میرا رضیع ابو نائلہ ہے، جب کسی کریم کو رات کے وقت دعوت دی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے، حضرت محمد بن

مسلمہ نے فرمایا میں نے ساتھیوں سے کہا میں اس کا سر دبوچ لونگا پھر تم نے کام کر دینا ہے جب وہ آیا تو اس نے منہ ڈھانپا ہوا تھا، تمام نے اسے کہا، تو نے اعلی خوشبو لگا رکھی ہے، کہنے لگا ہاں، میرے پاس ایسی عورت ہے جو سب سے زیادہ خوشبو لگانے والی ہے

حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا، کیا میں تیرا سر سونگھ سکتا ہوں اس نے کہا سونگھ سکتے ہو، انھوں نے اس کا سر سونگھا پھر کہا کیا میں دوبارہ ایسا کر سکتا ہوں، اس طرح میں نے اسے قابو کر لیا اور ساتھیوں سے کہا اپنا کام کر دتو ایسے اسے ٹھکانے لگا دیا

یہ واقعہ تمام اہل سیر نے نقل کیا اور لکھا ہے کعب بن اشرف شاعر تھا اس حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کو کفار قریش کے کہنے پر اشعار میں ہجو کر کے اذیت دی اور یہ حضور ﷺ کے ساتھ صلح کرنے والوں میں سے تھا، تمام اہل سیر کا اس میں اختلاف نہیں کہ یہ صلح کرنے والوں میں سے تھا

جن لوگوں نے اس کے حربی ہونے کا دعویٰ کیا انہیں علم نہیں کہ یہ اہل سیر کے ہاں متفقہ مسئلہ ہے

ہاں بعض نے کہا ہے کہ اس کا عہد ختم عنقریب اس کا ذکر آ رہا ہے' ابھی ہماری گفتگو اس کے صلح کرنے والوں میں سے ہونا ہے کیونکہ یہ یہود مدینہ عربی بنوطی سے اور اس کی ماں بنونضیر سے ہیں اس لیے اسے ان میں شمار کیا جاتا ہے

ا۔ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ یہود مدینہ اہل صلح میں سے ہیں نقل کرنے والوں میں امام شافعی بھی ہیں کتاب الام کے باب المھادنہ میں لکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہود سے بغیر' جزیہ صلح فرمائی

انہوں نے ہی الام کے' باب الحکم بین اھل الذمہ' کے تحت لکھا اہل سیر میں سے کسی کی اس میں مخالفت نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف

لائے تو تمام یہود سے بغیر جزیہ صلح فرمائی

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

فاحکم بینهم او اعرض عنهم ان کے درمیان فیصلہ کرو یا ان سے اعراض کرو (المائدہ ، ۴۲)

ان یہود کے حق میں نازل ہوا جن سے بغیر جزیہ صلح کی تھی اور انہوں نے اجراء احکام کا اقرار نہ کیا تھا (کتاب الام، ۴: ۲۲۲)

ا۔ شیخ واقدی نے امام ابن کعب قرظی سے لکھا جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے اور تمام یہود سے صلح کی تو ایک معاہدہ تحریر کیا گیا رسول اللہ ﷺ نے ہر قوم کو ان کے خلفاء کے ساتھ لاحق فرما دیا ان کے لیے امان اور کچھ شروط طے ہوئیں مثلاً وہ ایک دوسرے پر قتال مسلط نہیں کریں گے جب آپ ﷺ نے اصحاب بدر کو مال غنیمت دیا اور مدینہ تشریف لائے تو یہود نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بغاوت کر دی

(المغازی، ۱: ۱۷۶)

امام واقدی نے اس کو غزوہ بنو قینقاع کا سبب قرار دیا ہے اور یہ کعب بن اشرف کے قتل سے پہلے کا واقعہ ہے

ان کے علاوہ نے قتل کو پہلے قرار دیا ہے تو کعب بن اشرف اہل صلح میں سے تھا اور اہل صلح ذمی نہیں ہوتا

فاذا قتل المو ادع بالسب فلان جب گستاخ صلح والا قتل کیا جا سکتا ہے تو

یقتل الذمی اولی ذمی گستاخ کو بطریق اولیٰ قتل کیا جائے گا

اس لیے کہ ذمی نے احکام اسلام کے اجراء کا اقرار کر رکھا ہوتا ہے بخلاف اہل صلح جیسا کہ امام شافعی نے ذکر کیا کہ اہل صلح میں اختیار ہے بخلاف ذمی یہ تفصیل کا محل ہے

مقصود صرف اتنا ہے کہ ابن اشرف حربی نہ تھا

اہل سیر لکھتے ہیں، یوم بدر میں جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور مسلمانوں کی مدد کی تو کعب بن اشرف جل اٹھا مکہ گیا اور مقتولین بدر کا مرثیہ کہا اور مشرکین کو آپ ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکایا' اس نے جاہلیت کو دین اسلام پر فضیلت دی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک نازل ہوا

ویقولون للذین کفروا اھؤلاء اھدیٰ من الذین امنوا سبیلا اولئک الذین لعنھم الله ومن یلعن الله فلن تجدله نصیرا (النساء، ۵۱،۵۲)	وہ لوگ جو ہدایت یافتہ سیدھے راستے کی طرفٗ کے خلاف کافروں سے باتیں کرتے ہیں انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے پس جس پر اللہ لعنت کرے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے

اس لیے اسے ذلیل ورسوا کر کے قتل کر دیا گیا اس نے حضور ﷺ کے ساتھ عداوت و ہجو کا اعلان کیا اور مدینہ آیا تو آپ نے یہ دُعا کی اے اللہ! ابن اشرف سے جس طرح تو چاہتا ہے میری طرف سے کفایت فرما' تو حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے دیگر ساتھیوں نے یہ کام عبادت سمجھ کر کیا

خصوصی معاہدہ

پھر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن اشرف سے خصوصی معاہدہ کے بارے میں روایت کی کہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے یہ معاہدہ لیا کہ وہ آپ کے خلاف مدد اور نہ ہی قتال کرے گا تو وہ مکہ چلا گیا پھر اعلانیہ عداوت کرتے ہوئے مدینہ آیا اولاً اس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور کہا

اذاھب انت لم تحلل بمرتبة وتارک انت ام الفضل بالحرم

اور دیگر اشعار میں اس نے ہجو لکھی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کو ہی بہتر جانا

(معالم السنن: ۴، ۸۳)

نوٹ: خزع کا معنی قطع ہے، خزاعہ کی وجہ تسمیہ یہی تھے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے انقطاع کر کے مکہ ٹھہرے

کعب بن اشرف کا قتل ہجرت کے پچیسویں ماہ کے آخر میں چودہ ربیع الاول کو ہوا

بعض مفسرین کی رائے

بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا (ال عمران، ۱۸۲)

اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے

کعب بن اشرف کے بارے میں نازل ہوا اور ارشاد مبارک

وان تصبروا وتتقوا

اگر وہ صبر اور تقوی اختیار کرتے

پہلے کا حکم ہے

جب مکہ گیا اور اس نے ہجو واذیت میں حد کر دی تو قتل کا حکم دیا گیا

یہ بھی مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہماری طرف سے ابن اشرف کو کون ٹکرے گا؟ اس نے ہماری عداوت وہجو، اعلانیہ کی ہے اس نے قریش کو ہمارے خلاف لڑائی کے لیے جمع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر مطلع فرمایا ہے پھر یہ اسی خبث باطن پر آیا ہے اور انتظار کر رہا ہے کہ قریش آ کر ہم سے لڑیں

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ۳، ۱۹۱)

جب رات کو کعب بن اشرف کو قتل کر کے صحابہ نے مقام بقیع پر نعرہ تکبیر بلند کیا تو رسول

اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے آپ نے سنا تو محسوس فرمایا صحابہ نے اسے ٹھکانے لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑھائی بیان کی تو جب صحابہ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا تمہیں کامیابی مبارک ہو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو بھی مبارک ہو

اس کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا آپ نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی، جب صبح ہوئی تو فرمایا ان یہودیوں میں سے جس پر کامیابی ہو قتل کر دو یہود ڈر گئے نہ تو وہ باہر آئے اور نہ بولے انہیں خوف تھا کہ کہیں کعب بن اشرف والا معاملہ ہمارے ساتھ نہ ہو جائے (الطبقات لابن سعد: ۲، ۲۳)

جب آپ ﷺ نے فرمایا تو حضرت محیصہ بن مسعود نے ابن سنینہ (یہود تاجر) کو قتل کر دیا تو ان کے بھائی حویصہ (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے) نے کہا اللہ کے دشمن کو تو نے قتل کر دیا حالانکہ تیرے بطن میں اس کے مال کی چربی ہے اس کے جواب میں حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اس کے لیے قتل کا حکم تھا

حتی لو امر نی بقتلک ضربت عنقک	اگر مجھے تیرے قتل کا حکم ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا

حویصہ نے حیران ہو کر کہا اچھا دین، تجھ پر اس قدر غالب آچکا ہے تو اس دن یہ بھی ایمان لے آئے

امام واقدی کہتے ہیں ابن اشرف شاعر تھا اس نے حضور ﷺ اور صحابہ کی ہجو و تعریض کی، مشرکین اور اہل مدینہ کے یہودی، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو سخت اذیت پہنچاتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو اس پر صبر کا حکم دیا تھا جب ابن اشرف اذیت پہچانے سے باز نہ رہا

پھر واقعہ کے آخر میں لکھا

اور مشرکین ڈر گئے اور صبح کے وقت آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا پچھلی رات ہمارے ساتھی جو ہمارے سرداروں میں سے تھا کہ پاس کچھ لوگ آئے اور اسے بغیر جرم وقصور دھوکہ سے قتل کر دیا رسول ﷺ نے فرمایا اگر وہ اسی طرح رہتا جس طرح دیگر لوگ رہ رہے ہیں تو اس سے دھوکہ نہ ہوتا لیکن اس نے تو ہمیں تکلیف پہنچائی اور اشعار میں ہجو ومذمت کی

ولم یفعل ھذا احد منکم الاکان الیسف — تم میں جس نے بھی یہ کہا اس کا علاج تلوار ہے

آپ نے اس پر انہیں معاہدہ کی پیش کش کی لہٰذا دار رملہ بنت حارث میں کھجور کے نیچے معاہدہ تحریر ہوا' ابن اشرف کے قتل کے بعد یہود کو خوف اور ڈر لاحق ہوا (المغازی، ۱، ۱۹۲)

آپ ﷺ کا فرمان' انه لو قر کما قر غیرہ' حی بن اخطب کی طرف اشارہ تھا

ارشادِ باری تعالیٰ

الم ترالی الذین اوتوا نصیباً من الکتب (النساء:۵۰) — کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا

کی تفسیر میں حضرت قتادہ سے ہے کہ یہ آیت ابن اشرف اور حی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت عکرمہ کی بھی یہی رائے ہے

(تفسیر طبری، ۴: ۱۳۴)

یہ دونوں مکہ گئے اور کفار کو انگیختہ کیا' کعب کو قتل کر دیا گیا لیکن حی قتل نہ ہوا حتیٰ کہ بنو نضیر نے جب عہد توڑا اور حضور ﷺ نے انھیں نکال دیا تو یہ خیبر چلا گیا اس نے وہاں لشکر جمع کیا اسے شکست ہوئی تو وہ بنو قریظہ کے ساتھ قلعہ بند ہوا وہاں ان کے ساتھ ہی قتل ہوا

امام واقدی نے واقعہ ابن اشرف میں لکھا، جب بدر سے فتح کی خبر آئی تو اس نے قوم سے کہا تم پر افسوس آج، تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس پر رہنے سے بہتر ہے تمام سردار قتل و گرفتار ہو گئے اب کیا رہ گیا ہے؟ کہنے لگے جب تک زندہ ہیں ان سے عداوت رکھیں گے

ان کا یہ قول بتا رہا ہے کہ ابن اشرف کے ساتھ ساتھ ان دوسروں نے بھی نقض عہد کیا، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا

من ظفرتم به من رجال یهود فاقتلوه — تم میں جو کسی یہودی پر غالب ہوا سے اڑا دے

ہم نے متفرق اور متعدد اہل علم سے واقعہ کعب بن اشرف اختصاراً نقل کر دیا ہے یہ بھی منقول ہے کہ جب مشرکین نے ابن اشرف سے پوچھا، تو کہنے لگا تمہارا دین بہتر اور قدیم ہے اور دینِ محمد نیا ہے اور وہ آپ ﷺ سے کیے گئے عہد سے یہ کہتے ہوئے الگ ہو گیا میں ان کے خلاف مددگار نہیں بنوں گا اگر یہ بات درست ہے تو اس سے استدلال بہتر ہے اور اگر درست نہیں تو دوسروں سے استدلال صحیح ہوگا امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا تو کعب بن اشرف معاہدہ ختم کر کے مکہ چلا گیا اور کہا میں نہ تو ان کے خلاف مدد کروں گا اور نہ قتال

(۱۹۴،۳)

اسی میں ہے حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی کعب بن اشرف کے ہاں عوالی میں اس کے ڈیرے پر رات کو پہنچے (۱۹۷،۳)

بعض نے کہا یہود سے جو صلح اور معاہدہ ہوا وہ بدر سے پہلے آمد مدینہ کے

وقت ہوا تھا یہی وہ ہے جس کی طرف امام شافعی نے اشارہ فرمایا

(الام،۴:۲۲۲)

اور وہ معاہدہ جس کا ذکر امام واقدی نے کیا وہ دوسرا ہوگا جو قتل ابن اشرف سے پہلے دوبارہ ہوا

مدینہ اور اس کے نواح میں صلح کرنے والے یہود تین گروہ تھے

۱۔ بنونضیر

۲۔ بنوقریظہ

۳۔ بنوقینقاع

بعض فقہا کا مغالطہ

قتل ابن اشرف کے بارے میں بعض فقہاء کو مغالطہ ہوا ہے، امام واقدی نے ابراہیم بن جعفر انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا، مروان بن حکم گورنر مدینہ نے ابن یامین نضیری سے پوچھا ابن اشرف کا قتل کیسے ہوا؟ ابن یامین نے کہا دھوکہ سے ہوا' وہاں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت نہایت بوڑھے تھے انہوں نے کہا اے مروان! کیا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دھوکہ دیا جاسکتا ہے؟ اللہ کی قسم! ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کیا اللہ کی قسم! مجھے اور تجھے مسجد کے علاوہ کوئی پناہ نہیں دے گا اے ابن یامین' میں قسم اٹھاتا ہوں جب میں نے تجھ پر قدرت پائی تو تجھے قتل کر دوں گا اس کے بعد ابن یامین' بنوقریظہ میں جانے سے پہلے معلوم کرتا کہ وہاں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تو نہیں اگر وہ اپنی زمین کاشت کرنے گے ہوتے تو آتا اور جلدی اپنا کام کر کے واپس لوٹ جاتا

ایک دن محمد بن مسلمہ جنازہ میں شریک تھے اور ابن یامین کو بقیع میں پایا تو

خاتون میت کی چارپائی سے شاخیں اٹھا کر اس پر ٹوٹ پڑے لوگوں نے عرض کیا یہ آپ ہم پر چھوڑ دیں ہم کافی ہیں وہ اسے مارنے لگے یہاں تک کہ ایک ایک شاخ ٹوٹ گئی اس کا سر اور چہرہ پر ضربیں لگائیں کوئی جگہ باقی نہ رہی جب چھوڑا تو اس میں سکت نہ تھی فرمایا' اللہ کی قسم! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تجھے قتل کر دیتا

(المغازی:۱،۱۹۲)

واقدی کے علاوہ محققین نے لکھا یہ واقعہ حضرت معاویہ کے پاس ہوا تھا حضرت ابن مسلمہ نے کہا اے معاویہ کیا رسول اللہ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جا سکتی ہے تو پھر تو نے تردید کیوں نہ کی؟

اللہ کی قسم! مجھے اور تجھے کوئی' کبھی پناہ نہیں دیگا

ولا یخلولی دم ھذا الا قتلتہ مجھے جب موقعہ ملا میں اسے قتل کردوں گا

(معالم السنن:۴،۸۲)

یہ بے وقوف ابن یامین یا تو یہودی ہے یا منافق ہے اور اسلام کا اظہار کرتا ہے کیونکہ مروان کے دور میں مدینہ میں کوئی یہودی نہ تھا شاید مروان یا معاویہ (اگر واقعہ ثابت ہو) اس لیے قتل سے خاموش رہے کہ انہوں نے دھوکہ کی نسبت' بن مسلمہ کی طرف سمجھی اگر انہیں حضور ﷺ کی نسبت کا یقین ہو جاتا تو وہ کبھی قتل پر خاموش نہ رہتے اس لیے کہ کفار اور مسلمان اس پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی دھوکہ نہیں دیا

کیا ابوسفیان اور ہرقل کے درمیان ہونے والی گفتگو ہمارے سامنے نہیں ہے؟ تو جس نے بھی حضور ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی اسے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر،

امام خطابی نے ابن یامین کا واقعہ حضرت معاویہ کے حوالہ سے بیان کر کے

لکھا' اللہ تعالیٰ' ابن یامین پر لعنت کرے اور اس کی یہ بات نہایت بدتر ہے، کعب بن اشرف نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو اور آپ پر طعن کیا حالانکہ اس نے معاہدہ کر رکھا تھا کہ میں آپ کے خلاف تعاون نہیں کروں گا پھر مکہ چلا گیا تو کفر کے ساتھ اس نے نقض عہد کیا تو دھوکہ' نقض عہد مع کفر کی وجہ سے قتل کا مستحق ٹھہرا۔

دیگر لوگوں نے کہا حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب بن اشرف کے بارے میں کہیں بھی امان دینے کا ذکر نہیں کیا اور جس نے اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دی اس کے لیے کوئی امان نہیں

والنبی ﷺ انما قتله یوحی	نبی ﷺ نے اسے حکم ربانی پر قتل کیا
فصار قتله اصلاً فی هذا الباب	اور آپ کا یہ فیصلہ اس مسئلہ میں اصل قرار پایا

یہ کہنا غلط ہے

یہ کہنا غلط ہے کہ کعب کو دھوکا سے قتل کیا گیا، کسی آدمی نے یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کی تو انہوں نے اسے قتل کروا دیا

اسے شیخ زکی الدین عبد العظیم منذری رحمہ اللہ نے حواشی السنن میں ذکر کیا ہے

امام خطابی نے لکھا اس طرح کا عمل غیر معاہد کافر کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ ان پر رات اور صبح کے وقت اور غفلت کے اوقات میں حملہ جائز ہے کعب نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا وہ کفر کی وجہ سے قتل کا مستحق تھا باقی کسی مسلمان پر اچانک حملہ حرام ہے آپ ﷺ نے فرمایا

لایفتک مومن	مومن کسی دوسرے پر اچانک حملہ آور نہیں ہوتا
(سنن ابی داؤد، ۶۹:۶۸)	

تو جس کے لیے امان ہوگی اس پر اس طرح حملہ منع ہے اور کعب نے امان سے بغاوت اور نقضِ عہد کرلیا تھا

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن یامین کا کلام نقل کر کے کہا

ہم نے پیچھے جس طرح کعب بن اشرف کا دھوکہ' فراڈ' نقض عہد اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو' ان کے ساتھ عداوت اور طعن بیان کیا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ گفتگو نہایت غلط اور بدتر ہے کعب بن اشرف قتل کا مستحق تھا کیونکہ اس نے کفر کے ساتھ ساتھ' دھوکہ اور نقضِ عہد کرلیا تھا۔ یہ تمام ابن اشرف کا واقعہ اور اس کے متعلقات ہیں

(۱۹۳:۳)

وجوہ استدلال

اس واقعہ سے متعدد وجوہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ بخاری و مسلم میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ کعب بن اشرف کو کون سنبھالے گا کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے؟ یہاں علت' اذیت ہے اور جو بھی اذیت دے اور سامنے آجائے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اذیت کے کفر سے خاص ہونے میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ومنھم الذین یؤذون النبی — کچھ نے ان میں سے نبی کو اذیت دی

(التوبہ:٦١)

حدیثی علت کا تقاضا یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو اذیت دینے والا قتل کیا جائے گا

۲۔ جب واضح ہو گیا کعب کو اذیت دینے کی وجہ سے قتل کیا گیا یہی حال رکھنے والے دیگر کفار کا حکم بھی یہی ہوگا کیونکہ واحد پر بھی حکم' جماعت کا ہی ہوتا ہے

دونوں میں فرق

اس وجہ اور سابقہ میں یہ فرق ہے کہ پہلے کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم نبی کو اذیت دینے والے کا ہے خواہ مسلمان ہے یا کافر اور یہ نص سے علت کی بنا پر قیاس کے طور پر مستفاد ہے اور وہ قتل کعب ہے دوسری کا تقاضا یہ ہے کہ کعب کو اذیت دینے کی وجہ سے قتل کیا گیا لہٰذا جس کافر کا یہ حال ہوگا اس کے واحد کا حکم جماعت کا ہی ہوا کرتا ہے تو یہ مسلمانوں کی طرف حکم لانے پر خاموشی ہے بخلاف وجہ اول کے جو بول رہی ہے ہر صلح والے کافر کا یہ حکم ہے جس نے نبی علیہ السلام کو اذیت دی

۳۔ جب صلح والا کافر اذیت نبی کی وجہ سے قتل کیا جائے تو کافر ذمی کا قتل بطریق اولیٰ ہوگا کیونکہ ذمی نے احکامِ اسلامی کا التزام کر رکھا ہوتا ہے جبکہ صلح کا معاملہ ایسا نہیں اسی لیے پیچھے امام شافعی کی گفتگو میں اشارہ تھا کہ صلح والوں میں حکم کا اختیار ہے لیکن اہل ذمہ میں حکم لازم ہے اور آیت کا محل یہی ہے اور یہی صحیح ہے یعنی اہل ذمہ پر حکم لازم ہے جبکہ معاہدین اور صلح والوں کے لیے واجب نہیں، یہ وجہ پہلی دونوں کے ساتھ اس میں مشترک ہے کہ بخاری و مسلم میں اسی پر اکتفاء ہے اور حدیث میں علت اذیت کا ذکر ہے دوسری کے ساتھ کعب بن اشرف کے حال میں خاص طور پر اور صلح والوں میں جو اس حال پر ہو اس کے لیے بالا جماع حکم ثابت ہوگا ذمی کے حکم بطریق اولیٰ اس سے ثابت ہوگا اور مسلمان کے حکم پر خاموش ہے جیسے دوسری وجہ خاموش تھی

۴۔ یہ بخاری و مسلم پر کچھ اضافہ اور کعب بن اشرف کا تفصیلی حال جو بتاتا ہے کہ اس نے دھوکہ دیا، مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے ابھارا' ان کے مقتولین کا مرثیہ کہا' مسلمان خواتین پر اتہام بازی کی آپ اس کا عہد ٹوٹ گیا یا نہیں ٹوٹا؟ اگر نہیں ٹوٹا تو اس کا قتل حکمِ اسلامی کی وجہ سے بطور حد ہوگا کیونکہ

معاہدین میں اختیار ہے اور اگر عہد ٹوٹ گیا یہی درست ہے جیسا کہ اس پر محدثین ، اہل سیر اور امام شافعی نے تصریح کی ہے کلام فقہا بھی اسی پر دال ہے اگر یہ ذمی نہیں ہاں اہل صلح میں سے تھا اور فقہاء نے اگرچہ عقد ذمی کے نقض میں اختلاف کیا لیکن عقدِ معاہد کے نقض میں ان کا اختلاف نہیں کیونکہ صلح ، معاہدہ سے اضعف ہے بلکہ بلا اختلاف عہد کا نقض ہو جائے گا اور کعب بن اشرف کا یہی حال تھا لہٰذا اس کے نقض عہد میں اختلاف ہی نہیں اسی لیے اسے قتل کیا گیا تو واضح ہوا کہ دونوں صورتوں میں اس کے قتل پر کوئی اشکال نہیں البتہ دوسری صورت صواب ہے اور یہی امام شافعی سے منقول ہے

بعض کی رائے

بعض نے گستاخی کے سبب اس کے قتل سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ کعب بن اشرف کے ساتھ جو حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے کیا یہ شبہ امان کے قریب ہے اور اگر اس کا قتل بطور گستاخی نہ ہوتو ان کا یہ عمل جائز نہ ہوتا لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ یہ نہ امان ہے اور نہ شبہ امان، اس لیے کہ اس واقعہ میں کوئی اس پر دلالت نہیں ہے، ابن اشرف نے خود عہد توڑا اور حربی بن گیا اور حربی کو حکمت سے قتل کے لیے قابو کرنا جائز ہے یہ کوئی امان دینا نہیں تھا ہاں لازم قتل کا حصول ضرور تھا

صلح کا نقض

ہم نے کہا، صلح کا عہد گستاخی سے بلا اختلاف ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ذمہ کا درجہ نہیں رکھتا امام الحرمین نے اسی طرف اشارہ کیا' ہمارے مذہب میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہم نے ماوردی سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے لیکن یہ نہایت ہی بعید ہے کیونکہ قریش کا حضور ﷺ سے صلح

نامہ اس لئے ٹوٹ گیا تھا کہ قریش کے حلیف بنوبکر نے حضور علیہ السلام کے حلیف بنو خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا تھا اور اس کے گستاخی سے کم ہونے پر کوئی شبہ نہیں کیونکہ یہ مسلمان کو قتل کرنے کی طرح ہے اور یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی طرح نہیں اور

وقتل المسلم دون سبّ الرسول ﷺ — مسلمان کے قتل کا درجہ گستاخی رسول سے کم ہے

اس وجہ سے ذمہ میں اختلاف اقوی ہے، احناف کہتے ہیں کہ صلح قریش اس عمل سے ختم نہ ہوئی البتہ امام کو اختیار ہوتا ہے جب چاہے صلح ختم کر دے اور ان کو اطلاع دیدے یا اس طرح کرے کہ انہیں اس کا علم ہو جائے جو آدمی فتح مکہ کے واقعہ سے آگاہ ہے وہ اسے بعید محسوس کرے گا

کعب بن اشرف سے جو بصورت مرثیۂ کفار، مسلمانوں کے خلاف کفار کا ابھارنا اور مسلمان خواتین پر اتہام بازی افعال ہوئے یہ تمام گستاخی سے کم نہیں اور جو قائل ہے کہ گستاخی سے ذمہ ختم نہیں ہوتا اس کے نزدیک ان افعال سے بھی عہد ختم نہ ہوگا شیخ ابواسحاق نے النکت میں ذمہ کو امان پر قیاس کر کے لکھا

اس لیے کہ اس سے خونِ کافر محفوظ ہو جاتا ہے تو یہ گستاخی رسول سے امان کی طرح ٹوٹ جائے گا اگر امام ابوحنیفہ نقضِ امان میں ان سے موافق ہیں جیسا کہ قیاس اسی پر دال ہے (کیونکہ بحث ان کے ساتھ ہے) شاید وہ کہیں کعب کے لئے امان تھی نہ کہ صلح اس لیے گستاخی سے وہ ختم ہوگی اور شاید صلح قریش کے بارے میں کہیں کہ وہ قتال کی وجہ سے ختم ہوئی

اور اگر وہ کہیں کہ امان بھی اس سے نہیں ٹوٹتی (جیسا کہ میں نے بعض احناف کو اپنا یہی مذہب کہتے ہوئے سنا) تو قتلِ کعب کے ساتھ ان پر اشکال وارد ہوگا، ہاں وہ یہ

کہہ سکتے ہیں کہ اس کے لیے امان نہیں تھی اور وہ محارب تھا اور موادعت متارکہ ہے اس سے امان لازم نہیں ہوتی لیکن اہل سیر اور کلام شافعی سے اس کے خلاف ثابت ہے کعب کی صلح تھی اور اس کا عہد ختم ہو گیا اگر کوئی کہے اس کا عہد ختم نہیں ہوا لیکن اسے بطور حد قتل کیا گیا اور کعب کا معاملہ بھی یہی ہے تو اشکال سے محفوظ ہو جائے گا لیکن لوگوں نے کہا کعب کا عہد ختم ہو گیا تھا یہ کہنا کہ اس کا عہد نہیں ٹوٹا اور نہ ہی قتل کیا جائے یہ حدیث کے مخالف ہے

سوال۔ کعب کا قتل کفر کی وجہ سے تھا اور جس کافر کو دعوتِ اسلام پہنچ چکی اس پر اچانک حملہ آور ہونا جائز ہے کعب معاہد نہیں محارب تھا اس لیے اس سے دیگر کفار کی طرح قتل کیا گیا زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ اس نے اذیت میں مبالغہ کیا اس لیے اس کے قتل میں اختیار تھا تا کہ اس کے شر سے محفوظ رہا جا سکے جیسا کہ سربراہ کو بعض قیدیوں کے قتل کا اختیار ہوتا ہے

جواب۔ اس کا محارب قرار دینا محدثین اور اہل سیر کی اس نقل کے خلاف ہے کہ وہ معاہد تھا اور اس سے صادر ہونے والے افعال سے اس کا عہد ختم ہوا اس سے ان کا رد بھی ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ صلح گستاخی سے ختم نہیں ہوتی اور اس کا محض کفر کی وجہ سے قتل ہونا یہ بھی بلاشبہ درست نہیں کیونکہ جن کفار میں اس والی بات نہ تھی انہیں اس طرح قتل نہیں کیا گیا

ایک معاملہ

ایک معاملہ باقی ہے کہ کعب سے یہ چند امور صادر ہوئے اس کا حضور ﷺ پر کفار کو قتال پر ابھارنا، اس سے شر عظیم کے حصول کی توقع، مسلمان خواتین کے خلاف بکواس اور مشرک مقتولین کا مرثیہ اگر یہ چیز ہی کسی اسیر سے صادر ہوتیں تو اس کے قتل

مصلحت کی وجہ سے لازم ہوتا کیونکہ اسے غلام بنانا مفید نہیں، اس پر احسان فدیہ لینا اس کے شر میں اضافہ ہے پھر اس کے افعال جانتے ہوئے اسے دارالحرب واپس کرنا اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے تو سوائے قتل کے کوئی صورت نہیں جیسا کہ اسیر کو متعین مصلحت کی بنا پر قتل ہی کیا جائے گا اور یہاں قتل کفر کی وجہ سے ہوگا، قتل کعب میں اس وجہ کا بھی احتمال ہے اور خصوصاً گستاخی کا بھی احتمال ہے اگر سبب گستاخی ہو تو اس میں نقض عہد کا بھی احتمال ہے اور عدم نقض کا بھی

تین احتمالات

تو قتل کعب میں یہ تین احتمالات ہیں ہاں اس کا خون قطعی طور پر حلال تھا

۱۔ عہد نہ ٹوٹا اور قتل کا سبب گستاخی تھا

۲۔ عہد بھی ٹوٹ گیا اور گستاخی کے سبب قتل ہوا کیونکہ یہ سابقہ گستاخی کی وجہ سے قتل کا مستحق تھا جیسا کہ نقض سے پہلے زنا سابقہ کی بنا پر اسے رجم کیا جانا ہے یہی حال ہوتا اگر وہ ذمی ہوتا

۳۔ نقض عہد ہو گیا اور کفر کے سبب قتل کیا جیسا کہ پیچھے تفصیل آ چکی ہے

کعب میں ان تین احتمالات کے علاوہ کوئی احتمال نہیں تو اول احتمال امام شافعی، خطابی اور دیگر محدثین و اہل سیر کے مخالف ہے ہاں احتمال ہے کہ کوئی قول کرے

جنہوں نے تصریح کی کہ کعب کا عہد ختم ہو گیا انہوں نے اپنے استنباط کو تحریر کر دیا ورنہ حضور ﷺ نے اس پر نہ تصریح فرمائی اور اس کے نہ ہی نقض عہد پر اشارہ کیا ہمکن ہے اس کا قتل گستاخی کی وجہ سے ہو لیکن عہد باقی رہا ہو لیکن اس کے محتمل ہونے میں شک نہیں لیکن ان اشیاء کے صدور کو لزوم نقض عہد پر دلیل بنانا بعید ہے، اس قول کی وجہ بھی کوئی نہیں کہ کعب کا عہد نہیں ٹوٹا' اب احتمال ثانی وثالث میں تردد

رہ جاتا ہے اور وہ دونوں متقارب ہیں لیکن دوسرے کو تیسرے پر ترجیح ہے اور اس پر دلیل بخاری و مسلم کی ثابت روایت میں علت ہے اور وہ اذیت ہے اور اہل سیر سے بھی اس کی تائید ملتی ہے

علاوہ ازیں امام شافعی کا کہنا اس کا عہد ختم اور قتل کیا جائے یہ ثانی اور ثالث دونوں میں مشترک ہے ہاں ان میں فرق ہے کہ احتمال ثانی میں قتل بطور ایک حد لازم ہوگا اور سربراہ کو کوئی اختیار نہیں ہوگا البتہ حضور ﷺ کو اختیار تھا کیونکہ یہ آپ کا حق ہے اس وقت قتل کعب اور دیگر کا ترک اسی پر محمول ہے تیسرے احتمال کی صورت میں یہ کہنا ممکن ہے کہ سربراہ کو اختیار ہے جیسا کہ نقض عہد والے میں اسے اختیار ہوتا ہے اگر مصلحت قتل میں ہو تو قتل اور اگر بعد توبہ اور تعزیز باقی رکھنے میں مصلحت ہو تو اسے اختیار کر لیا جائے اور یہ کہنا بھی ممکن ہے سربراہ کو اس میں اختیار نہیں کیونکہ اسے وہاں اختیار ہوتا ہے جہاں کفر کے ساتھ دوسری چیز نہ ہو یہاں تو گستاخی بھی ہے اور وہ کفر در کفر ہے جس پر اسے چھوڑا نہیں جا سکتا لہٰذا قتل ہی ہے ہاں اگر مسلمان ہو جائے تو پھر قتل نہیں

اس پر دلیل

اس پر دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم دیا جیسا کہ حدیث میں واضح موجود ہے اور امر لزوم و وجوب کے لیے ہے اور اس کے مثل دوسرے لوگوں کا حکم بھی یہی ہوگا

سوال۔اس کے قتل کا حکم اسی حکم قتل کی طرح ہے جو قیدیوں میں سے کسی کے لیے اختیار کیا جائے

جواب۔قیدیوں کے بارے میں ثابت ہے کہ ان میں سے بعض پر احسان کیا جا سکتا

ہے لیکن ایسے لوگوں کے لیے ہرگز ثابت نہیں کہ ان پر کفر کے باوجود احسان کیا جائے لہٰذا قتل ہی لازم ہے اور ان میں حضور ﷺ کا طریقہ و معمول یہی ہے اور آپ ﷺ کا فرمان ہے تم پر میرا طریقہ اور میرے بعد خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے

الغرض قتل کعب میں دو معانی ہیں

۱۔ کفر کی وجہ سے اس کے قتل کا اختیار تھا جیسا کہ سربراہ کو قیدیوں میں سے کسی کے قتل کا اختیار ہوتا ہے

۲۔ اس کا قتل اذیت کی وجہ سے تھا اس کی تائید حدیث سے ہو رہی ہے اور یہ دونوں میں اقویٰ اور ارجح ہے واللہ اعلم اسی لیے امام شافعی نے اس پر اعتماد کیا

ایک اہم نکتہ

پہلے ذکر آیا کہ آپ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا

فانه قد اذی الله ورسوله — اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی

یہاں علت اذیت بیان ہوئی لیکن یہ قتل کعب کی علت ہے لیکن یہ اس کی اذیت خاص تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے قتل کا حکم دیا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مسمیٰ ایذا موجب قتل ہے؟ اور تعلیل میں اس کا تقاضا موجود نہیں

اس کا یہ جواب کہ یہاں خاص اذیت کا اعتبار ہے، اگر ہم اس کو مانیں تو باب قیاس باطل ہو جائے گا حالانکہ ہم علل مانتے ہیں خواہ شارع کی تصریح میں معین ہو یا اس میں اشارہ ہو یا اس پر حکم کا مدار ہو، ممکن ہے حضور ﷺ کا قتل جائز کے لیے علت بنایا نہ کہ قتل واجب کے لیے، اس کا جواب پہلے گزرا جب معلوم ہے کہ آپ

ﷺ نے اس وجہ سے قتل کروایا اور اذیت سبب قتل ہے تو اس صورت میں سقوطِ قتل اور کسی اور عمل میں اختیار پر دلیل نہیں ہے

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ کافر حربی جس کے لیے بالکل عہد نہیں ہوتا اگر گستاخی کرے اور سربراہ کے قبضہ میں آجائے تو وہاں اختیار نہیں بلکہ قتل ہی لازم ہے ہاں اگر مسلمان ہو گیا تو پھر قتل ساقط جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کیا تم نہیں جانتے بدر کے دن آپ ﷺ نے شاعر ابوعزہ پر احسان کیا وہ مکہ چلا گیا اور وہاں غلط باتیں کی دوبارہ آکر اس نے احسان مانگا تو آپ نے نہ کیا، فرمایا تو کہتا پھرتا ہے میں نے محمد کو مسخر کر لیا ہے اب تو یہ مکر باتیں نہیں کر سکے گا پھر فرمایا

لایلدغ المؤمن من حجر مرتین　　مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا　(المغازی، ۱:۱۱)

اور اس کے قتل کا حکم جاری فرمایا

تو یہ (واللہ اعلم) اختیار محض کفر میں ہوتا ہے جس کے ساتھ کوئی اور نہقی نہ ہو تو اس کا تقاضا ہوتا کہ قیدیوں میں قتل ہی ہو البتہ اگر وہ اسلام لے آئیں اگر چہ اس سے کچھ کے علاوہ پر قتل ہمارے مطالعہ میں نہیں

ابوالعباس بن تیمیہ حنبلی نے اس کا ذکر کیا اور لکھا متقدمین اور متاخرین کی بعض جماعتوں (ان کے حامی) نے کہا یہ گستاخی وغیرہ ناقض عہد ہیں اور اس میں قتل ہی ہے جیسا کہ اس پر کلام امام احمد دال ہے ان میں سے کچھ نے کہا سربراہ کو ذمی ناقضین عہد کے بارے میں اختیار ہوتا ہے جیسا کہ اسے قیدیوں کے بارے میں ہے قتل، غلام، احسان اور فدیہ، اور گستاخ کو انہوں نے ناقضین میں شامل کیا تو گستاخ اس کلام کے عموم و اطلاق کے تحت داخل ہوگا اور یہ کہنا لازم ہوگا کہ اس میں دیگر کی

طرح سربراہ کو اختیار ہے لیکن ان کے آئمہ محققین مثلاً ابویعلیٰ نے اپنی کتب میں یہ کلام نقل کر کے کہا

التخيير في غير سابّ الرسول ﷺ	اختیار حاکم ،گستاخ رسول ﷺ کے
اما سابه فانه يتعين قتله	علاوہ میں ہے گستاخ میں متعین قتل
وان كان غيره كالاسير	اگرچہ اس کے علاوہ کا حکم قیدی والا ہے

تو اس صورت میں یا تو قتل کے بارے میں اختلاف منقول ہی نہیں کیونکہ انہوں نے مطلقاً تخییر کی بات کر کے کہا گستاخ کے لیے قتل ہی ہے، اس مسلک کے سربراہ لوگوں نے گستاخ کے مستثنیٰ ہونے پر تصریح کی یا ضعیف وجہ منقول ہے

(الصارم المسلول:۲، ۴۶۹)

ابن تیمیہ کا رد

مگر جواب یہ ہے کہ اختلاف منقول ہی نہیں کیونکہ مطلقاً قول کرنے والوں کی طرح مخالفت کی نسبت یقین کے بغیر نہیں کی جاسکتی اور جب اطلاق کے تقیید پر دلیل قائم ہو تو پھر اس کی اتباع اور اسی پر اکتفا لازم ہو جاتا ہے

ابن تیمیہ نے لکھا اصحاب شافعی کا بھی اختلاف ہے بعض نے کہا گستاخ قطعاً قتل کیا جائے ہاں اس کے علاوہ میں اختلاف ہے، بعض نے کہا گستاخ دوسرے ناقضین عہد کی طرح ہی ہے، ان کے دو اقوال ہیں

ا۔ اضعف یہ کہ اسے دارالحرب بھیج دیا جائے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا قتل جائز ہے اور یہ قیدی کے حکم میں ہوگا سربراہ وقت قتل، غلام، احسان یا فدیہ میں سے امت کے حوالہ سے جو بہتر سمجھے اس پر عمل پیرا ہو

(الصارم،۲: ۳۶۹)

ابن تیمیہ کا تصرف

ہم نے کلام شوافع میں ایسی تصریح نہیں دیکھی ،ابن تیمیہ نے ان کے مقتضائے کلام سے اخذ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اصحاب شوافع کے کلام میں تصرف کیا ہے، صواب یہی ہے کہ گستاخ کی سزا میں اختلاف نہیں اگر چہ مطلقاً قول کرنے والوں کے ہاں گستاخ اور دیگر ناقضین عہد میں برابری ہے اور ہم اس کلام کو لیں گے جس میں گستاخ کے قتل کا حکم ہے

پھر یہ تمام گفتگو ذمی اور معاہد ناقض میں ہے، رہا حربی جس کے لیے کوئی عہد نہیں اور اسے گستاخی کے بعد گرفتار کیا گیا یا قید میں اس نے گستاخی کی یہی وہ ہے جس کے بارے میں ہم نے کہا کہ اسے قتل ہی کیا جائے گا اور ہم نے اسے منقول نہیں پایا اسی طرح گستاخ حربی کو امان دینا جائز نہیں اگر کسی نے امان دی تو وہ درست نہ ہوگی اسی سے اس کا جواب بھی آجاتا ہے جس (ابن تیمیہ) نے کہا حضرت ابن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں کے افعال سے شبہ امان پیدا ہوتا ہے اگر ہم اسے امان تسلیم بھی کر لیں تو باطل ہوگی جو مانع از قتل نہیں

آپ ﷺ کا فرمان مبارک **اذا امنک الرجل علی دمہ فلا تقتلہ** اور اس کے علاوہ احادیث مبارکہ کا محل ایسے افراد ہونگے جو حد یا قصاص کی بنا پر مستحقِ قتل نہ ہوں، گستاخ کا قتل بطور حد ہے اس سے عمومِ علت کو حفاظت حاصل ہوگی اور اذیت استحقاق قتل کا موجب ٹھہری خواہ وہ کسی مسلمان سے ہو یا ذمی سے یا معاہد سے ہو یا مستامن سے یا حربی سے جبکہ وہ گرفتار ہو اور اسلام نہ لائے ،بعض فقہاء کے اس کلام سے دھوکہ نہ ہو کہ حربی سے احکام متعلق نہیں ہوتے ان کی مراد یہ ہے کہ جب وہ مسلمان ہو جائے تو قتل ساقط ہو جائے گا

سوال۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک اہل صلح پر حدو زنا و شراب جاری نہیں ہوتی حد سرقہ و محاربہ میں دو اقوال ہیں اصح عدم وجوب ہے جب محاربہ میں یہ صورت حال ہے اور یہ حق آدمی ہے تو اب قتل گستاخ کی بات کیسے ہوگی اس لیے کہ اگر حق آدمی ہے تو محاربہ والا حکم اور اگر اللہ تعالیٰ کا حق ہے تو حد زنا کی طرح معاملہ ہوگا؟

جواب۔ سرقہ میں قطع، محاربہ اور زنا میں حدود کا نفاذ اور یہ امور فرعیہ ہیں، رہا معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور قرآن تو ان پر طعن، دین پر طعن ہے ان حقوق اللہ میں (جو فروع شرعیہ ہیں) اگر حدود کا نفاذ نہیں ہوتا تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے اصل دین پر طعن پر بھی حدود کا نفاذ نہ ہو، اللہ رب العزت کا فرمان ہے

وان نكثوا ايمانهم من بعد	اگر انھوں نے حلف کے بعد عہد شکنی کی
عهدهم وطعنوا في دينكم	اور تمہارے دین پر طعن کیا تو کفر کے
فقاتلوا ائمة الكفر	سرداروں سے قتال کرو

(التوبہ:۱۲)

تو جس طرح دین پر طعن پر خاموشی وصبر نہیں اس طرح گستاخ پر خاموشی جائز نہیں تو بلاشبہ گستاخی قتل کی موجب ہے خواہ یہ معاہد سے ہو یا مستامن سے یا کسی اور سے کیونکہ اس میں دین پر طعن اور تمام مسلمانوں کے لیے ضرر اور مسلمانوں کو غصہ دلانا ہے، حضرات انبیاء علیہم السلام کے نقص بیان کرنا، اہل فتنہ وگمراہی کو خوش کرنا ہے اس کا درجہ زنا، سرقہ اور محاربہ کی طرح نہیں، یہ تو ایسے امور ہیں جن کا تعلق کسی ایک فرد سے ہے بلکہ یہ تو اس کفر کی طرح نہیں جس کا اسے نقصان ہو اور نہ یہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت وعزت پر حملہ ہے اور نہ ہی ضعیف ایمان والوں کو شک میں مبتلا کرنا ہے؟

جب ثابت ہو گیا کہ گستاخی استحقاقِ قتل کی موجب ہے خواہ وہ معاہد ہے یا

حربی تو ذمی کے لیے یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت کیونکہ اس نے اجراء احکام اسلام کا التزام کر رکھا ہے اس سے امام شافعی کا واقعہ کعب بن اشرف سے استدلال آشکار ہو گیا اگر چہ وہ ذمی نہ تھا اور نہ ہی اس کا ذمہ تھا کیونکہ مدینہ اور اس کے نواع کے یہود پر جزیہ نہیں تھا فقہاء وکرام جزیہ والے پر بھی عقد ذمہ کا اطلاق کرتے ہیں تو یہود مدینہ بقول ان کے اہل صلح ہوں گے نہ کہ اہل ذمہ

حد بندی محل نظر ہے

علاوہ ازیں ہمارے نزدیک ذمی کے لیے یہ حد بندی (ادا جزیہ) میں اعتراض ہے کیونکہ جزیہ کا حکم سورۂ برات میں آیا جو نازل ہونے والی آخری سورت ہے بلکہ علماء نے تصریح کی آیت جزیہ غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی اور یہ نو ہجری اور آخری غزوہ ہے تو تمام یہود اس سے پہلے بغیر جزیہ تھے لیکن ان کے بعض احکام مثلاً مسلمانوں کو اذیت نہیں دیں گے کے التزام میں کوئی شبہ نہیں

ذمہ کا معنی

ذمہ کا معنی ہی التزام ہے جب انہوں نے اجراء حکام مان لیے اور ہم نے ان کے دفاع کی ذمہ داری لے لی تو ذمہ کا انعقاد ہو گیا اگر چہ جزیہ نہ تھا جو کہ اس وقت مشروع نہ تھا' فقہاء کے کلام کو نزول حکم کے بعد پر محمول کر لیا جائے گا یعنی اس کے بعد جزیہ کے بغیر ذمہ کا انعقاد نہ ہو گا جب تم یہ جان چکے تو یہود مدینہ بغیر جزیہ ذمی تھے اب واقعہ کب بن اشرف اس کے ذمی ہونے اور نقض عہد پر تصریح ہے اور پھر امام شافعی سے ہم نے نقل کیا اس سے یہود مدینہ کا اہل صلح ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ اہل ذمہ ہونا پھر کعب بن اشرف کا گھر عوالی مدینہ میں تھا جیسا کہ پہلے آیا اور عوالی، مدینہ سے خارج وتابع ہے ظاہر یہی ہے کہ وہاں کے یہود بھی یہود مدینہ کے حکم میں ہی ہوں گے

ہمارے اصحاب نے کہا اہل صلح جب صلح توڑ دیں گے اگر وہ اپنے شہر و علاقہ میں ہیں تو ان پر اچانک حملہ جائز ہے اور اگر وہ امان یا صلح سے ہمارے ہاں ہیں تو پھر اچانک حملہ درست نہیں' اگر چہ عہد ختم ہو گیا ہاں انھیں دارالحرب میں واپس کر دیا جائے، امام رافعی نے دونوں قاضی ابن کج اور رویانی وغیرہ سے اسی طرح نقل کیا (فتح العزیز:۹۵۴۹)

ذمی جب نقض کا مرتکب ہو تو دو اقوال ہیں

ا۔اسے دارالحرب واپس کر دیا جائے

۲۔اصح یہی ہے جیسا کہ التہذیب وغیرہ میں ہے کہ ایسا نہیں بلکہ امام کو اختیار ہے چاہے قتل' غلام' احسان یا فدیہ لے، کعب بن اشرف میں ان میں سے کچھ بھی نہیں اس نے نقض عہد کیا مکہ دارالحرب میں چلا گیا اور واپس عوالی بغیر امان آیا

لہذا کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا حکم ان منافقین اہل ذمہ کا ہے جو ہمارے قبضہ میں دارالحرب جانے سے پہلے ہیں نہ یہ کہ اس کا حکم ان اہل عہد کا ہے جو امان سے ہمارے ہاں آئے لہذا اس پر رات کو اچانک حملہ کرنا جائز اور یہ واحد قول ہی ہوگا کیونکہ یہ عوالی میں تھا اور وہ حکم مدینہ میں نہیں یا حکم مدینہ میں ہے (صحیح یہی ہے) لیکن وہ دارالحرب سے واپس آیا تو ناقض عہد تھا اور پھر اس نے امان بھی حاصل نہ کی لہذا اس کے قتل میں ہرگز کوئی اشتباہ نہیں

اگر ہم تسلیم کر لیں، ابن اشرف صرف حربی تھا نہ عہد تھا اور نہ امان تو اس کا قتل پھر بھی جائز تھا جیسا کہ دعوت کے بعد دیگر کفار کا قتل جائز ہے، حدیث میں بیان کردہ علت اذیت بتا رہی ہے کہ قتل محض کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہوا تو اب یہ دلیل بن گئی کہ اگر یہ حربی سے بھی سرزد ہو تو وہ قتل کا مستحق ٹھہرے گا یہ اس لئے کہہ

رہا ہوں کہ کعب اور دیگر یہود مدینہ کے بارے میں ثابت، امر اہل صلح ہونا ہے اور یہ امام شافعی کا قول ہے اور اس کا معنی بتا رہا ہے اس سے عقد امان لازم نہیں آتا البتہ وہ احکام محاربہ پر ہونگے ہاں ان پر حملہ نہیں ہوگا اور یہ ہمارے اس مقصود کے خلاف نہیں کہ شارع نے اذیت پر قتل کو مرتب کیا بلکہ یہ چیز تو ہمارے مقصود کی تائید کر رہی ہے

پہلے ہم نے رویانی اور ماوردی سے نقل کیا کہ معاہد سے رسول کی گستاخی ہوئی یا قرآن کی اگر اعلانیہ ہو تو اسی وقت صلح ختم اور حاکم کے اعلان پر موقوف نہیں اور اگر خفیہ تھی تو یہ خیانت کی طرح ہے لہذا امام کو اختیار ہے کہ نقض عہد کر سکتا ہے، کعب بن اشرف کی گستاخی تو اعلانیہ تھی اس لئے وہ ناقض عہد ٹھرا اور اس پر اچانک حملہ کرنا جائز تھا

سوال۔ سابقہ روایات کا تقاضا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو کعب ابن اشرف کے حالات سے آگاہ کیا، ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مطلع کیا تو آپ نے قتل کا حکم دیا اور یہ چیز اس کے علاوہ میں نہیں

جواب۔ ہم ظاہری اسباب پر احکام کے پابند ہیں، حضور ﷺ نے امور باطنی پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی اگر چہ آپ ﷺ کو اس بارے میں وحی حاصل تھی بلکہ ظاہری اسباب کو شریعت میں معتبر رکھا، کیا تمہیں علم نہیں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے منافقین کے احوال سے باخبر ہونے کے باوجود آپ نے انھیں قتل کا حکم نہیں دیا کیونکہ گواہ موجود نہیں یا اقرار نہیں جو بطور حجت شرعی ہیں اس کے علاوہ بھی ترک قتل کی علت بیان ہوئی مثلاً فرمایا

لا یتحدث الناس ان محمدًا یقتل اصحابہ	لوگ یہ باتیں نہ کریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو مروا دیتا ہے

ہماری گفتگو سے معلوم ہوگیا واقعہ ابن اشرف سے استدلال اس کے معاہد ہونے پر

موقوف نہیں بلکہ خواہ وہ حربی ہو یا نہ ہو اس سے استدلال صحیح ہے اور اس حدیث میں مذکورہ علت بھی ساتھ رکھی جائے گی

پیچھے گزرا کہ منقول ہے حضور ﷺ نے آمد مدینہ کے وقت ابن اشرف کے قتل سے پہلے صلح نامہ تیار کروایا پھر اس کے قتل کے بعد دوبارہ تحریر کروایا کیونکہ ابن اشرف نے نقض عہد کیا اور وہ لیڈر تھا اور بڑے کا نقض اپنے متبعین کے حوالہ سے بھی ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس کے اتباع سے نہ نکل چکے ہوں یا اس لئے کہ انھوں نے بھی نقض عہد کیا تھا جیسے کہ پہلے روایات اور ان کا قول گزرا ان کے ہاں سوائے عداوت نبی کے کچھ نہ تھا، ان دونوں صورتوں محیضہ بن سنینہ کا قتل بھی مستنبط ہے کیونکہ اس کا نقض مذکورہ دو صورتوں سے بلکہ تیسری صورت سے بھی ہے کیونکہ قتل بن اشرف پر اس کا معاون بنا تو اس سے بھی یہ نقض ٹھہرا اور آپ ﷺ نے فرمایا

من وجد تموہ من رجال یہود فاقتلوہ — یہود میں سے جس کو پاؤ اسے قتل کر دو

یہ بھی ان کے نقض عہد پر دلیل ہے

۲۔ دلیل ثانی، یہودی ابورافع بن ابی الحقیق کا قتل

امام ابن اسحاق کہتے ہیں میں امام زہری نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر جو کرم نوازی کی ہے ان میں سے ایک یہ تھی کہ انصار کے دونون خاندان اوس اور خزرج آپ کی خدمت کے لئے ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش کرتے، جب ایک کوئی کام کرتا تو دسرا بھی اس کی مثل سرانجام دینے کی کوشش میں رہتا، جب اوس نے ابن اشرف کو قتل کیا تو خزرج نے بھی ایک آدمی کا تذکرہ کیا جو رسول اللہ ﷺ کی عدوات میں اس کی مثل تھا اور وہ

خیبر میں ابن ابی الحقیق تھا انھوں نے اس کے قتل کی آپ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی

اس کے قتل کا واقعہ بخاری میں معروف ہے ہم نے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا کیونکہ اس میں ہے کہ ابورفع، ابن اشرف کی ہی طرح تھا ابن اسحاق کے علاوہ نے لکھا کہ حجاز میں ہی قلعہ کے اندر رہتا تھا

(البخاری، ۴۰۳۹)

اگر تو یہ ابن اشرف کی طرح اہل صلح سے تھا تو استدلال بھی اس کی مثل ہوگا ورنہ علت اذیت کی بنا پر سزا دے دی گئی

۳۔ دلیل ثالث، یہودی ابوعفک کا قتل

یہ واقعہ اہل سیر نے نقل کیا ہے اگر چہ تنہا اس سے استدلال درست نہیں ہاں اسے واقعہ کعب ابن اشرف کی تائید بنایا جاسکتا ہے، شیخ واقدی نے اپنی سند سے نقل کیا بنوعمر بن عوف میں ایک بوڑھا تھا جسے ابوعفک کہا جاتا، جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور اسلام نہ لایا اور حضور ﷺ کی دشمنی پر لوگوں کو ابھارتا جب آپ بدر سے فتح ونصرت الٰہی پا کر پلٹے تو اس نے حدو بغاوت کی اور یہ اشعار کہے

قد عشت [حيناً]وما ان أرىٰ — من الناس داراًولا مجمعا
أجم ّعقو لاً و آتىٰ الىٰ — منيب سراعاًاذا مادعا
فسلبهم أمرهم راكب — حراماًحلالاًلشتّى معا
فلو كان بالملك صدّقتم — وبالنصر تابعتم تبّعا

حضرت سالم بن عمیر (جو بنونجار سے اور غزوہ تبوک میں عدم شرکت پر رونے والے

تھے)انھوں نے قسم اٹھائی اسے میں قتل کروگا، یا خودنہیں رہوں گا وہ انتظار میں رہے حتی
کہ ایک رات روشن آئی گرمی کے موسم میں ابوعفک بنوعمرو کے میدان میں سویا تھا،
حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر تلوار ماری جو ستر تک چلی گئی اللہ کا دشمن
چیخا لوگ اکھٹے ہو گے قبر کھودی اور دفن کر دیا اور کہا اگر ہم قائل جانتے تو اسے قتل کر
دیتے، یہ قتل ہجرت کے سولہ ماہ بدر کے بعد اور کعب بن اشرف کے قتل کے کچھ دنوں
بعد ہوا جن لوگوں نے اس کے یہودی ہونے کی تصریح کی ہے ان میں ابن سعد بھی
ہیں

(الطبقات،۲: ۲۸)

اور پیچھے گزرا تمام یہود مدینہ اہل صلح تھے یہ اس پر دلیل پہے کہ جب یہودی اہل صلح
گستاخی کرے تو اچانک ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے اور اس عبادت کی نذر مانی جا سکتی ہے
اور یہ صحابہ کے ہاں معروف عمل تھا

۴۔ دلیل رابع ، واقعہ انس بن زنیم دیلی

اہل سیر نے لکھا، انس بن زنیم دیلی (جو قریش کے ساتھ آپ ﷺ سے صلح
میں شریک تھا) نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی ،قبیلہ خزاعہ کے نوجواں نے سنی تو اس
نے حملہ کر کے زخمی کر دیا ،اب دونوں قبیلوں کے درمیان لڑائی بھڑک اٹھی ،خزاعہ کے
لوگوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کی درخواست کی اور یہ قصیدہ پڑھا
جس کا پہلا شعر یہ ہے

لا هم انی ناشد محمد ا حلف بينا و ابيک الا تلدا

قصیدہ سے فارغ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بن زنیم دیلی نے آپ کی ہجو کی ہے تو
آپ ﷺ نے اس کا خون مباح فرمادیا، جب انس ابن زنیم کو اطلاع پہنچی تو

آپ ﷺ سے معافی مانگنے کے لئے اس نے قصیدہ لکھا اس کا اول شعر یہ ہے

انت الذی تهدی عبد بامره   بل الله یهدیها وقال لک اشهد

جس کے یہ اشعار بھی ہیں

فما حملت من ناقة فوق رحلها   أبّر و أو فیٰذمّه من محمّد

تعلّم رسول الله أنّک قادر   علیٰ کل سکنٍ من تهام ومنجد

تعلّم رسول الله أنّک مدرکیی   وأن وعیداً منک کالأخذ بالید

ونبّیی رسول الله أنّیی هجوته   فلا رفعت سوطیی الیّی اذاً یدی

سویٰ أننیی قد قلت یا ویح فتیةٍ   اصیبوا بنحسٍ یوم طلق وأسعد

فانّیی لا عرضاً خرقت ولا دماً   هرقت ففکّر.عالم الحّق.واقصد

وتعلم أن الرّکب رکب عویمرٍ   هم الکاذبون المخلفو کلّ موعد

نوفل بن معاویہ دیلی کے ذریعے یہ قصیدہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ تو تمام سے بڑھ کر معاف فرمانے والے ہیں، ہم میں کوئی بھی آپ کو اذیت دینے کی سوچ بھی نہیں سکتا، ہم جاہلیت میں تھے ہم نہیں جانتے تھے کیا عقائد واعمال ہونے چاہیں اور کیا نہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطے سے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں ہلاکتوں سے نجات عطا فرمائی، ان لوگوں نے آپ کے ہاں کذب بیانی سے کام لیا ہے فرمایا ان آنے والوں کو چھوڑ دو فرمایا

ہم نے تہامہ میں خزاعہ سے بڑھ کر کوئی قریبی رشتہ دار یا بعید اچھا نہیں پایا اس پر نوفل خاموش ہو گیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ میں نے اسے معاف کر دیا، نوفل نے کہا حضور آپ پر میرے والدین فدا ہوں   (المغازی، ۲:۷۸۹)

اگر یہ واقعہ (صحیح ہے) تو یہ سب سے قوی دلیل ہے بلکہ اس میں اس پر دلیل ہے کہ قتل

فقط اسلام سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ معافی ضروری ہے کیونکہ ظاہراً قصیدہ انس ابن زنیم کے اسلام پر شاہد ہے اور بوقت ہجو صلح والوں میں سے تھا، سفارش کرنے والا نوفل نقض عہد کر کے پھر اسلام لایا تھا تو اب وہ شفیع بنا، جس سے معلوم ہو رہا ہے گستاخی نقض عہد سے اعظم ہوتی ہے، ناقض، اسلام لے آئے تو وہ محفوظ ہو جاتا ہے لیکن گستاخ اسلام لانے کے باوجود محفوظ نہیں ہوتا اس لئے آپ ﷺ نے خزاعہ پر حملہ آور قبیلہ ابوبکر کے کسی آدمی کا خون مباح قرار نہیں دیا، ہاں خزاعہ کو ان کے خلاف جنگ کی اجازت دے دی اور معین شخص کو مباح الدم قرار دیا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئے اور معافی مانگ لی باوجودیکہ ان کا عہد، ترک جنگ اور صلح تھا نہ کہ عقد ذمہ وجزیہ، اہل صلح کو اپنے شہر میں برائی کی اجازت نہیں تو جب اس معاملہ میں اس پر مواخذہ ہے تو ذمی پر بطریق اولیٰ ہوگا، یہ واقعہ بلاشبہ معاہد، گستاخ کے قتل پر شاہد و دلیل ہے

لیکن جب وہ اسلام لے آئے تو ہم اس سے سقوط قتل کو مختار سمجھتے ہیں، اور اس واقعہ میں سوال معافی کو قبول توبہ پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی قبول توبہ کا معاملہ ہے جب وہ تبوک میں پیچھے رہے تھے تو باوجود ندامت وصداقت کے پچاس دنوں تک ان کا معاملہ موخر رہا جیسا کہ تفصیل گزری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قبول توبہ متحقق ہو جائے، اس طرح یہاں بھی حضور ﷺ کا قبول توبہ فرمانا مقصود تھا اور یہی یہاں مقصود ہے، اس پر کوئی تصریح نہیں کہ اگر آپ نے معاف نہیں کیا تو اسلام کے بعد بھی قتل کر دیا، بلکہ ممکن ہے اسے قتل کے علاوہ کوئی سزا ہوئی یا محض اعراض فرمالینا ہی سزا ہے اور وہ مومن کیسے خوش ہو سکتا ہے جب حضور اس سے راضی نہ ہوں بخلاف کافر حربی اور اس کے علاوہ کے ساتھ عہد توڑنے والا مثلاً قتال وغیرہ کیونکہ محض اسلام کی وجہ سے اس کے درپے نہ ہوا جائے

کیونکہ اس کا دین کفر اور محاربہ تھا اور وہ اسلام کے ساتھ زائل ہو گیا لیکن گستاخ کا گناہ کفر سے کہیں زائد ہے

۵۔ دلیل خامس

ایک جماعت علماء نے (جس میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں)اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ امام ابوداود نے سنن کے باب، الحکم فمن سب النبی ﷺ میں امام شعبی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی عورت کے حوالہ سے نقل کیا، اس نے حضور ﷺ کی گستاخی کی، ایک آدمی نے اس کا گلا دبایا حتی کہ وہ مر گئی

فا بطل رسول الله ﷺ دمها — تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دے دیا (سنن ابی داود، ۴۳۶۲)

امام احمد نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا، ایک نابینا مسلمان تھا جو یہودی عورت کی پناہ میں تھا، وہ اسے کھلاتی اور اس سے حسن سلوک کرتی لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کو برا کہتی اور اذیت دیتی، ایک رات مسلمان نے اس کا گلا دبا دیا اور وہ مر گئی صبح رسول اللہ ﷺ سے ذکر ہوا تو لوگوں پر گراں گزرا، اس نابینا نے پوری بات بیان کی تو آپ ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دیا (احکام اہل الملل، ۲۰۷)

سماع شعبی از سیدنا علی رضی اللہ عنہ

اس کی سند کی صحت و اتصال میں شبہ نہیں البتہ امام شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع کا معاملہ اختلافی ہے اس میں شبہ نہیں انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور پایا کیونکہ ان کی ولادت بقول شیخ ابن نجویہ (۴۲۸) خلافت فاروقی کے چھٹے سال ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

وصال کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی، امام شعبی کی وفات کے بارے میں اکثر اقوال اسی پر دال ہیں کیونکہ ان کا وصال ایک سو دو میں بیاسی سال کی عمر میں ہوا، اس میں دیگر اقوال بھی ہیں، ایک یہ ہے کہ ان کا وصال ایک سو چھ یا سات میں ہوا اور ان کی عمر ستر سال تھی، اس صورت میں انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے دس سال پائے لیکن مشہور اول قول ہے

ہر قول پر ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پانا متحقق ہے اور امکان سماع بھی ہے کیونکہ یہ کوفی ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں ہی تھے تو ان سے، ملاقات وسماع میں کوئی بات مانع نہیں اور ان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرنا مشہور بھی ہے ان میں شراحہ همدانیہ کی رجم والی روایت بھی شامل ہیں، بعض محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کی تصریح کی ہے اگر یہ ثابت ہو تو صراحت ہے ورنہ محدثین کے ہاں ملاقات اور امکان پر اکتفا اور اسے سماع پر محمول کرنا مشہور ہے تو اب مذکورہ روایت صحیح ٹھرتی ہے اگر یہ مرسل ہو تو مراسیل شعبی، اصح مراسیل کا درجہ رکھتی ہے
(معرفۃ الثقات للعجلی، ۲:۱۲)

اور اس کی تائید سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کر رہی ہے جن کا ذکر دلیل سادس میں آرہا ہے تو یہ واقعہ ایک ہی ہے جیسا کہ امام احمد کی روایت بتا رہی ہے یا دونون کا معنی ایک ہے اور اگر وہ موید نہ بنے تو اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں اور صحابہ سے اس کی موافقت ثابت ہے

ان تینوں امور (صحت مرسل شعبی، اہل علم کا قول اور صحابہ کی موافقت) میں سے ہر ایک مرسل کی تائید کر رہا ہے لہذا یہ بلا اختلاف حجت ہوگی کیونکہ امام شافعی اور ان کے موافقین اس تائید کی وجہ سے قبول کریں گے اور ان کے علاوہ اہل علم، مرسل کو

ہر حال میں مقبول مانتے ہیں خواہ تائید ہو یا نہ ہو تو تائید کے ساتھ مقبولیت پر اہل علم کا اتفاق ہے اور یہ حدیث سب سے قوی دلیل ہے

احناف پر اس کا جواب مشکل ہے کیونکہ عورت کو بالاتفاق کفر اصلی کی وجہ سے اور احناف کے ہاں ارتداد کی وجہ سے قتل نہیں کیا جا سکتا علاوہ ازیں یہ عورت مرتد نہ تھی بلکہ یہودیہ تھی، ان کے ہاں اس کا قتل موجب قصاص ہے خواہ مسلمان قتل کرے یا غیر مسلم، تو رسول اللہ ﷺ کا اس کے خون کو باطل و رائیگاں قرار دینا سب سے بڑی دلیل ہے کہ

ان السب اوجب قتلها　　　گستاخی نبی نے اس کا قتل لازم کر دیا تھا

پھر راوی نے ابطال کو "فا" کے ساتھ ذکر کیا جو بتا رہا ہے کہ گستاخی، ابطال دم کی علت ہے پھر حضور ﷺ کا ذکر شتم کے بعد ابطال فرمانا بھی دلیل ہے کہ شتم علت ہے اور یہ دونوں امور دلیل علت ہیں جیسا کی اصول فقہ میں مسلّم ہے اور یہ مخالف کے اس قول کو باطل قرار دے رہی ہے کہ عورت حربی تھی کیونکہ یہ علت ابطال ہے نہ کہ شتم، اس قول کا فساد یوں بھی ہے کہ خون کا رائیگاں قرار دینا اس وقت ہوتا ہے جب سبب ضمان پایا جاتا ہو یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعض غزوات میں قتل شدہ عورت دیکھ کر قتلِ خواتین اور بچوں سے منع کر دیا، یہ نہیں کہا ان کا خون رائیگاں قرار دے دیا کیونکہ وہ سبب ضمان نہیں بخلاف اس عورت کے کیونکہ وہ اہل عہد میں سے ہے اور عہد خون کے ضمان کا سبب بنتا ہے بشرطیکہ گستاخی نبی نہ ہو

فساد پر دوسری دلیل

اس کا فساد یوں بھی ہے کہ یہ یہود مدینہ میں سے تھی، پیچھے آچکا کہ یہ تمام اہل صلح میں سے تھے، امام شافعی اور واقدی کا قول ہے کہ ان کے لئے حضور ﷺ نے

عہد نامہ لکھا تھا، ابن اسحاق نے بھی یہی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ آتے ہی مہاجرین وانصار کے درمیان عہد نامہ تیار کیا اور اس میں یہود کے ساتھ صلح بھی تھی انھیں اپنے دین واموال پر قائم رہنے کا عہد تھا اور وہ آل عمر کے پاس کتاب صدقہ کے ساتھ محفوظ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو یہ خط لکھا

عمال کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ معاہدہ ہے حضور ﷺ کا قریش اور یثرب کے مسلمانوں اور ان کے تابع اور ان کے ساتھی مجاہدین کے درمیان کہ وہ امت واحدہ ہیں اور ان کے درمیان ایک دوسرے کی دیت جاری ہوگی، اسی میں ہے کہ اللہ کا ذمہ ایک ہے، ان کا ادنی بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے اس میں ہے کہ یہود اہل ایمان کے ساتھ خرچ کریں گے جب تک وہ محارب رہیں گے، یہود بنوعوف کے لئے اہل ایمان کا ذمہ ہے، ان کے لئے ان کا دین اور مسلمانوں کے لئے اپنا دین، مال اور نفوس ہیں مگر جو ظلم وزیادتی کرے تو اس نے اپنے آپ اور گھر والوں کو ہلاکت میں ڈالا، یہود بنونجار، بنوحارث، بنوساعدہ، بنو جشم کے لئے یہود بنوعوف کی طرح ہے، اور اسی طرح یہود، اوس کے لئے، یہود بنو ثعلبہ وجفنہ، بنوشلیبہ کے لئے بھی بنوعوف کی طرح ہے، موالی ثعلبہ، ان کے نفوس کی طرح ہے اسی طرح بطانہ ان کے نفوس کی طرح اور پڑوسی، نفس کی طرح ہوگا، بشرطیکہ وہ ضرر رساں اور گناہ گار نہ ہو اس معاہدہ والوں کے درمیان اگر کوئی بات یا جھگڑا وفساد کا خوف ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی طرف لوٹا یا جائے گا، یہود اوس، ان کے موالی اور ان کے نفوس سے اسی معاہدہ کے مطابق حسن سلوک ہوگا اور اس میں دیگر اشیاء بھی ہیں (کتاب الاموال لابی عبیدہ، ۲۶۰)

امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں لکھا، یہ حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت معاہدہ طے پایا تھا، یہود اہل ایمان کے ساتھ محاربہ میں خرچ کریں گے، کی تفسیر کرتے ہوئے امام موصوف نے لکھا، یہ نفقہ جنگ کے ساتھ خاص تھا، دشمن کے ساتھ ان کی معاونت لازمی تھی، اسی شرط نفقہ کی بنا پر یہود کو مال غنیمت مین حصّہ دیا جاتا اگر نفقہ شرط نہ ہوتا تو مال سے انھیں حصّہ نہ دیا جاتا

(الاموال،۲۶٦)

اسی کتاب میں ہے یہود بنوعوف اہل ایمان کا گروہ ہیں اس کا مطلب اہل ایمان کے ساتھ ان کے دشمنوں پر تعاون ونصرت ہے اسی مشروط نفقہ کی صورت میں ہے

(ایضاً)

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے ہر بطن (قبیلہ) پر دیت لازم کردی جو مسلمانوں کی اتباع کرے گا اس کی مدد کی جائے گی کا، مفہوم فقط صلح ورترک جنگ ہے تو مدینہ میں کوئی یہود ایسے نہ تھے جن کے ساتھ حلف ومعاہدہ نہ ہو یا وہ اوس کے ساتھی یا بنوخزرج کے ساتھ، بنوقینقاع جو مجاورین مدینہ تھے یہ عبداللہ بن سلام کے ساتھ اور بنوعوف بن خزرج کے حلیف تھے

تو مدینہ طیبہ اور اس کے اردگرد تین قسم کے یہود تھے بنو قینقاع، بنو نضیر، بنوقریظہ، پہلے دونوں خزرج کے حلیف جبکہ قریظہ اوس کے حلیف تھے، سب سے پہلے بنوقینقاع نے عہد توڑا اور انھوں نے بدر واحد کے درمیانی عرصہ میں محاربہ کیا اور یہ شہر مدینہ کے پاس تھے، نضیر اور قریظہ، مدینہ سے باہر رہتے تھے واضح ہے مذکورہ عورت بنوقینقاع میں سے تھی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ مدینہ میں تھی خواہ انہی میں سے تھی یا نہیں اور یہ صلح والوں میں شامل تھی اور اس کے لئے دیگر یہود کی طرح عہد تھا یا اس کی

مثل

فاذا كان سبها يقتضي القتل فالزمية التي تلتزم احكام الاسلام اولىٰ او مثلها

جب ایسی عورت کی گستاخی کا تقاضا قتل ہے تو ذمی عورت جس نے احکام اسلام کا التزام کر رکھا ہے بطریق اولیٰ قتل کیا جائے گی

قبل از گستاخی اس کے محفوظ ہونے پر یہ دلیل بھی ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں سے اس کے بارے میں خوب پوچھا اگر وہ محفوظ نہ ہوتی تو آپ ایسا نہ کرتے

سوال۔ گستاخ کا قتل اگر چہ لازم ہے مگر بغیر اجازت حاکم ایسا کرنا کسی کے لئے کہاں جائز ہے؟ اسی طرح مرتد کا معاملہ ہے اگر گستاخی کی وجہ سے یہ قتل تھا تو حضور ﷺ اس پر ناراض ہوتے کیونکہ یہ طریقہ کار غلط تھا جب آپ ﷺ نے ناراضگی نہیں کی تو معلوم ہوا یہ قتل کسی اور وجہ سے تھا

جواب۔ اس قتل کا سبب گستاخی ہی تھا اس کے علاوہ کوئی اور امکان نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ عورت کو کفر اصلی کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا تو اب گستاخی ہی سبب ٹھری، رہا معاملہ کہ کوئی اجازت حکومت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا اور حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تو ممکن ہے ترک ناراضگی کا سبب خوف ہو کہ کہیں عدم استحقاق قتل کا وہم پیدا نہ ہو جائے اور سربراہ کو ایسے موقعہ پر ترک انکار کا حق ہوتا ہے

دوسرا جواب۔ وہاں اجازت نہیں یہاں خوف فتنہ ہو عدالت کی طرف رجوع ممکن ہو اور مذکورہ واقعہ میں ایسی صورت نہ تھی

تیسرا جواب۔ جب کسی کافر سے گستاخی جیسا بدتر عمل سرزد ہو تو وہاں اجازت سربراہ ضروری نہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ کفار کے خلاف جنگ بے اجازت سربراہ جائز

ہے، یہ گستاخ عورت، جنگ کرنے والے کافر کی طرح تھی

چوتھا جواب:۔ یہ واقعہ ام ولد لونڈی کا ہے اور مالک اپنے غلام پر حد جاری کر سکتا ہے جیسا کہ اہل علم کا قول ہے، الغرض اس کا خون رائیگاں و مباح تھا خواہ اسے سر براہ اڑائے یا کوئی اور، اس میں کلام نہیں

سوال۔ یہ ایسی عورت کا قتل بغیر عہد ہوا ہے اور کافرہ عورت کا خون رائیگاں ہی جائے گا؟

جواب۔ عدم انکار میں اشکال باقی ہے البتہ ابطال خون پر متعدد وجوہ سے حدیث دال ہے کہ قتل گستاخی کی وجہ سے تھا نہ کہ کسی اور وجہ سے حالانکہ بوجہ کفر بعض غزوات میں خواتین کے قتل پر آپ ﷺ ناراض ہوئے اور یہاں ایسا نہیں ہوا، پتہ چلا دونوں واقعات میں بڑا فرق ہے

۶۔ دلیل سادس

امام ابوداود نے ،**باب الحکم فیمن سبب النبی** ﷺ، میں پہلی روایت یہ ذکر کی ہے، حضرت عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، ایک نابینا آدمی کی ام ولد (لونڈی) سرور عالم ﷺ کی گستاخی کیا کرتی اس کے منع کے باوجود وہ باز نہ آئی، اس نے اسے خوب ڈانٹا مگر وہ کہاں سمجھنے والی تھی، ایک رات جیسے ہی اس نے گستاخی شروع کی تو آدمی نے اس کے پیٹ پر سوار کھ کر دبایا اور اسے قتل کر دیا اس کا بچہ قدموں میں گرا اور وہی خون میں لت پت ہو گی، صبح حضور ﷺ کی خدمت میں کیس آیا آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا میں اسے اللہ کی قسم یاد دلاتا ہوں بتائے جس نے یہ عمل کیا، نابینا صحابی کھڑے ہوئے، حالت اضطراب میں لوگوں کو پھلانگتے آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہو گے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا مالک ہوں یہ آپ کے بارے میں بکواس و گستاخی کیا کرتی، میں نے روکا، منع کیا مگر یہ

باز نہ آئی، اس سے میرے دو موتیوں کی طرح بیٹے ہیں اور یہ میری رفیقہ تھی گذشتہ رات اس نے جب گستاخی کا سلسلہ شروع کیا تو سوا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا حتی کہ ختم ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا

الا اشھدوا ان دمھا ھدر   گواہ ہو جاؤ اس کا خون ضائع ہے

اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا اور اس کی سند شرط صحیح پر جید ہے، امام احمد نے بھی اس سے استدلال اور اسے روح عن عثمان السمام کی سند سے نقل کیا

(سنن ابوداود، ۴۳۶۱) (سنن نسائی، ۷:۱۰۷) (احکام اہل الملل، ۲۸۷)

امام خطابی کی گفتگو سے محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اس عورت کو مسلمان قرار دیا لہذا یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی واقعہ کے علاوہ ٹھرے گا لیکن یہ بات بعید ہے، ظاہر یہی ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور یہ عورت یہودیہ تھی ممکن ہے لونڈی ہو کیونکہ کافرہ کتابیہ لونڈی سے ملک یمین کی بنا پر وطی جائز ہے ممکن ہے بیوی ہو لونڈی اور بیوی، عہد میں مالک اور خاوند کے تابع ہوتی ہے پہلے یہ بھی گزرا کہ تمام یہود مدینہ اہل صلح تھے تو اس عورت کا قتل فقط گستاخی کی وجہ سے ہی ہوا جیسا کہ گزرا خواہ واقعات دو ہو یا ایک

سوال۔ ممکن ہے اس کا قتل بوجہ گستاخی نقض عہد پر ہو تو یہ جنگ والوں کی طرح ہوگی تو اب قتل اور ترک قتل دونوں کا اختیار رتھا؟

جواب۔ اگر عورت قتال کرے تو اسے دفاع کے لئے قتل کیا جا سکتا ہے رہا اختیار تو وہ یہاں نہیں خصوصاً جبکہ وہ لونڈی ہے (جیسا کہ الفاظ حدیث سے واضح ہے) کیونکہ غلامی موجود اور من وفدیہ دونوں اس سے افضل لہذا قتل ہی متعین، جب قتل ہی ہے تو یہی مقصود ہے خواہ یہ بقاء عہد کے ساتھ حد زنا کی طرح حد ہے یا نقض عہد کی وجہ ہے اور

دوسرا یہ کہ اگر یہاں اختیار ہے تو سربراہ کے لئے نہ کہ رعایا کے لئے

لفظ مغول کی تحقیق

اس کی میم کے نیچے زیر اور غین ساکن ہے، امام خطابی کہتے ہیں یہ مشمل کی طرح کا آلہ ہے جس کی دھار خوب باریک اور تیز ہوتی ہے (معالم السنن، ٦: ١٩٩)

دیگر کا کہنا ہے یہ آلہ چھوٹی تلوار کی مانند ہوتا ہے جو کپڑوں میں چھپائی جا سکے، بعض کے نزدیک یہ ایسا ڈنڈا ہوتا ہے جس کے درمیان تیز تلوار باندھی ہوتی ہے تا کہ لوگوں کو قتل کیا جا سکے، بعض کے ہاں تیز دھار لوہا مراد ہے مغول اگر عین کے ساتھ ہو تو پھر اس کا معنی وہ بڑا ہتھوڑا ہوتا ہے جس سے پتھر توڑے جاتے ہیں

(لسان العرب، ١١: ٤٨٧ عول)

خواہ یہ واقعات دو ہو یا ایک، یہودی عورت کا ہو یا مسلمان کا، بہرصورت استدلال درست ہے ہم نے تمام یہاں جمع کر دیا کیونکہ ان میں سے کسی کے پہلے مسلمان ہونے پر دلیل موجود نہیں

۷۔ دلیل سابع، عصماء بنت مروان یہودیہ کا واقعہ

یہ سابقہ دونوں سے الگ واقعہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے ایک خطمی عورت نے آپ ﷺ کی ہجو کی تو فرمایا کون ہے جو اسے سنبھالے؟ اسی کی قوم سے ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں حاضر ہوں، اس نے جا کر اسے ٹھکانے لگا دیا حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی تو فرمایا

لا ینتطح فیھا عنزان اس میں کسی کو اختلاف اور نزاع نہیں

(الکامل لابن عدی، ٢: ١٤٥)

امام واقدی نے غزوہ بدر کے آخر میں اشعار نقل کرتے ہوئے لکھا مجھے عبد اللہ بن

حارث نے اپنے والد سے بیان کیا، عصماء بنت مروان (بنوامیہ بن زید سے تھی) یزید بن زید حصن خطمی کی بیوی تھی یہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتی، اسلام پر طعن اور حضور ﷺ کی مخالفت پر ابھارنے کے لئے شعر کہتی، حضرت عمیر بن عدی بن خرشہ بن امیہ خطمی کو اس بارے میں خبر ہوئی تو انھوں نے یہ نظر مانی اے اللہ جب رسول اللہ ﷺ بدر سے باخیریت مدینہ آجائیں گے تو میں اسے ضرور ٹھکانے لگاؤں گا، حضور ﷺ جیسے ہی واپس آئے حضرت عمیر بن عدی رات کو اس کے ہاں داخل ہو گے وہاں اس کے اردگرد بچے سوے ہوئے تھے ایک بچہ دودھ پی رہا تھا اسے ہاتھ سے پیچھے کیا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے، نماز صبح حضور ﷺ کے ساتھ ادا کی جیسے ہی آپ ﷺ نے سلام پھیرا، حضرت عمیر کو بلا کر فرمایا

اقتلت بنت مروان؟ بنت مروان کو تم نے ٹھکانے لگایا ہے؟

عرض کیا، میرے والدین آپ پر فدا، میں تے کیا ہے، ساتھ ڈرے کہ میں نے بغیر پوچھے ایسا کر دیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر کچھ لازم تو نہیں؟ فرمایا

لا ینتطح فیھا عنزان اس میں تو دوسری کوئی رائے ہی نہیں

یہ کلمات ہم نے پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ ہی سے سنے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا

اذا احببتم ان تنظروا الی رجل اگر تم ایسا شخص دیکھنا چاہو جس نے
نصر اللہ ورسولہ بالغیب غائبانہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ
فانظروا الی عمیر بن عدی ی خدمت کی تو عمیر بن عدی کو دیکھو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، اس نابینا کو دیکھو جس نے رات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا فریضہ نبھایا، فرمایا

لاتقل الاعمیٰ ولکنه البصیر نابینا نہ کہو یہ تو بینا ہے

جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ واپس گھر پہنچے تو وہاں لوگ اسے دفن کر رہے تھے دیکھ کر ان کی طرف آئے اور پوچھا اسے تو نے قتل کیا ہے فرمایا، ہاں تم میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کرو

فو الذی نفسی بیدی لو قلتم اللہ کی قسم ،جس کے قبضہ میں میری جان

با جمعکم ماقالت لضربتکم ہے اگر تم تمام وہ کہو جو اس نے کہا تو میں

بسیفی هذا حتی اموت او اس تلوار سے تمام کو اڑا دوں گا حتی کے

اقتلکم میں مرجاؤں یا تمہیں قتل کردوں

اس واقعہ کے بعد خطمی علاقہ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا حالانکہ کچھ لوگ پہلے اپنی قوم سے اسلام مخفی رکھ رہے تھے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی خوب مدح کی ہے (دیوان حسان، ۴۴۹)

یہ واقعہ پچیس رمضان بدر سے واپسی پر ہے ہوا

امام ابن عبد البر نے استیعاب میں نقل کیا، حضرت عمیر خطمی قاری قرآن انصار کے بنوخطمہ سے تھے ان کے بارے میں زید بن اسحاق نے لکھا، یہ نابینا تھے ان کی بہن نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی تو انھوں نے اسے قتل کر دیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی اس پر پھٹکار ہو

پھر لکھا حضرت عمیر بن عدی خطمی ،بنوخطمہ کے امام قاری اور نابینا تھے ان سے بیٹے عدی نے روایت کیا، اگر یہ وہی ہے جن سے زید بن اسحاق نے روایت کی تو یہ وہی ہونگے جنھوں نے گستاخی رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اپنی بہن کو ٹھکانے لگا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ عورت دور ہوگئی (الاستیعاب، ۲: ۴۹۱)

امام ابن سعد نے یہ واقعہ واقدی سے اختصاراً ذکر کیا ہے (الطبقات،۲: ۲۷)

ہمارے استاد شیخ ابومحمد دمیاطی (ت، ۷۰۵) نے ابن سعد سے قبائل اوس سے ذکر کیا اور ان کا نسب یوں بیان کیا، عمیر بن عدی بن خرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ (ان کا عبداللہ نام تھا انھوں نے کسی کے ناک پر ضرب لگائی جس کی بنا پر خطمہ نام پڑ گیا) جشم بن مالک بن اوس،

پھر شیخ لکھتے ہیں

ابن قداح (ت، ۲۲۰) کہتے ہیں عصماء بنت مروان بن عبید بن عمرو، یہ بنو یزید سے ہے جو اور بنو امیہ بن زید کے حلیف تھے یہ یزید بن زید بن حصن کی ماں ہے اس کا نام کلفاء بنت اوفی ہے اور بنو خطمہ کے قبیلہ قیس سے ہے لیکن یہ باطل ہے،

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کی وجہ سے بدر اور خندق میں حاضر نہ ہو سکے لیکن قدیم الاسلام، صحیح نیت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عزت کی خاطر قربان ہونے والے تھے، حضور ﷺ نے انھیں وضو کرتے ہوئے دیکھا یہ نابینا تھے آپ ﷺ نے فرمایا قدم کا اندرونی حصہ، انھوں نے سنا نہیں مگر اندرونی حصہ دھویا اسی وجہ سے ان کا نام بینا رکھا گیا، حضرت عمیر بن عدی اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں نے بنوخطمہ کے بت توڑ ڈالے تھے، حضور ﷺ صحابہ سے فرمایا کرتے

اذهبوا بنا نزورا لبصير بني خطمة	آؤ بنوخطمہ میں بینا (عمیر) کو ملنے چلتے ہیں

یہ واقعہ ان کے علاوہ نے بھی لکھا ہے، اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان عورتوں کو گستاخیء نبی کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گستاخی پر خاموشی جائز نہیں خواہ

گستاخ، معاہد حربی ہو یا ذمی اور یہ کفر محض کی طرح نہیں کیونکہ محض کفر پر بعض اوقات ترک قتل جائز ہوتا ہے بلکہ ہجرت سے پہلے یہ ترک لازم تھا حتی کہ آیت سیف

وقاتلوا المشركين كافة تمام مشرکین سے قتال کرو

(التوبہ،۳)

نے اسے منسوخ قرار دیا تو اب قتل لازم کر دیا یا پہلے جائز اور پھر لازم کر دیا اور متعدد سابقہ انبیاء علیھم السلام کے دور میں جہاد کا حکم ہی نہ تھا

لیکن گستاخی پر کسی دور میں بھی خاموشی جائز نہیں رہی چہ جائیکہ اس پر خاموشی لازم ہو ایسا کرنا ظلم عظیم ہے تو یہ قول کہ ذمی کو قتل نہیں کرنا چاہیے نہایت ہی غلط اور شریعت وسیرت نبوی اور عمل صحابہ سے کوسوں دور ہے

سوال۔ یہ واقعات اہل سیر مثلاً واقدی وغیرہ نے نقل کیے تو ان سے احتجاج کہاں درست ہے اور اس پر کوئی حدیث صحیح وارد نہیں؟

جواب۔ یہاں ہمارا مقصود دلائل کی تائید ہے ورنہ ہم احادیث صحیحہ نقل کر آئے ہیں ہاں ان امور سے تائید حاصل ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات اہل سیر کے واقعات اس قدر معروف ہوتے ہیں کہ وہ ایسی حدیث سے قوی ہو جاتے ہیں جسے کوئی ایک ثقہ روایت کر رہا ہو، واقدی بلا نزاع اہل سیر کے امام ہیں ،ان سے استفادہ کیا جائے گا اگر چہ ان میں کثیر کلام ہے، بعض اوقات یہ کثیر اسانید اور روایات کو جمع واختصار کی وجہ سے مختصر الفاظ مین بیان کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر اعتراضات ہوتے ہیں مگر ان کے علمی مقام میں کسی کو اختلاف نہیں، جب انھوں نے یہ واقعہ تفصیل سے ذکر کیا اور اس کی دوسروں نے بھی تائید کی، تو یہ قوی ہو گیا اور صورت حال خوب آشکار ہو گئی اور

احادیث ضعیفہ جب جمع ہو جائیں تو وہ مرتبہ احتجاج کے قریب یا اس کا مقام پا لیتی ہیں تو پھر کیا حال ہوگا جب حدیث صحیح ہو؟ اور پھر کیا مقام ہوگا جب تمام اہل سیر بھی متفق ہوں؟

۸۔ دلیل ثامن

ابن خطل کی لونڈیوں اور ان کی مثل دیگر لوگوں کے واقعات جن کا خون فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے مباح قرار دیا حالانکہ وہ پہلے مسلمان نہ تھے ہم نے باب اول میں عبداللہ بن ابی سرح اور ابن خطل کے ذکر میں کہا تھا کہ لونڈیوں کا قتل گستاخی اور توہین نبی کی وجہ سے تھا ورنہ عورت کا قتل جائز نہیں آپ ﷺ نے فتح مکہ سے پہلے کئی سال سے یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے خصوصاً جبکہ یہ دونوں لونڈیاں ہیں اور غلاموں کو کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاسکتا تو ان لونڈیوں کا خون کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ گستاخی کے سبب رائیگاں قرار دیا تو اگر وہ عہد قریش کی وجہ سے معاہدات تھیں تو یہ واقعہ دال ہے کہ گستاخ معاہد کو قتل کیا جائے گا تو ذمی کو بطریق اولیٰ قتل کرنا لازم ہوگا اور اگر معاہدہ میں شامل نہ تھیں تو پھر ان کا قتل بطریق اولیٰ ہوگا کیونکہ جب غیر معاہد کو گستاخی کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے تو معاہد اور ذمی کو بطریق اولیٰ قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے احکام اسلامی کا التزام کیا ہوتا ہے، ابن خطل کے بارے میں باب اول میں آچکا ہے اسے حضور ﷺ نے صدقات پر عامل بنایا اس نے اپنے ساتھی کو قتل کر دیا مرتد ہو کر مکہ چلا گیا اور آپ ﷺ کی گستاخی کرنے لگا تو اس کے تین جرائم تھے، ارتداد، قتل، گستاخی

بعض (ابن تیمیہ حنبلی، الصارم، ۲:۲۶۶) نے کہا اگر اس کا قتل ارتداد کی وجہ

سے ہوتا تو اس سے توبہ کا تقاضا پہلے کیا جاتا، اگر قتل کی وجہ سے ہوتا تو اسے ورثاءِ مقتول کے سپرد کیا جاتا (مگر ان میں سے کچھ بھی نہیں) تو اس کا قتل فقط گستاخی کی وجہ سے ہوا

۹۔ دلیل تاسع

حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن اکثر کفار کو اماں دیدی مگر ابن زبعریٰ وغیرہ ہجو کرنے والوں کے خون کو مباح قرار دیا، ابن زبعریٰ (نجران بھاگا ہوا تھا) پھر اس نے آ کر اسلام قبول کیا، ابن زبعریٰ اور دیگر کفار میں سوائے شعر و ہجو کیا فرق تھا جب حربی میں حال یہ تھا تو ذمی میں یہ بطریق اولیٰ ہوگا، ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب سے بھی ایسا ہوا مگر وہ اسلام لے آیا اور حضور ﷺ نے اسے معاف فرما دیا

منقول ہے جب نضر بن حارث نے محسوس کیا حضو ﷺ میرے قتل کا حکم دینے والے ہیں تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا اپنے سربراہ سے کہو مجھے اپنا صحابی بنا لے ورنہ وہ مجھے قتل کروا دیں گے، حضرت مصعب نے فرمایا تو نے کتاب اللہ کے بارے میں یہ بکا ہے اور حضو ﷺ کے بارے میں بھی

(المغازی، ۱، ۱۰۶)

جب عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم ہوا تو کہنے لگا مجھے کیوں قتل کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ اور اس کے رسول سے عداوت و دشمنی کی وجہ سے، کہنے لگا یا محمد تمہارا کرم و احسان معروف ہے مجھے اپنی قوم کا فرد بنا لو، اس بچی کا کون ہے؟ فرمایا آگ، عاصم آگے بڑھو، اس کی گردن اڑا دو، انھوں نے حکم کے مطابق کیا، فرمایا تو بدتر شخص تھا، اللہ کی قسم، میں کسی اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کے منکر کو نہیں جانتا جو تیری طرح نبی کو ایذا دینے والا ہو، حمد اللہ تعالیٰ کی جس نے تجھے ختم کروا دیا اور میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا (المغازی، ۱:۱۱۴)

تو ان دو (عقبہ ونضر) کے علاوہ یعنی بدر سے لوٹنے کے بعد کسی قیدی کا قتل نہیں کروایا ان کا مخصوص قتل دلیل ہے کہ حربی گستاخِ نبی گرفتار ہو کر آئے تو اس پر احسان نہیں بلکہ اسے قتل کیا جائے گا بشرطیکہ وہ اسلام نہ لائے (یعنی اگر اسلام لے آیا تو معافی) کچھ چیزیں باب اول میں گزر چکی ہیں

۱۰۔ دلیل عاشر

سعید بن یحیٰ بن سعید الموسیٰ نے مغازی میں نقل کیا، حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا، ایک مشرک نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی آپ ﷺ نے فرمایا اس میرے دشمن سے کون نپٹے گا؟ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بندہ حاضر ہے فرمایا اس کا سامان تمہارے لئے ہوگا اور یہ خیبر کا واقعہ ہے

(مصنف عبد الرزاق، ۵:۲۳۷)

منقول ہے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی فرمایا، اسے کون ٹھکانے لگائے گا، حضرت خالد نے عرض کیا بندہ تو انھوں نے اسے قتل کر دیا

(ایضاً، ۵:۳۰۷)

یہ دونوں احادیث بتا رہی ہیں کہ گستاخی موجبِ قتل ہے اس پر عداوت کا اطلاق ہوتا ہے اور عداوت سببِ قتل ہے

۱۱۔ دلیل حادی عشر، صحابہ کا عمل

صحابہ جیسے ہی گستاخی سنتے تو گستاخ کو ٹھکانے لگا دیتے اگرچہ وہ قریبی ہوتا اور آپ ﷺ اسے ثابت رکھتے اور ناراضگی نہ فرماتے بلکہ خوش ہوتے اور فرماتے ایسا کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کا مددگار ہے، کچھ واقعات پیچھے گزر چکے ہیں

ابو اسحاق فزاری نے سفیان ثوری سے انھوں نے اسماعیل بن سمیع سے

انھوں نے حضرت مالک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میں نے اپنے والد کو مشرک پایا اور اس سے آپ ﷺ کے بارے مین گستاخی دیکھی جسے برداشت نہیں کرسکا لہذا میں نے نیزہ مار کر قتل کر دیا آپ ﷺ پر گراں نہ گزرا،

انھوں نے ہی اوزاعی سے اور انھوں نے حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے لشکر روانہ کیا جس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنھما بھی تھے جب انھوں نے مشرکین کے خلاف صفیں بنائیں تو ایک آدمی آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی، ایک مسلمان سامنے آیا اور اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور میری والدہ فلاں ہے

فسبنی وسب امی وکف عن رسول الله ﷺ	مجھے گالی دے لے اور میری والدہ کو مگر رسول اللہ ﷺ سے ایسا نہ کر

لیکن وہ باز نہ آیا، صحابی نے اسے دوبارہ یہی بات کہی مگر باز نہ آیا جب اس نے تیسری دفعہ گستاخی کی، فرمایا اگر تو اب باز نہ آیا تو میری تلوار تیرا فیصلہ کر دے گی وہ پھر گستاخی کر کے بھاگا، مسلمان نے پیچھا کیا حتی کہ مشرکین کی صف توڑ کر اسے زخمی کیا اور مشرکین نے جمع ہو کر صحابی کو شہید کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أعجبتم من رجل نصر الله ورسوله	کیا تم اس آدمی پر متعجب نہیں جس نے اللہ ورسول کی مدد کی ہے؟

مذکورہ آدمی کے زخم درست ہو گئے، تو وہ اسلام لے آیا اور اس کا نام رجیل پڑ گیا

یہ بھی منقول ہے جو جنات حضور ﷺ پر ایمان لائے انھون نے بھی گستاخی کرنے والے کافر جنات کے قتل کا ارادہ کیا اور انھیں ہجرت اور اذن قتال

سے پہلے قتل کیا

سعید بن یحییٰ اموی نے مغازی میں لکھا، مجھے محمد بن سعید یعنی چچا نے بتایا حضرت محمد بن منکدر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا جبل ابوقیس پر ایک جن نے آواز دی

قبّح الله رأيكم آل فهرٍ　　ما أدقّ العقول والأحلام

حين تغضيي لمن يعيب عليها　　دين آبائها الحماة الكرام

یہ اشعار اہل مکہ کے ہاں مشہور و معروف ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان ہے جو لوگوں کو بتوں کے بارے میں تلقین کر رہا ہے اس کا نام مسعر ہے اور اللہ تعالیٰ اسے رسوا فرمادے گا تین دنوں کے بعد پہاڑ سے آواز آئی

نحن قتلنا في ثلاثٍ مسعرا　　اذ سفه الحق وسنّ المنكرا

قنّعته سيفاً حسا ماً مبترا　　بشتمه نبياً المطهّرا

آپ ﷺ نے فرمایا یہ جن ہے جس کا نام سمجح ہے یہ مجھ پر ایمان لایا اور میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے، اور اس نے بتایا میں تین دن سے اس کی تلاش میں تھا حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے

(اخبار مکہ، ۲۳۰۷)

تو حضور ﷺ کے متعدد اوامر، سنن اور سیرت قتل پر شاہد ہیں اس طرح سنت الٰہی بھی ہے کہ گستاخ کو ہلاک کر دیا جائے اور اس میں تاخیر نہ کی جائے، اس طرح تمام ممالک میں معروف تھا اگر کسی نے گستاخی کی تو اسے فی الفور گرفتار کیا جائے حتیٰ کہ مسلمانوں میں معروف ہے کہ اگر کفار ایسا کریں تو ان کو اس پر سزا دینا اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کا مددگار بننا ہے

۱۲۔ دلیل ثانی عشر

باب اول کے تمام عمومی دلائل مثلاً جس نے نبی کی گستاخی کی اسے قتل کردو، اس طرح دیگر آیات واحادیث جو ہر حال میں اذیت دینے والے کے قتل پر دال ہیں اوران میں مسلمان اور کافر میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا

۱۳۔ دلیل ثالث عشر

ذمی کے بارے میں دلائل ہیں کہ جو مسلمان کے حقوق وفرائض ہیں وہی ذمی کے ہیں اگر کوئی مخصوص حکم ہے تو الگ بات ہے ورنہ عموم کا تقاضا یہی ہے اگر ہم کہیں کہ عہد نہیں ٹوٹتا تو قتل پھر بھی لازم جیسا کہ مسلمان پر لازم،

اور اگر نقض عہد کا قول کریں تو حالت التزام میں قتل کا مستحق ہوگا تو نقض کی وجہ سے قتل ختم نہ ہوگا جیسے کہ دیگر حدود ختم نہیں ہوتی اور مختار نقض عہد ہی ہے جیسا کہ گزرا اور اسے استحقاق کی بنا پر قتل کیا جائے گا

۱۴۔ دلیل رابع عشر

تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ گستاخی موجب سزا ہے، جمہور کے نزدیک وہ سزا قتل اور احناف کے ہاں تعزیر ہے، یہ بات کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ اسے جائز قرار دیا جائے اور خاموشی اختیار کی جائے اور یہ معاملہ ضروریات دین میں سے ہے، احناف کی اس دلیل پر بھی طعن ہے کہ شرک اس سے کہیں بدتر ہے کیونکہ اگر ان کی بات تسلیم کرلی جائے تو پھر گستاخی پر ہمیں ان کا تعرض نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ ہم مشرک پر نہیں کرتے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں

ان کے قول کا فساد اس سے بھی آشکار ہوتا ہے کہ شرک قبیح ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہالت ہے، گستاخی بھی کفر قبیح ہے کیونکہ اللہ اور اس

کے رسل پر افتراء اور طعن ہوتا ہے اور یہ جہل سے زائد ہے لہذا یہ زیادہ قبیح ہوگا اس لئے اسے برداشت نہیں کیا جاسکتا بخلاف محض شرک کے، جب گستاخی کا محض شرک سے اقبح ہونا ثابت ہوگیا تو یہ یقیناً موجب قتل ہوگا

یہ کفر کے ساتھ ساتھ اہل کمال کی توہین بھی ہے اگر ہم فقط تعزیر ہی نافذ کریں تو یہ دوسروں کی بے ادبی کے برابر ہو جائے گا اور یہ بداہتہً باطل ہے لہذا گستاخی موجبِ قتل ہی ہے

چند اعتراضات کی حقیقت

اعتراض اول، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب	اور ضرور تم اگلے کتاب والوں
من قبلکم ومن الذین اشرکوا	اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو
اذیً کثیرا وان تصبروا وتتقوا	گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو
فان ذلک من عزم الامور	تو بڑی ہمت کا کام ہے

(ال عمران، ۱۸۲)

یہاں تو صبر کا حکم ہے

جواب۔ اگر ہم تسلیم کرلیں یہ اہل ذمہ کے بارے میں ہے اور صبر منافی قتل ہے تو یہ آیاتِ سیف کی وجہ سے منسوخ ہے، احادیث میں آیا ہے کہ یہ بدر سے پہلے کا معاملہ ہے، بدر سے پہلے حضور ﷺ کا طریقہ تمام کفار کے ساتھ درگزر کا تھا بدر کے بعد اسلام کو غلبہ ملا تو پھر گستاخی اور اذیت دینے والے کو نہیں چھوڑا، ہاں بعض اوقات آپ نے معاف فرما دیا یہاں تک کہ سورۂ برات نازل ہوگئی مکہ فتح ہوا اور دین مکمل ہوگیا تبوک کے بعد تو کسی منافق میں کسی کا نام بگاڑنے تک کی جرأت نہ رہی

اعتراض ثانی، یہود نے حضور ﷺ سے کہا السام علیک (تم پر موت ہو) لیکن قتل کا حکم نہ ہوا؟

جواب۔

۱۔ یہ حالت، ضعف اسلام کے دور کی بات ہے اور فتنہ انتقام کا بھی خوف تھا

۲۔ انھوں نے مخفی انداز میں ایسا کہا تھا تو یہ منافقین سے صادر ہونے والی اشیاء کی طرح ہوگیا، حضور ﷺ اس پر مطلع تھے نہ کہ صحابہ تو اس کا تقاضا قتل نہیں اگرچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھ لیا تھا مگر صحابہ سمجھ نہ پائے اس لئے گواہی ضروری تھی

۴۔ حضور ﷺ کا حق ہے آپ معاف فرما کر اپنا حق چھوڑ سکتے ہیں

اعتراض ثالث۔ یوم حنین وغیرہ میں بدری لوگوں سے جو کچھ صادر ہوا وہ گستاخی تھا اور اس وقت اسلام کا غلبہ بھی تھا جب وہاں مسلمان کو قتل نہیں کیا گیا تو ذمی کو بطریق اولیٰ چھوڑ دینا چاہیے؟

جواب۔ کافر کو لیجیے، چونکہ یہ حضور ﷺ کا حق ہے آپ معاف کر دیں اور اسے موخر کر سکتے ہیں، رہا معاملہ مسلمان کا تو وہ ان کی جہالت تھی جیسا کہ باب اول میں تفصیل گزری جیسا کہ آپ نے ثابت شدہ منافقین کو معاف کر دیا

اعتراض رابع۔ اہل ذمہ سے ہم نے ان کے دین پر قائم رہنے کا عہد لیا، ان کے دین میں حضور ﷺ کی گستاخی جائز ہے

جواب۔ ان کے دین میں تو مسلمانوں کا قتل جائز لیکن اگر وہ ایسا کریں تو یقیناً عہد ختم لہذا یہ دعویٰ کہ ہم نے ہر حال میں انھیں ان کے دین پر رہنے کی اجازت دی، درست نہیں اس لئے کہ ان کے دین میں مساجد گرانا، قرآن جلانا، علماء و صالحین کا قتل اور مسلمانوں کا قتل جائز، دین اسلام پر طعن اور محاربہ تک ان کے ہاں جائز، اور بالاتفاق ان میں سے کسی ایک شئ پر سمجھوتہ اور معاہدہ درست نہیں ہے، ان کے دین میں ہے ان پر جزیہ لازم نہ کیا جائے اور نہ باقی اشیاء جو ہم ان پر لازم کرتے ہیں، ہاں ہم انھیں ان کے اعتقادیات پر قائم رہنے کی اجازت دیتے ہیں

ہم ان کے مخفی معاملات میں دراندازی نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے ظاہر میں جو مسلمان کو نقصان دہ یا ان کی شرائط منافی نہ ہو کیونکہ مخفی گناہ فقط گنہ گار کو ہی نقصان دیتا ہے جبکہ اعلانیہ پورے معاشرے کو برباد کرتا ہے، باقی یہ دعویٰ کہ ان کے دین میں مطلقاً حضور ﷺ کی گستاخی جائز ہے درست نہیں،

یہ قبل از عہد کا معاملہ ہے بعد از عہد ایسی بات نہیں جیسا کہ ہمارے دین میں قبل از عہد انھیں اذیت دینا جائز مگر بعد از عہد ممنوع کیونکہ عہد کی پاسداری تمام ملتوں میں لازم مانی جاتی ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کے دین میں وفا عہد لازم نہیں اور نہ ہی شرائط کی وفا لازم ہے تو پھر ان کے ساتھ عقد صلح جائز ہی نہ ہو کیونکہ پھر ان پر اعتماد ہی نہ ہوگا

ہم نے اس سے یہ عہد کیا ہوتا ہے ہماری زبانیں اور ہاتھ ان کی اذیت سے رک جائیں گے اور وہ کوئی ایسی بات ظاہر نہ کریں جس سے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت ہو وہ اپنے دین کو مخفی رکھیں جو اللہ اور رسول کے حکم میں باطل ہے اگر وہ ان پر معاہدہ کر لیتے ہیں تو ان کے لئے عہد کی مخالفت حرام ہوگی کیونکہ دھوکہ اور خیانت ہر ایک کے ہاں حرام ہے

اگر وہ اعلانیہ گستاخی کا ارتکاب کریں گے تو ہم ان کی گرفت کریں گے کیونکہ انھوں نے عہد کی خلاف ورزی کی ہے، اگر بالفرض انھوں نے خفیہ گستاخی کی جس پر کوئی مسلمان مطلع نہ ہوا اور نہ کرنے والا اس کا اقرار کرتا ہے تو اس سے اس کا عہد ختم نہ ہوگا بلکہ جب سربراہ کو اطلاع ہو جائے تو وہ عہد ختم کر سکتا ہے جیسا کہ مخفی خیانت کا مسئلہ ہے کما تقدم عن رویانی

اس سے یہ بھی آشکار ہو گیا کہ گستاخی میں کوئی فرق نہیں خواہ کافر اس کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور صحیح مذہب یہی ہے

البتہ بعض ہمارے اصحاب کو اس میں اختلاف ہے، اس طرح معاملہ کلمہ تثلیث کے اظہار کا ہے جب تک اسے مخفی رکھیں ہم تعرض نہیں کریں گے، عہد اور شرائط بھی اسی کے اظہار کو حرام قرار دیتے ہیں تو اس کا اظہار بھی نقض عہد ہوگا

ہاں اہل علم کا اختلاف اس میں ضرور ہے جو اسے نقض عہد قرار نہیں دیتے وہ اس کے

اور گستاخی کے درمیان فرق کرتے ہیں گستاخ نے عہد توڑ دیا بخلاف تثلیث کا اعتقاد
، یہ ان کا دین ہے اگر چہ حق یہی ہے کہ یہ (تثلیث کا عقیدہ) بھی گستاخی ہی ہے

بخاری میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ابن آدم نے میری تکذیب کی حالانکہ یہ اس کے لئے جائز نہیں تھا، اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کے لئے جائز نہ تھا میری تکذیب، اس کا یہ قول ہے کہ میں اسے دوبارہ نہیں لوٹا سکتا جیسا کہ میں نے اسے ابتدأ پیدا کیا حالانکہ کیا اولاً تخلیق اللہ تعالیٰ پر دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ، اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ قول ہے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد، غیر محتاج ، نہ میری اولاد نہ میں کسی کی اولاد اور نہ ہی میرے ہم پلہ کوئی ہوسکتا ہے

(البخاری، ۴۹۷۴)

لیکن اس گستاخی اور اوپر والی گستاخی میں کچھ فرق کیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر آچکا پھر گستاخ ، دین پر طعن کرتا ہے اور اس کا نقصان معاشرہ کو ہوتا ہے لہذا یہ محاربہ ہو جائے گا اور اعتقاد تثلیث وغیرہ کا ضرر اس سے کم ہے

اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی میں فرق کرنے والے کہتے ہیں ، اللہ تعالیٰ کی گستاخی مے لئے کسی عقل مند کی طبیعت قائل نہیں ہوتی جبکہ گستاخی رسول پر طبع کافر قائل ہو جاتی ہے لہذا اس پر سزا کا مرتب ہونا مناسب ہے

علاوہ ازیں فرق قبول توبہ میں ہے، رہا اس پر لزوم قتل تو اس میں اللہ اور رسول کی گستاخی میں کوئی فرق نہیں ، دونوں ہی موجب قتل ہیں

قول خصم۔ کہ ان کا شرک اس سے کہیں قبیح ہے، اگر ہم تسلیم کرلیں تو اس سے لازم آئے گا کہ آخرت میں اس پر سزا سب سے بڑی ہو، رہا معاملہ دنیا کا تو ہم جانتے ہیں کہ کفار کو شرک پر رہنے کی اجازت تو دی جاتی ہے مگر زنا کی نہیں اگر چہ شرک اس

سے کہیں بدتر ہے،

باقی یہ تمام اعتراضات صریح سنت کے مخالف ہیں جنہیں ہم قتلِ گستاخ میں ذکر کر آئے ہیں اور تمام قیاسات نص کے مقابل باطل ہوتے ہیں

دو تنبیہات

ا۔مقصود قتل ذمی ہے جب وہ گستاخی کرے البتہ یہ بھی آشکار ہو گیا کہ ذمی، صلح کرنے والا، امن پانے والا اور حربی تمام اس میں یکساں ہیں

۲۔ ہمارا یہود و نصاری کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں جیسا کہ واقع ہے تو امام شافعی کے ایک قول کے مطابق ان کا جزیہ اور عقد ان کے والد کے مطابق ہی ہوگا لہذا عہد کی ضرورت نہیں،

امام ابو حامد اسفرائنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس سے نیا عہد لیا جائے گا لیکن اس کا رد کیا گیا کسی دور میں کسی سربراہ نے ایسا نہیں کیا

اگر اس کا قول صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے پھر ان کے ساتھ دھوکہ جائز نہیں بلکہ یہ ان کے حکم میں ہونگے جو دارالاسلام میں اماں پا کر آئے، بہرصورت ان میں گستاخ کا حکم قتل ہے جیسا کہ ۔ ۔ ت ہو چکا۔ واللہ اعلم

فائدہ۔ ابن حزم نے المحلیٰ میں کہا یہود و نصاریٰ اور مجوس کے علاوہ کسی کافر نے کہا لا الہ الا اللہ یا محمد رسول اللہ تو وہ مسلمان قرار پائے گا لیکن اگر ان میں سے کسی نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا تو وہ مسلمان نہ ہوگا جب تک وہ یہ نہ کہے میں مسلمان ہوں، میں اسلام لے آیا یا میں اسلام کے علاوہ ہر دین سے برأت کرتا ہوں (المحلیٰ، ۷:۳۱۲)

اس پر انھوں نے جو احادیث ذکر کیں ان میں سے ایک مسلم کی ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا تھا ایک یہودی عالم آیا اور

اس نے کہا، **السام علیک یا محمد** (اے محمد تو مر جائے) میں نے اسے خوب دھکا دیا قریب تھا کہ وہ گر جاتا کہنے لگا تو نے دھکا کیوں دیا؟ میں نے کہا تو یا رسول اللہ نہیں کہہ سکتا؟ یہودی کہنے لگا ہم انھیں اسی نام سے بلاتے ہیں جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا نام گھر والوں نے محمد ہی رکھا ۔۔۔۔۔۔۔۔آخر حدیث میں ہے یہودی بولا، آپ نے سچ کہا اور آپ نبی ہیں اس کے بعد چلا گیا (مسلم، ۳۱۵)

جب یہودی نے، رسول اللہ نہیں کہا تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے یہودی کو ضرب لگائی اور حضور ﷺ اس پر انھیں ناراض نہ ہوئے لہذا ان کا عمل حق و لازم تھا ورنہ آپ ﷺ ضرور منع فرماتے، اس یہودی نے کہا آپ نبی ہیں مگر آپ ﷺ نے اسے اس کے ترک دین پر دلیل نہیں بنایا (المحلیٰ، ۷:۳۱۷)

بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے الی آخر الحدیث، ابن حزم نے لکھا یہ تمام، امام شافعی اور شیخ داود کا مذہب ہے، پھر لکھا کسی یہودی، نصرانی اور مجوسی سے اس وقت تک جزیہ قبول نہ کیا جائے جب تک وہ اقرار نہ کرے کہ محمد مسلمانوں کے رسول ہیں اور وہ ہمارے دین اسلام پر طعن نہیں کریں گے جیسا کہ حدیث ثوبان میں ہے یہی المستخرجہ میں امام مالک کا قول ہے جس نے اہل ذمہ میں سے کہا محمد تمہارے رسول ہیں نہ کہ ہمارے تو اس پر کوئی سزا نہیں اگر کہتا ہے وہ نبی ہی نہیں تو اسے قتل کیا جائے گا

(المحلیٰ، ۷:۳۱۸)

ابن حزم نے حضور ﷺ کے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ناراض نہ ہونے سے جو استدلال کیا وہ حق و صحیح ہے جب لفظ محمد کہنے میں یہ معاملہ ہے تو گستاخی کے بارے

میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انھوں نے یہ جو کہا کہ کتابی جب تک اقرار نہ کرے کہ حضور ہماری طرف مبعوث ہیں اس سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا یہ نہایت ہی عجیب بات ہے اسی طرح غیر عیسوی کے بارے میں کہنا کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھے پھر بھی اسے مسلمان نہیں مانا جائے گا

پانچویں فصل

کفر پر رہتے ہوئے ذمی کی توبہ صحیح نہیں

اگر ذمی کفر پر رہتے ہوئے توبہ کرے تو یہ درست نہیں، اس بارے میں تینوں مذاہب مالکی، شوافع اور حنابلہ میں اس کے قتل کے بارنے میں کوئی اختلاف نہیں البتہ خلاصہ میں اس کے خلاف ہے لیکن وہ ثابت و محقق نہیں اگر ثابت ہو تو زیادہ سے زیادہ ضعیف قول ہے، اسی طرح امام احمد کا ایک غیر محقق قول ملتا ہے

لیکن مشہور جو قطعی مذہب ہے وہ یہی ہے کہ ذمی کی حالت کفر میں توبہ مفید نہیں

سوال۔ اگر جزیہ نہ دے کر عہد توڑ ڈالے پھر ادا کرنا شروع کر دے اگرچہ حالت کفر ہو اس کا جزیہ قبول کر لیا جاتا ہے؟

جواب۔ یہاں فرق ہے جزیہ کی ادئیگی سے عدم ادائیگی کا ازالہ ہو جاتا ہے لہذا اس کا فساد کم ہے مگر گستاخی کا فتنہ و فساد، یہ کہنے سے کہ میں اس سے رجوع کر لیتا ہوں زائل نہیں ہوتا جبکہ وہ حالت کفر میں ہو، ورنہ یہ طریقہ ہر کافر، مسلمانوں کے دین پر طعن اور اسے کھلونا بنانے کے لئے اختیار کر لے گا اور اس سے دوسرے کفار کو اسلام پر طعن کا بہانا ملے گا لہذا تلوار ہی انھیں اس سے روک سکتی ہے

سوال۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

حتی یعطوا الجزیة یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں

(التوبہ، ۲۹)

جب ذمی نے جزیہ دے دیا تو بات ختم

جواب۔ جزیہ تو مقاتلہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے

قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ قتال کرو ان سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے

(التوبہ، ۲۹)

لیکن اسے غایت قتل قرار نہیں دیا گیا بلکہ ارشاد ہے

اقتلوا المشرکین حیث وجد تموھم　　اہل شرک کو قتل کرو جہاں تم انھیں پاؤ (التوبہ،۵)

اور اسے کسی خاص شرک کے ساتھ مقید نہیں کیا، اگر ہم اسے مقید بھی مان لیں لیکن اگر ان سے جرائم کا صدور ہو مثلاً زنا، قتل اور محاربہ تو وہ جزیہ سے ساقط نہیں ہوتے، گستاخی بھی ان کے حکم میں ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور اس پر بطور زجر سزا ضروری ہے اور وہ قتل کے علاوہ کوئی مناسب نہیں

سوال۔ کیا یہ نقض عہد کے قول پر ہے یا ہر حال میں؟

جواب۔ ہر حال میں، اگر ہم نقض عہد نہ مانیں تو یہ حد ہے اور حد، توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، جن فقہاء کے ہاں توبہ سے اس کا سقوط ہوتا ہے وہ حقِ مسلم میں ہے کیونکہ اس کی توبہ صحیح ہے لیکن کافر کے حق میں سقوط نہیں

یہ بھی سامنے رہے کہ گستاخی پر توبہ بغیر اسلام کے ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ان میں تضاد ہے اور اگر ہم نقضِ عہد کا قول کریں اور محقق بھی یہی ہے تو اسے جرم سابق کی بنا پر قتل کیا جائے گا جیسا کہ زنا سابق جرم یا قیدی کو کسی مصلحت کی بنا پر قتل کیا جاتا ہے اور دونوں صورتوں میں کفر کی وجہ سے توبہ مفید نہ ہوگی

سوال۔ اسے دارالحرب میں کیوں نہ بھیج دیا جائے؟

جواب۔ معاذ اللہ، دارالحرب بھیجنا (اگر چہ یہ فقہا کا ضعیف قول ہے) اس وقت ہوتا ہے جب نقض عہد ایسی شئی سے ہو جو مسلمانوں کو اسقدر نقصان دہ نہ ہو کہ اس کی وجہ سے اس کا قتل لازم ہو کیونکہ اس وقت وہ دیگر حربی کفار کی طرح ہوگا جس کا نقصان اس کی اپنی ذات تک ہی محدود ہوگا اور کفر کے علاوہ اس کا کوئی اور جرم نہ ہو اور کفر اصلی

قتل کا موجب نہیں البتہ اس کا مجوز ہوتا ہے اور یہ مقاتلہ دخول اسلام کے لئے بطور مصلحت لازم کرتا ہے اگر نقضِ عہد ایسی شئی سے ہو جسکا نقصان زیادہ ہو مثلاً گستاخی یا مسلمان خاتون سے زنا وغیرہ جس سے اہل ایمان کے سینوں میں تکلیف، سفہاء اور ملحدین کو تقویت اور کمزور دلوں کو اشتباہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں بطور حد قتل مشروعہ سزاؤں میں ہے تاکہ اس کا نقصان مزید آگے نہ بڑھے اور کوئی دوسرا بھی ایسا نہ کرے تو سزا قتل ہی ہوگی خواہ اپنے گھر ہو یا وہاں نہ ہو اسے واپس کیسے جا سکتا ہے حالانکہ ہم پر اس کا قتل لازم ہو چکا ہے اور اس کا حال محاربہ سے جدا ہے کیونکہ اس محارب کا ضرر ہمیں نہیں ہاں اس کی شوکت کو روکنا ضروری ہے جب ہمارے ہاں اس کا ضرر حاصل ہے تو پھر چھوڑنا نہیں چاہیے یہ کتا تو ہمارے قبضہ میں ہے اور نقصان دے رہا ہے ؟حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ بھی شاہد ہے آپ ﷺ نے ایسے کفار کو معاف نہیں کیا جن کا نقصان زیادہ تھا خواہ گستاخ تھے یا نہ مثلاً نضر بن حارث اور ابوعزہ وغیرہ کا قتل، ہاں آپ ﷺ نے ان پر احسان فرمایا جن کا گناہ اس کفر کے علاوہ نہ تھا جس کی سزا بروز قیامت دوزخ ہے، دنیا میں گناہوں پر سزا نہیں دی جاتی یہاں تو ایسے گناہوں پر سزا دی جاتی ہے جن کے مفاسد عام اور کثیر ہوں یا بطور مصلحت ایسا ہوتا ہے اور کفر کی سزا کو دار آخرت کی طرف موخر کر دیا جاتا ہے

سوال۔ ہمارے اصحاب شوافع نے تو مطلقاً ذمی کے دارالحرب واپسی کی بات کی جب وہ عہد توڑ دے اور آپ والی قید نہیں لگاتے؟

جواب۔ درست ہے لیکن صاحب فہم ضرور مقید کرے گا کیونکہ اس پر دلیل قائم ہے زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ اسے واپس کرنا قول ضعیف ہے اور صحیح اس کے مخالف ہے نقض عہد کے بارے میں فقہاء کے دو طرح کے اقوال ہیں

ا۔ وہ سربراہ کے کنٹرول میں ہو، نہ لڑے اور نہ اس کی قوت ہو ایسے ذمی کا عہد امام ابو حنیفہ کے ہاں نہیں ٹوٹتا، لیکن مذاہب ثلاثہ میں اس کا عہد ختم جبکہ سابقہ نقض والا کام کرے، پھر ہمارے اصحاب نے سوال اٹھایا کہ ایسے شخص کو دارالحرب واپس کر دیا جائے تو اس میں دو اقوال ہیں

ا۔ کیونکہ وہ دارالاسلام میں امان کی وجہ سے آیا ہے لہذا اسے دارالحرب واپس کیا جائے گا جیسے بچہ امان لے کر داخل ہو

۲۔ اصح یہی ہے کہ اسے واپس نہیں کیا جائے گا بلکہ ایسے آدمی میں سربراہ کو اختیار ہے قتل کرے، غلام بنائے یا احسان، فدیہ جیسے کہ حربی قیدی، امام احمد کا مشہور یہی قول ہے اور دوسری روایت میں اسے قتل ہی کیا جائے

اوران کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمان خاتون کے ساتھ زنا کرنے والے یہودی کو پھانسی لگایا،

امام احمد سے سوال ہوا کیا تم پھانسی کے ساتھ قتل لازم سمجھتے ہو؟ فرمایا اگر آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات پر عمل کرے، گویا انھوں نے اسے عیب ناک نہ جانا

شیخ مھنا بن یحیٰ کہتے ہیں

میں نے امام احمد سے پوچھا جو یہودی یا نصرانی کسی مسلمان عورت سے زنا کرے؟ فرمایا اسے قتل کیا جائے، میں نے دوبارہ پوچھا فرمایا قتل، میں نے کہا لوگ کچھ اور کہتے ہیں فرمایا کیا کہتے ہیں؟ عرض کی وہ تو حد کہتے ہیں، فرمایا نہیں قتل، میں نے پوچھا کوئی دلیل، فرمایا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کا حکم دیا

(احکام اہل الملل، ۷۲۳)

لیکن ان سے مشہور یہی ہے کہ حکومت کو اختیار دیا جائے

دارالحرب واپس کرنے کا قول ضعیف ہے

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (التوبہ،۵) اہل شرک کو قتل کرو جہاں انھیں پاؤ

یہ حربی اور غیر حربی دونوں کو شامل ہے

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا

وان نکثوا ایمانھم (التوبہ،۱۲) اور اگر وہ اپنے عہد توڑ دیں

اور دیگر آیات کا بھی یہی تقاضا ہے

۳۔ حضور ﷺ نے کعب بن اشرف کے قتل کے دن فرمایا

من وجدتموہ من رجال یھود فاقتلوہ یہود کے مردوں میں سے جسے پاؤ اسے قتل کردو

۴۔ بنونضیر کو آپ ﷺ نے علاقہ بدر کیا بشرطیکہ وہ اسلحہ کے علاوہ اونٹ پر سامان لے جاسکتے ہیں حالانکہ دارالحرب واپس کرنا یہ کہ اسے اپنی جان مال اور اہل کا تحفظ حاصل ہو

۵۔ حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ، حضرت معاذ اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنھم نے اس نصرانی کو قتل کیا جس نے مسلمان عورت کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اور اسے پھانسی لٹکایا اور اسے انھوں نے دارالحرب واپس نہیں کیا اور اس پر کسی نے بھی اعتراض نہ اٹھایا

۶۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھم نے اراہب کے بارے میں فرمایا

لو سمعته لقتلته اگر میں نے اس سے سنا ہوتا تو اسے قتل کر دیتا

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شرائط بتاتے ہیں کہ اگر وہ نقض عہد کریں تو ان کا خون حلال ہو جاتا ہے

۸۔ حضرت ابوبکر، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے نقض عہد کرنے والوں کو قتل کا حکم دیا اور انھیں دارالحرب واپس نہیں بجھوایا

دوسری قسم، ناقض عہد قتال پر تیار ہو جائیں، ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں ان سے دفاع اور انھیں ختم کرنے کی سعی ضروری ہے (الروضۃ، ۱۰:۳۳۱)

اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ دارالاسلام میں ان سے دفاع کیا جائے حتی کہ اگر وہ گرفتار ہو جائیں تو قتل نہ کیا جائیں بلکہ ایک قول کے مطابق انھیں دارالحرب واپس کیا جائے لیکن یہ حضور ﷺ کے بنو قریظہ میں عمل کے مخالف ہے کیونکہ انھیں آپ ﷺ نے گرفتاری کے بعد قتل کا حکم دیا تو یہ یا انھیں دارالحرب بجھوانے کے قول کے ضعف پر شاہد ہے اور یا یہ قول اس قسم میں جاری ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ اب وہ حربی ہے خواہ دارالاسلام میں ہو یا دارالحرب چلے جائیں، اب اگر گرفتار ہوتے ہیں تو سربراہ کو ان میں اختیار ہوگا جیسا کہ دیگر قیدیوں میں قتل، احسان، فدیہ اور غلامی کا اختیار ہے، یہ جمہور علماء کا موقف ہے اگر وہ جزیہ دیں تو قبول کیا جائے اور انھیں ذمی قرار دیا جائے کیونکہ صحابہ نے اہل شام کے اہل کتاب سے نقض عہد کے بعد دوسری تیسری دفعہ عقد ذمہ کیا لیکن کیا اصح یہ ہے اس صورت میں ابتدا کی طرح عقد لازم ہوگا یا لازم نہیں جائز ہوگا کیونکہ ان کا دھوکہ اور غدر سامنے آچکا ہے لیکن یہ محل نظر ہے،

دوسری صورت پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو نضیر کو علاقہ بدر اور بنو

قریظہ کا قتل کا حکم دیا اور ان سے جزیہ قبول نہیں کیا

اس کا جواب یہ ہے انھوں نے جزیہ دیا ہی نہیں اور ہمیں اس طرف متوجہ کرنا لازم نہ تھا مالکیوں کے ہاں مشہور یہی ہے نقض عہد کرنے والا اگر دارالحرب چلا گیا اور پھر گرفتار ہوا تو اسے غلام بنایا جائے اس سے عقد ذمہ نہ لیا جائے (یعنی سر براہ کو اختیار ہے)

امام احمد سے روایت ہے کہ ایسے شخص کو جزیہ کی طرف بلایا جائے لیکن غلام نہ بنایا جائے، اس روایت کے مطابق ایسے لوگوں کو ذمہ کی طرف لانا لازم ہوگا لیکن یہ بات بعید ہے کیونکہ حضور ﷺ نے بنوقریظہ اور خیبر کے قیدیوں کو قتل کا حکم دیا اور جزیہ دینے کی دعوت نہیں دی، ظاہر یہی ہے کہ آپ ﷺ انھیں جزیہ کا فرماتے تو وہ قبول کر لیتے لہذا یہ آپ ﷺ کا عمل پاک اختیار سر براہ پر ہی دال ہے

نقض عہد کرنے والوں کے ساتھ جواز احسان پر یہ بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے زبیر بن باطا قرظی کو اس کے مال و اہل سمیت حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی پناہ میں دیا کہ وہ حجاز میں ٹھر سکتا ہے حالانکہ یہ بنوقریظہ کے نقض عہد کرنے والوں قیدیوں میں سے تھا اور یہ ان کی حجاز میں ٹھرنے کی حرمت اور وہاں سے نکالا نا لازم تھا، سے پہلے کا ہے نقض کی وجہ سے ہم نے یہ بیان کر دیا ورنہ ہمارے مقصد سے یہ خارج ہے

مقصود یہ تھا کہ جب تک یہ کافر ہے اس کی توبہ مقبول نہ ہوگی، گستاخی کی وجہ سے حکم قتل اس پر لاگو رہے گا اور اس پر احسان جائز نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے کسی ایسے قیدی پر احسان نہیں فرمایا اگر آپ ﷺ ایسا کرتے تو آپ ﷺ کا حق تھا، جب تک وہ کفر پر رہے ہم آپ ﷺ کا حق معاف نہیں کر سکتے اور اس میں مزید گفتگو کی ضرورت نہیں کیونکہ ایسا قول کوئی بھی نہیں کرتا ہاں اس کے خلاف نہایت ہی ضعیف قول ہے نہ تو اسے اختیار کیا جا سکتا ہے نہ ہی یہ معتمد ہے

چھٹی فصل

اگر ذمی اسلام قبول کر لے

تین مذاہب میں اختلاف ہے مالکیوں کا قول، امام مالک سے کافر کے اسلام لانے کے بعد سقوطِ قتل پر مشہور دو روایتیں ہیں اگرچہ وہ مسلمان کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ گستاخی کے بعد اگر وہ بھی اسلام لے آئے پھر بھی قتل ساقط نہ ہوگا

(الدسوقی علی الشرح الکبیر، ۴: ۴۱۰)

گستاخ رسول کے بارے میں حنابلہ سے تین روایات ہیں

۱۔ ہر حال میں قتل

۲۔ ہر حال میں سقوطِ قتل

۳۔ ذمی کی اسلام کے ساتھ توبہ مقبول مگر گستاخ کی توبہ غیر مقبول اگرچہ وہ اسلام لے آئے، ان کے ہاں مشہور ہر حال میں توبہ کا مقبول نہ ہونا ہے

(معونة اولی النهی، ۸: ۵۵۸)

شوافع کا مشہور یہی ہے کہ ہر حال میں توبہ مقبول ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے کچھ تصریحات ذکر کی ہیں،

مالکیہ اور حنابلہ کی گفتگو سے واضح ہوتا ہے اگر ذمی اسلام قبول کر لے تو اس سے سقوطِ قتل، اس گستاخ مسلمان سے اولیٰ ہے جو دوبارہ اسلام قبول کرے اور اس کا سبب پیچھے بیان ہوا کہ قتل مسلم کے دو ماخذ ہیں

۱۔ زندیق ہونا

۲۔ گستاخی کا حقِ آدمی ہونا

اول وہاں صحیح ہے جو کفر مخفی اور اسلام ظاہر کرے اور مسلمان سے گستاخی اسی پر شاہد ہے بخلاف کافر کیونکہ اس کا ظاہر تو پہلے بھی یہی ہے اور اب صرف حقِ آدمیت اور دین پر طعن ہی باقی رہ جاتا ہے، اس لئے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کافر سے سقوط، کے

مسلمان سے سقوط کے اکثر قائل ہیں بعض اوقات اس کا عکس ہے کہ مسلمان سے گستاخی بطور غلطی اور سبقتِ لسانی کی وجہ سے ہوسکتی ہے بخلاف کافر اس کا ظاہر بتا رہا ہوتا ہے کہ اس کی گستاخی قصداً و اعتقاداً ہے

لیکن فقہاء امت دونوں جگہ الفاظ کو دیکھتے ہیں، اللہ کی قسم اگر دونوں مقامات پر قرائن سے آشکار ہو جائے (خواہ مسلمان ہو یا کافر) اس نے شیطان کے دھوکہ و وسوسہ سے ایسی بات کہہ دی اور سبقت لسانی ہوگئی تو اسلام قبول کر لینے سے دونوں مقامات پر سقوط ہوگا خصوصاً جبکہ قرائن صحتِ اسلام پر شاہد ہوں کہ یہاں تقیہ مقصود نہ تھا

اور اگر قرائن دال ہوں کہ یہ ارادۃً ،قصداً اور بددیانتی اور عداوت کی وجہ سے گستاخی ہوئی ہے تو پھر اسلام کی وجہ سے بھی عدم قبول توبہ قوی ہے اور اسے قتل ہی کیا جائے گا خصوصاً جب اس پر قرائن ہو کہ اس نے تلوار سے بچنے کی خاطر بطور تقیہ اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا

لیکن ہم اس کے قتل کا حکم نہیں دے سکتے

اولاً۔ کیونکہ امام شافعی سے مشہور اس کے مخالف ہے

ثانیاً۔ ہم پیچھے توبہ مسلم میں یان کر آئے ہیں جو وہاں سقوط قتل پر دال یا توقف پر دال ہے وہ یہاں بھی دال ہے ہم نے مسئلہ اولیٰ کی فصل اول میں خوب تفصیل بیان کر دی ہے

اہم نوٹ

یہاں جس پر توجہ دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گستاخ سے اسلام کی وجہ سے سقوط قتل میں اختلاف میں دونوں ماخذ کی طرف التفات کی جائے اگر ہم علت

،زندیق ہونے کو قرار دیں تو سقوط نہ ہوگا اور اگر حق آدمیت کو علت بنائیں تو سقوط ہو جائے گا

چند اہم امور

حضور ﷺ کے حق میں علت پر چند امور ہیں

ا۔ گستاخی کی دلالت کہ گستاخ زندیق ہے

۲۔ دین پہ طعن ہوگا

۳۔ یہ آدمی کا حق ہے

۴۔ کفار کی طبع اس پر مائل ہوتی ہے لہذا اس کی سزا ہونی چاہیے اور وہ قتل ہے مثلاً زنا تو یہ اسلام کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا

پہلی چیز مسلمان کے ساتھ مخصوص ہے، چوتھی حق نبی کے اعتبار سے، کافر کے ساتھ مختص ہے نہ کہ حق الہی کے اعتبار سے، دوسری دونوں میں دونوں مقامات پر موجود ہے تیسری دونوں میں حق نبی میں موجود مگر حق الہی میں نہیں

جب یہ تمام سمجھ آ گیا تو یہ اختلاف، اللہ تعالیٰ کی گستاخی میں بھی جاری ہوگا جب وہ اسلام لے آئے، جس نے علتِ دین پر طعن کہی وہ سقوط قتل نہیں مانے گا، جس نے علت، حقِ آدمیت مانا وہ سقوط کا قول کرے گا، جس نے زندیق ہونا علت مانا وہ کافر میں سقوط مانے گا نہ کہ مسلمان میں، جس نے علت یہ مانی کہ طبع کافر گستاخی نبی پر تیار ہوتی ہے وہ سقوط کا قول کرے گا کیونکہ اللہ تعالی کی گستاخی پر کوئی طبع تیار نہیں ہوتی یہ تمام اس کے ہاں ہے جو اسلام کے بعد بھی قتل جائز رکھتے ہیں

مگر ہم حدیث میں مذکور تین اشیاء کے علاوہ قتل مسلم کی جرأت وجسارت نہیں کر سکتے، ہم تو خاموشی اختیار کریں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چلا

جائے اور وہ اپنی مشیت کے مطابق اس کا فیصلہ فرمائے یہ تمام اس میں ہے جس کا حال اچھا ہو اور قرائن اس کے صدق دل پر دال ہوں اور صادر ہونے والی چیز سبقت لسانی ہو اور اگر قرائن اس کے خلاف بدعقیدگی اور کلمہ شہادت سے بچنے پر دال ہوں تو پھر میں انشاء اللہ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا اور خاموشی اختیار کروں گا، اگر کسی حاکم نے کسی کی تقلید کی تو اس کا حساب یا اجر ہوگا، میں سلامتی کی دعا ہی کر سکتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی مسلمان کا خون اور نہ ہی اللہ ورسول کے حق کو ساقط کر کے حاضر ہونا چاہتا ہوں مگر یہ کہ مجھ پر آشکار ہو جائے اور قتل یا عدم قتل کا یقین ہو جائے، میں ہر وقت اضافہ علم کا طلب گار ہوں اس تصنیف سے میرا مقصد اس کا قتل ہے بشرطیکہ وہ اسلام نہ لائے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان، اور اس قول کا بطلان بھی مقصود ہے اگر وہ کافر رہے تو پھر بھی اسے باقی رکھا جائے

اہم فائدہ

اس کی طرف بھی متوجہ کرنا ضروری ہے گستاخی پر قتل (اگرچہ ہم اسے اللہ تعالیٰ کی حد قرار دیتے ہیں) اسلام کے ساتھ سقوط پر وہی احکام جاری ہوں جو حد زنا پر جاری ہوتے ہیں

امام شافعی کے بارے میں منقول ہے جب آپ عراق میں تھے تو فرمایا ذمی جب زنا کرے پھر اسلام لے آئے تو اس سے حد کا سقوط ہو جائے گا، امام ابو ثور نے فرمایا حد ساقط نہ ہوگی

اگر ذمی گستاخ اسلام لے آئے تو سقوط قتل میں بھی یہ اختلاف ہونا چاہیے اگرچہ ہم اسے حد الٰہی کہتے ہیں اگر ہم اسے حق آدمی قرار دیں تو قتل اظہر ہے اگر قتل کا فر قرار دیں تو اسلام کی وجہ سے سقوط ظاہر ہے

ابن تیمیہ کا تذکرہ

بندہ نے ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ کی کتاب 'الصارم المسلول علی شاتم الرسول' دیکھی ہے اس میں انھوں نے ستائیس وجوہ ایسے آدمی کے قتل پر بیان کی ہیں ، بہت طویل اور مفید گفتگو ہے اس میں انھوں نے استدلال، اثار اور دلائل تحقیق واستنباط سے خوب کام لیا ہے اور یہ ایک ضخیم جلد میں ہے

لیکن مجھے اسلام لانے کے بعد اس کے قتل پر موصوف کے ساتھ موافقت میں شرح صدر نہیں ہوا لیکن یہ بات اجتھادی ہے اگر کسی عالم کو شرح صدر ہو گیا ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اجتھاد وتقلید کا معاملہ انشراح صدر پر ہی قائم ہے

شیخ ابن دقیق العید (۶۲۵:۷۰۲) کا فتویٰ

مجھے شیخ ابوالفتح محمد بن علی بن وہب قشیری المعروف ابن دقیق العید کا فتویٰ بہت ہی پسند آیا، ان سے تقلید مذاہب کے حوالہ سے سوال ہوا کہ یہ جائز ہے اور اس کا ضابطہ کیا ہے؟ فرمایا، بطور ضابطہ دو چیزیں ہیں

ا۔ وہ تقلید حدیث صحیح کے خلاف نہ ہو

۲۔ آدمی کو شرح صدر ہو اور امام کو دین میں متساہل نہ سمجھتا ہو، یہ بات میں نے حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے لی ہے

الاثم ما حاک فی نفسک گناہ یہ ہے کہ تیرے دل میں کھٹکا پیدا ہو

(مسلم،۲۵۵۳)

اگر مسئلہ میں نص نہ ہو اور آدمی کو شرح صدر ہو جائے تو پھر تقلید جائز ہے ورنہ نہیں

واللہ اعلم

قولہ۔ مسئلہ میں نص نہ ہونے سے مراد ہے کہ یا اس کی مثل ہو، اس کی تفصیل کچھ یوں

ہوگی یعنی مسئلہ میں ایسی کوئی چیز نہ ہو جس قضا قاضی بدل جائے مثلاً نص یا اجماع یا قیاس جلی، اس پر امام ابو محمد بن عبدالسلام (ت، ٦٦٠) نے یوں تصریح کی ہے کہ جو قضا قاضی کو بدل دے اس میں تقلید جائز نہیں، اس طرح اس کے غیر کا حکم ہے کیونکہ جب ہم فیصلہ کے بعد اسے بدل سکتے ہیں تو قبل از فیصلہ بطریق اولیٰ ہوگا اور انشراح صدر ضروری ہے تا کہ اس کا اعتقاد بن جائے پھر وہ اس پر عمل پیرا ہوگا لیکن جس کسی نے عمل کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے اور اس کے جواز کا معتقد نہیں نہ اجتھاداً اور نہ تقلیداً بلکہ محض اتنا جانتا ہے کہ بعض اسے حرام اور بعض نے اسے حلال قرار دیا ہے تو وہ میرے نزدیک گنہ گار ہوگا کیونکہ اس نے حکم الٰہی میں شک کے باوجود اقدام کیا اگرچہ امام غزالی اور دیگر لوگوں کی گفتگو کا تقاضا عدم گناہ ہے اور وہ صاحب اختیار کی طرح ہو جاتا ہے لیکن یہ صورت اختیار اس وقت ہوتی ہے جب باب ترجیح بند ہو جائے نہ اجتہاد ہو اور نہ تقلید تو پھر بعض نے اختیار کا قول کیا لیکن اس سے پہلے اختیار نہیں اس کے لئے سوال ممکن ہے تا کہ واضح پہلو سامنے آئے اگر سوال کیا اور واضح سامنے آ گیا لیکن فی نفسہ وہ ترجیح نہ دے سکا، میرا مقصود پہلے یہی ہے اور ابن دقیق العبد کے کلام سے سامنے آتا ہے تو قابل توجہ یہی ہے کہ جب تک اپنے ہاں ترجیح اور شرح صدر نہ ہو تو اس حدیث کی بنا پر اقدام نہیں کرنا چاہیے

الاثم ما حاک فی نفسک گناہ یہ ہے کہ تیرے دل میں کھٹکا پیدا ہو

ضمیمہ متصل

شوال سن ۷۵۱ ہجری میں نصرانی کا واقعہ ہوا جس نے بڑی ذلیل تہمت کا ارتکاب کیا مسلمانوں اور اس کے درمیان کی رکاوٹ کی وجہ سے وہ قتل نہ ہوا، تیرہ سال بعد پھر اس نے بکواس کی، گرفتار ہوا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا مگر مجھے اس کے خون کے محفوظ رہنے پر شرح صدر نہ ہوا اور میں نے اس کا قتل ہی بہتر جانا کیونکہ ایسے واقعہ کا میں گمان بھی نہیں کر سکتا تھا

بلاشبہ سب وشتم وقذف کے مختلف درجات ہیں اسی طرح صادر کرنے والے کے بھی مثلاً سہواً ہو گیا یا نسیان، اکثر محفوظ رہنے والے سے جلدی میں غلطی، خبث باطن سے عمداً، جرات اور خالص مذمت اور قصد اذیت میں تفاوت ہے

یہ بھی ضروری نہیں کہ جب اہل علم میں ادنیٰ یا اوسط درجات میں اختلاف ہو تو اعلیٰ درجہ میں بھی اختلاف ہو،

جب ایسی بد تہمت ایسے شخص سے سرزد ہو جس کی جرأت واستہزا معروف ہو تو پھر قبول توبہ اور سقوط سزا کا قول بعید ہوتا ہے خصوصاً حد قذف تو اسقاط سے ساقط ہوتی ہے، ایسی حد کون ساقط کر سکتا ہے جو ان الفاظ میں ہو جسے نہ کوئی مسلمان سن سکتا ہے اور نہ حکایت کر سکتا ہے لہذا ایسی صورت میں تو قتل ہی حد ہے نہ کہ اسی کوکوڑے،

لہذا اس صورت میں ہم اسی راہ کو اختیار کر رہے ہے جس پر امام فارسی نے اجماع نقل کیا، شیخ قفال نے ان کی موافقت کی اور امام الحرمین نے اسے احسن جانا اور ہمارے لئے تو حضور ﷺ کے حوالہ سے غیرت اور آپ ﷺ کے منصب عالی کی حفاظت ہی کافی ہے

لا یسلم الشرف الرفیع من الاذی حتی یراق علی جوانبه الدم

اگر چہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور رسول اللہ ﷺ کی رحمت و رأفت اس کتے کے قبول اسلام کا مقتضی ہے وہ اسے آخرت میں نفع دے گا، ہم تو عظمت شان کے پیش نظر اسے ختم کرنا چاہتے ہیں تا کہ کسی کو ایسی بات کھٹک بھی نہ سکے، ہمارے نزدیک اس کا قتل ہی اللہ و رسول کے قرب کا ذریعہ ہے اور ہم جاہل اور حاسد کے اعتراض سے خوف رکھتے ہیں جو کہے گا امام شافعی کا مشہور قول اس کے خلاف ہے

استاذ ابو اسحاق نے سقوط نقل وغیرہ کا قول کیا ہے، صیدلانی نے سقوط نقل کر کے اسی کوڑوں کی بات کی ہے ہم ان کو جانتے ہیں مگر کہتے ہیں استاذ اور صیدلانی اس اجماع سے آگاہ نہیں جسے فارسی نے نقل کیا خصوصاً امام فارسی متقدم ہیں ان کی وفات (۳۰۵) ہے جبکہ استاذ کی وفات (۴۱۸) ہے، صیدلانی استاذ یا معاصر کے بعد کے ہیں

تو امام فارسی نے اجماع کا قول سو سال سے زیادہ پہلے نقل کیا ہے لہذا اس سے اختلاف نہیں مانا جائے گا حتی کہ پہلے کا اختلاف سامنے آئے اگر بالفرض اجماع نہیں اور محل اجتہاد ہے تو اس کا تقاضا بھی قتل ہی ہے کیونکہ حد قذف، اسلام اور توبہ سے ساقط نہیں ہوتی ہاں مالک یا وارث بری کر سکتا ہے لیکن یہاں تو مالک کا بری کرنا متعذر ہے، اے مسلمانوں ہم اگر چہ علماء کے مقام پر ہیں مگر اپنے نبی کا حق ساقط نہیں کر سکتے اور یہاں وراثت متعذر ہے کیونکہ انبیاء علم کے وارث بناتے ہیں اگر ہم اس حق میں وراثت مان بھی لیں تو آپ کا خاندان محدود نہیں بلکہ تمام کائنات میں پھیلا ہوا ہے اور ان میں سے اقرب معلوم نہیں جو بری کر سکے، یہاں حد قذف قتل ہی ہے اور اس پر دلیل اجماع ہے کہ یہ قبل از اسلام لازم ہے اور یہ سرور عالم ﷺ کی اعلیٰ قدر و منزلت کی وجہ سے ہے تا کہ دوسروں پر جرأت کی طرح آپ پر نہ ہو اس واقعہ خاص میں بندہ کی یہی رائے ہے اور میں اسے ہر صورت میں جاری نہیں کرتا جیسا کہ

پہلے آچکا کہ درجات گستاخی میں تفاوت ہے فصل مقدم میں اس کی تفصیل آچکی کہ میں وہاں اعتماد نہیں رکھتا لیکن یہاں اعتماد و شرح صدر ہے اور یہی اولیٰ ہے اور نوع واحد میں افراد کے احکام، مراتب کی وجہ سے مختلف ہو سکتے ہیں جب شارع کی طرف سے افراد کے لئے برابر حکم نہ ہو تو مجتہد ماہر، اجتہاد کے ذریعے ہر کو اس کا حق دے گا

اس معاملہ میں کئی دفعہ غور ہوا کہ جب کسی مسئلہ میں دو اقوال ہیں اور ایک مشہور و راجح ہو تو کیا غیر مجتہد حاکم اس کے مخالف فیصلہ کر سکتا ہے؟ یا مجتہد حاکم کسی بہتر مصلحت کی خاطر اس کے خلاف کر سکتا ہے اگرچہ اس کے ہاں ترجیح پر دلیل نہ ہو،

اول صورت میرے نزدیک جائز نہیں جبکہ دوسری صورت میں توقف کرتا ہوں، منقول ہے شیخ ابن عبدالرحمٰن بن قاسم نے غیر لازم میں حنث کیا تو ان کے والد نے کفارہ قسم کا فتوی دیا اور فرمایا میں نے امام لیث کے قول پر فتوی دیا ہے اگر تم نے دوبارہ کیا تو امام مالک کے قول پر فتوی دوں گا، میرے نزدیک اس میں توقف ہے اور یہ فتویٰ میں حکم قاضی سے زیادہ آسان ہے

ہر حال میں یہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کی طرح نہیں ہے کیونکہ امر واحد میں مختلف فیصلوں کا تصور نہیں ہو سکتا ہاں کسی ایک واقعہ میں کسی مصلحت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے حالانکہ شرع نے حکم برابر رکھا ہو، رہا ہمارا زیر بحث مسئلہ تو یہاں میں حکم برابر نہیں مانتا ممکن ہے ہر ایک سے حکم خاص ہو بعض میں قتل قوی بعض میں غیر قوی، بعض میں اختلاف کا احتمال اور بعض میں احتمال نہیں

رہا عدمِ قتل کا مذہب شافعی میں مشہور ہونا یہ متاخرین کے ہاں معروف ہے مگر ہم نے کلامِ شافعی میں تصریح نہیں دیکھی، ان سے ذمی گستاخ کے قتل پر مطلق نص ہے لیکن اگر وہ اسلام لے آئے تو حکم واضح نہیں بخلاف امام مالک اور امام احمد دونوں کہتے

ہیں اگر وہ اسلام لے آیا تو قتل نہیں، لیکن میں نے جو کچھ مسلمان کے بارے میں کہا وہ پیچھے گزر گیا اور میں قاضی وقت کے لئے کسی بھی صورت حال میں اجتہاد کا قائل ہوں، اس وقت میری یہی رائے ہے اگرچہ سابقہ فصل میں بیان کردہ رائے کے مخالف ہے لیکن حاکم کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ خوب پیش نظر رکھنا چاہیے کہیں خواہش یا حظ نفس کا دخل نہ ہو لہذا وہ دو چیزوں سے خوب احتراز کرے

۱۔ اس خصوصی واقعہ میں حکم شرعی میں خوب محنت اور صحیح منزل کی تلاش

۲۔ اپنے نفس، خواہشات وجذبات پر خوب کنٹرول بلکہ محض اور محض اپنے رب کی رضا سامنے ہو (اللہ تعالیٰ سے حفاظت وتوفیق کی دعا ہے)

جب میں نے اس واقعہ میں یہ دیکھا تو میں نے جاہل اور حاسد کے ڈر کی وجہ سے اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ حنبلی عالم (شیخ جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن محمد مردادی) کے سپرد کر دیا اور وہ لوگوں کے ہاں مستقل و مسلّم تھے، انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا، اسے مالکی عالم نے نافذ کیا پھر حنفی عالم نے مالکی کا حکم نافذ کیا پھر میں نے حنفی کی طرح نفاذ کیا اور مذکورہ شخص پانچ شوال بروز پیر ۷۵۱ کو قتل کر دیا گیا

سوال ہوا

مجھ سے کسی نے سوال کیا ان میں سے اعظم کون یہ یا اللہ کے ساتھ شرک؟

جواب، میں نے کہا اللہ کے ساتھ شرک بڑا ہے لیکن مشرک، شرک کو اپنا دین اور اعتقاد مانتا ہے، اور گستاخی میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر حملہ اور جسارت ہے جس میں ایسی اذیت ہے جو شرک میں نہیں، اس وجہ سے اسلام شرک کو مٹا دیتا ہے مگر گستاخی کو نہیں مٹاتا

خاتمہ

جب ہم اس شخص کے قتل کے لئے گئے اور لوگوں کا اجتماع اور ماحول دیکھا تو مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہیں یہ اس شخص کے اسلام سے مرتد ہونے کا سبب نہ بن جائے ،اس سے میرے دل میں احساس پیدا ہوا اور کچھ دنوں کے بعد میری یہ پختہ رائے بن گئی میں کسی حال میں بھی مسلمان کا خون بہا کر بارگاہ الٰہی میں نہیں جاؤں گا، جو بھی اسلام لے آئے گا اس کا خون محفوظ، اس کے ظاہر کو قبول کر لیا جائے اور اس کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے گا

اس پر دلیل

کیونکہ ذاتِ نبوی ﷺ اہل ایمان پر کمال مہربان ورحیم ہیں جب کسی کا ایمان ثابت ہے تو اب اگر اس سے ایسا عمل ہو جائے جو نہیں ہونا چاہیے تھا تو اس پر نص قطعی ہے نبی اکرم ﷺ نہایت ہی مہربان ہیں، آپ ﷺ کی شفقت ورحمت سے یہ بھی ہے کہ ہم اسے ایمان پر باقی رکھیں اور اسے فتنہ میں ڈالنے کے درپے نہ ہو، بلاشبہ یہ اور اس کے ہم مثل افراد نو مسلم، جب اسلام صحیح لا چکے اور ایسے معاملہ میں گر گے اور اس سے نجات نہ ہو تو بعض اوقات، العیاذ باللہ، ان کے دل میں دین اسلام یا اہل اسلام کے خلاف بغض پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا پھر یہ بھی زہن میں ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے ذریعے کسی ایک کا ہدایت پا جانا، ہمارے لئے ہر قیمتی متاع سے بہتر ہے اور ہم حضور ﷺ کے حوالے سے یقین رکھتے ہیں کہ آپ تمام مخلوق کی ہدایت کا شوق رکھتے ہیں آپ نے کبھی بھی زیادتی کا بدلہ زیادتی سے نہیں لیا بلکہ ہمیشہ معافی اور درگزر سے کام لیتے

ہمارا یہ کہنا درست نہیں کہ اس کا اسلام ہی صحیح نہیں، اگر وہ صحیح ہوتا تو پھر اسے

شفقت ورحمت میں شامل کرنا لازم تھا اگر چہ عدم صحت اسلام کا احتمال تھا، جب معاملہ ہماری شفقت سے ہدایت پانے اور ہمارے قتل سے کفر کی طرف جانے کے درمیان ہے تو کونسی صورت بہتر ہے؟ ہدایت کے بہتر ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے تعلیمات شریعت کی وجہ سے میری پختہ رائے یہی بنی کہ اسے قتل نہ کیا جائے

سوال، کسی نے مجھے کہا یہ شھید ہو جائے گا؟

جواب، میں نے کہا اگر اس کے دل کو طمانیت سے توثیق ہو جائے تو یہ عمدہ بات ہے لیکن اس پر کون صبر کرے گا؟ اور کون ہے جسے شیطان ورغلا اور متزلزل کر کے کفر کی طرف سے نہیں لے جائے گا؟ اتنا طاقتور کون ہے؟ تو مخلوق الٰہی پر شفقت اور ان پر رحمت ورأفت اسے ایمان پر باقی اور ہدایت کی طرف متوجہ اور عدم قتل کا تقاضا ہی کرتی ہے، یہ تحریر میں نے ۲۹ شوال ۷۵۱ ہجری کو لکھی ہے

ساتویں فصل

کیا اس سے اسلام لا کر توبہ کرنے کی دعوت دی جائے گی یا ایسے ابتدأ ہی قتل کر دیا جائے گا اگر ہم کہیں کہ اسلام لانے سے قتل ساقط نہیں ہوگا تو پھر اس سے توبہ کا تقاضا نہیں کیا جائے گا اور اگر ہم سقوط قتل مانیں تو پھر بھی بعض اہل علم کہتے ہیں اس سے توبہ کا تقاضا نہیں کیا جائے گا اور یہ حربی قیدی کی طرح ہے اسے تقاضا توبہ سے پہلے قتل کر دیا جائے اگر اسلام لے آتا ہے تو قتل ساقط، یہ صورت امام احمد کے مذہب پر ہے کہ اسلام سے سقوط ہو جاتا ہے اور یہ امام مالک کے مذہب کے بھی قریب ہے

رہے ہمارے اصحاب تو ان کی اس پر کوئی تصریح نہیں، پیچھے ان سے مسلمان کے بارے میں گزر چکا کہ اس سے توبہ کا تقاضا کیا جائے گا اور ہم نے اس کی تحقیق بیان کی لیکن یہاں ترک تقاضا قوی تر ہے کیونکہ مسلمان کا ظاہر بتا رہا ہے کہ ایسا اقدام کسی شبہ یا تنگی کی وجہ سے کرے گا لیکن کافر اس کے مخالف ہے تو یہاں قطعی بات یہی ہے کہ تقاضا توبہ لازم نہیں البتہ مستحب کا قول بعید نہیں

اٹھویں فصل

سوال، کیا کفر پر رہتے ہوئے حاکم کا سقوط قتل کرنا درست ہوگا؟

جواب، اگر حاکم شافعی یا مالکی یا حنبلی ہے تو اس کا حکم درست نہیں کیونکہ یہ اس کے مذہب کے خلاف ہے، اس دور میں تمام حکام مقلد ہیں اور سلطان انھیں، مذاہب معروفہ پر ہی متعین کرتا ہے تو گویا لسان حال سے سلطان، شافعی عالم سے کہہ رہا ہے میں نے تمہیں مذہب شافعی کے مطابق فیصلہ کی اجازت دی ہے، مالکی کے لئے کہا تم نے مذہب مالکی اور حنفی کو حکم ہے تم نے امام ابوحنیفہ اور حنبلی، امام احمد کے مطابق فیصلہ کرنے کا مجاز ہے کسی کے لئے اپنے مذہب سے تجاوز جائز نہیں ہوگا

بالفرض اگر ان میں سے کسی مسئلہ پر دلیل کی بنا پر اپنے مذہب کے مخالف ظاہر ہوا یا دوسرے امام کی تقلید میں ایسا ہوا تو وہ اپنے اعتقاد کے مطابق فیصلہ نہیں دے سکتا نہ بطور اجتھاد اور نہ بطور تقلید، اس لئے کہ اسے ایسی اجازت ہی نہیں اب وہ اپنے مذہب کے مطابق بھی فیصلہ نہیں دے سکتا کیونکہ اس کے اعتقاد میں معاملہ ایسے نہیں اگر چہ اس کی اجازت تھی اب طریقہ یہ ہے کہ وہ سلطان کی طرف رجوع کرے گا تا کہ وہ اسے اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کی اجازت دے

اس میں بھی اختلاف ہے کہ شافعی غیر شافعی، کو مقرر کر سکتا ہے، اس دور میں سلطان کے تقرر کے لئے ان مذاہب کی قید ضروری ہے ہاں اگر سلطان کسی مجتہد فاضل کو مقرر کر دے اور یہ بات اس کے علم میں ہو تو پھر اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر سکے گا اس کے علاوہ کسی کو مذہب سے خارج ہونے کی اجازت نہیں، اگر وہ مقلد ہے جیسا کہ موجودہ قاضی ہیں تو اب وہ اس مشہور مذہب سے نکل نہیں سکتا جس پر فتویٰ ہو اگر وہ مذہب میں مجتہد ہے تو اس کے لئے مخالفت جائز ہے جب کہ مذہب شافعی

میں دوسری رائے رکھتا ہو اور قواعد شافعی اس کی ترجیح پر شاہد ہوں تو اب وہ حق اور دلیل کا قاصد ہے نہ کہ تابع خواہش، تو یہ مذہب شافعی سے خارج نہ ہوگا

اور اس کے ہاں صاحب منصب اور دیگر لوگ، سلطان اور رعایا برابر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمام میں ایک ہی ہے تو احناف کے علاوہ موجودہ دور میں جو حاکم اس کا کفر باقی رکھے گا اس کا فیصلہ غلط و باطل اور اس کے مخالف حکم جاری کیا جائے گا اب اگر اقدامِ حاکم جہالت کی وجہ سے، اسے امام کا مذہب جانا تو اب واضح ہونے پر اللہ تعالیٰ سے اس کوتاہی پر معافی مانگے کہ اس نے اپنے سے زیادہ مذہب سے واقف سے پوچھا کیوں نہیں اور وہ بطور حاکم باقی رہے گا، اگر اپنے امام کے مذہب کے علم باوجود اس کا اقدام مخالف تھا اور اس نے امام ابو حنیفہ کی تقلید کر لی یہ اعتبار کرتے ہوئے کہ ان کا مذہب قوی ہے تو اس پر واضح کر دیا جائے گا کہ وہ اپنے امام کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتا اگرچہ اس کا اپنا اعتقاد ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے ہاں ولایت باقی رہے گی

اور اگر اس کا اقدام مذہبِ امام یا مشہور کی مخالف کے علم کے باوجود کیا اور اس کا محرک کسی صاحب منصب کی حمایت یا کوئی دنیاوی لالچ تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے ساتھ خیانت کی تو اب وہ تمام مناصب دینیہ قضا وغیرہ سے معزول اور فاسق قرار پائے گا، اب اس کی ولایت و حکومت جائز نہ ہوگی حتی کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے

اگر محرک اس حقِ عظیم میں غفلت و سستی ہو تو اس کے دین کے حوالہ سے خوف ہے لیکن ہم کسی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان نہیں کر سکتے

اگر سقوطِ قتل کا فیصلہ حاکم حنفی نے کیا اور اس نے امام ابو حنیفہ کے مقلد ہونے کی حیثیت

سے کیا تو اس کے مخالف فیصلہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے لزوم قتل پر نہایت ہی واضح دلائل ہیں تو اس صورت میں قضاء قاضی کے خلاف کیا جا سکتا ہے

البتہ توقف بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں وارد حدیث (من سبّ نبیاً فاقتلوہ) اتنی قوی نہیں اور نہ ہی اجماع ہے،

یہاں محل غور و فکر یہ ہے کہ کیا مذکورہ دلائل کا مجموعہ اور اہل سیر و قیاس کا استقرا حدیث صریح صحیح کے قائم مقام ہو سکتا ہے؟ کیا قیاس جلی ہے یا نہیں؟ میرے نزدیک یہ اقرب ہے

جب معاملہ یہی ہے تو نقض فیصلہ ناجائز ہوگا کیونکہ جواز نقض ہمارے ہاں واضح نہیں بلکہ یہ محل اجتہاد ہے، جب قاضی فیصلہ کرتا ہے تو وہ حکم مختلف فیہ کی طرح ہے اس کے خلاف نہ کیا جائے

یہ تمام حکم حنفی میں ہے البتہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے نقض حکم کے بارے میں کوئی شبہ ہی نہیں

باب ثالث

مسلمانوں اور کفار کے الفاظِ سبّ کا بیان

اس میں دو فصول ہیں۔

فصل اول، مسلمانوں سے سبّ

فصل ثانی، کفار سے سبّ

فصل اول، مسلمانوں کے حوالہ سے

تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ یا کسی نبی کی تحقیر یا ان کا قتل یا قتال کفر ہے خواہ ایسا کرنے والا اسے حلال جانے یا حرام، اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس پر اجماع نقل اور تفصیل سے بیان کرنے والے ان گنت ہیں قتل میں اجماع نقل کرنے والوں میں امام اسحاق بن راھویہ بھی ہیں اور تحقیر وغیرہ کرنے پر نقل اجماع میں امام الحرمین اور دیگر اہل علم بھی ہیں

الفاظ تنقیص

قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں

وہ کلمات جن سے حضور ﷺ کی منقصت کا پہلو نکلتا ہو، مثلاً کوئی شخص حضور ﷺ کو برملا گالی دے یا ایسے کلمات کہے جو عیب جوئی کے لئے استعمال ہوتے ہوں یا ان الفاظ سے آپ کی ذات اقدس، مبارک دین، اسوہ یا خصائل میں سے کسی خصلت کو زک پہنچتی ہو، یا ذات نبوی پر کسی قسم کی تعریض کرے یا اسی قسم کے اور دوسرے الفاظ استعمال کرے جن میں تحقیر و تصغیر شان ہو تو یا اس میں کمی وعیب ہو ایسے تمام الفاظ سب وشتم شمار ہونگے اور ایسے الفاظ کہنے والے کا وہی حکم ہے جو اہانت نبی کرنے والے کا ہے یعنی واجب القتل ہے

یہاں یہ امر قابل لحاظ وتوجہ ہے کہ ایسا کوئی شخص کسی رعایت کا مستحق نہیں لہذا ایسے کلمات کہنے والوں میں سے نہ تو کوئی استثناء گوارا کیا جائے گا اور نہ صراحت وکنایہ کے الفاظ میں کسی قسم کا شک وشبہ روا رکھا جائے گا خواہ وہ الفاظ صراحۃ ہوں یا اشارۃ، ایسا ہی طرز عمل اس شخص کے ساتھ روا رکھا جائے گا جو حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر لعنت کے الفاظ استعمال کرے یا حضور کے خلاف بدعا کرے یا ایسے کلمات

آپ سے منسوب کرے جو آپ کے شایان شایان نہیں یا آپ کے نقصان کا خواہاں ہو یا آپ کی طرف جھوٹ، ہذیان اور غلط قول کی نسبت کرے یا ذات اقدس پر گزرنے والے مصائب کا تذکرہ کر کے شرم دلانے کی کوشش کرے یا وہ عوارض بشری جن کا صدور ذات نبوی کے لئے جائز و معہود ہو ان کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی ذات کو حقیر جانے، یہ تمام امور اہانت و منقصت کے قبیل سے شمار کئے جائیں گے اس پر دور صحابہ سے لیکر آج تک تمام علماء اور آئمہ فتویٰ کا اجماع ہے

حضور علیہ السلام کی کسی چیز کی اہانت کا حکم

امام ابن وہب نے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی شخص اگر حضور ﷺ کی چادر مبارک یا آپ کے بٹن کو بطور عیب میلا کہے تو قتل کر دیا جائے

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کا اس مسلک پر اجماع ہے کہ جس شخص نے انبیاء علیہم السلام کے لئے بدعا کی یا کوئی اہانت آمیز کلمہ زبان سے نکالا اس کو بغیر مطالبہ توبہ قتل کر دیا جائے

امام ابوالحسن قابسی نے ایک شخص کے بارے میں جس نے حضور علیہ السلام کو بوجھ اٹھانے والا اور ابوطالب کا یتیم کہا تھا قتل کرنے کا فتویٰ دیا تھا

برے الفاظ سے تشبیہ دینے والے کی سزا

امام ابومحمد بن ابی زید نے اس مجلس کے بارے میں جہاں حضور علیہ السلام کی صفات کا تذکرہ ہوا اور وہاں ایک بدشکل اور بدنما داڑھی والا گزرے اور اس مجلس کے حاضرین میں سے کوئی شخص یہ کہے اگر حضور علیہ السلام کی صفت جاننا چاہتے ہو تو دیکھو حضور علیہ السلام (حاکم بدہن) اس بدصورت و ہیت کی طرح تھے، امام ابومحمد نے فرمایا اس گستاخ کی توبہ قبول نہ کی جائے گی کیونکہ اس نے حضور علیہ السلام کی ذات کے

بارے میں جھوٹ بکا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو ایسی بات کسی راسخ العقیدہ مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتی

امام سحنون کے تلمیذ احمد بن سلیمان نے فرمایا ہے جو شخص یہ کہے کہ حضور علیہ السلام کالے تھے قتل کر دیا جائے ، انھوں نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا کہ کسی شخص سے کہا گیا کہ نہیں اور حق رسول ﷺ کی قسم ، یہ سن کر اس شخص نے کہہ دیا کہ اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا کرے اور کوئی بدتمیزی کی بات کہہ دی اور جب اس کو اس گستاخی کی طرف توجہ دلائی گئی تو اس نے بہت زیادہ سخت بدتمیزی کی بات کہی اور مزید بکواس کی کہ میری تو رسول اللہ سے مراد بچھوتھی ایسا سوال پوچھنے والے سے امام بن ابی سلیمان نے فرمایا تم اس کے خلاف گواہ بن جاؤ اور میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں

اس جملہ سے ابن ابی سلیمان کا مفہوم تھا کہ اگر دریافت کنندہ اس گستاخ کو قتل کر دے تو اس کے قتل کے ثواب میں میرا بھی حصہ ہے

صریح الفاظ میں تاویل کی اجازت نہیں

صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں لہذا ایسے شخص کو کیفر کردار کو پہچانا ضروری ہے کیونکہ ان الفاظ سے حضور علیہ السلام کی تحقیر و توہین ہوئی ہے اور مذکورہ بالا شخص (احکام قرانی کے خلاف) حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر نہیں کرتا لہذا اس کا خون بہانا لازم ہے

شاتم اور گستاخ بارہ گاہ رسالت کے قتل کی وجہ بیان کرتے ہوئے شیخ حبیب بن الربیع فرماتے ہیں الہذا ایسے شخص کا خون مباح ہی نہیں بلکہ اس کا خون بہانا واجب ہے

اپنے بچاؤ کے لئے حضور پر طعن کی سزا

شیخ عبداللہ بن عتاب نے ایسے عشر لینے والے کے متعلق کفر کا فتویٰ دیا ہے جو عشر کی وصولی کے لئے گیا جب لوگوں نے اس پر جرح کی تو اس نے کہہ دیا کہ عشر مجھے دیدو اگر شکایت کرنی ہے تو حضور علیہ السلام سے جا کر کرو اور اگر میں نے مانگا ہے یا جہالت کی تو یہ رسول ﷺ سے بھی سرزد ہوا کہ آپ نے بھی عشر مانگا

فقہائے اندلس اور ابن طلیطلی

فقہاء اندلس نے ابن حاتم طلیطلی کے قتل کا فتویٰ دیا کیونکہ اس نے دوران مناظرہ حضور ﷺ کو یتیم داماد حیدر کہہ دیا اور کہا ان کا زہد اختیاری نہ تھا اگر وہ پاکیزہ اشیاء پر قادر ہوتے تو تناول کرتے

ابراہیم فزاری ماہر علوم اور اپنے دور کا مشہور شاعر تھا وہ قاضی ابوالعباس بن طالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا جب اس کے یہ متعلق معلوم ہوا کہ وہ بارگاہ خداوندی انبیاء علیہم السلام اور خاتم النبین ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتا ہے اور استخفاف اور استہزا کے کلمات استعمال کرتا ہے تو قاضی بن عمرو وغیرہ فقہا نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور اس کی کوتاہیوں کے ثابت ہونے کے بعد اس کے قتل اور سولی کا حکم دیا چنانچہ پہلے اس کے پیٹ میں چھری ماری گئی

قاضی ابوعبداللہ بن مرابط نے فرمایا کہ کوئی شخص اگر یہ کہے کہ نبی علیہ السلام کو شکست ہوئی تو اس سے توبہ کرائی جائے اور اگر وہ شخص توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے حضور کی توہین کی ہے

شیخ حبیب بن ربیع القروی نے کہا کہ امام مالک اور ان کے رفقاء علمی کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کہے جس میں

اہانت کا پہلو نکلتا ہو ایسے شخص کو بلا طلب توبہ قتل کر دیا جائے

اہانت نبی اور حکم کتاب وسنت

شیخ ابن عتاب نے فرمایا کہ کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرنا واجب ہے جو حضور علیہ السلام کو اذیت دے یا حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرے یا آپ کی شان کو گھٹانے کی کوشش کرے خواہ اس کا یہ فعل تعریضاً ہو یا تصریحاً، خواہ اس کی یاوہ گوئی کسقدر کم ہو

لہذا ان باتوں کو جنھیں علماء نے گالی وتوہین آمیز قرار دیا ہے ان کے کہنے والے یا ان میں سے ایک کے بھی کہنے والے کا قتل واجب ہے اور اس مسئلہ میں متقدمین ومتاخرین سب یک رائے ہیں اگر چہ اس کے حکم قتل میں اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے اس جانب اشارہ بھی کیا اور آئندہ صفحات پر بھی اس موضوع پر تبصرہ کریں گے

میرے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے جو شخص سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس پر تحقیر آمیز انداز میں بکریاں چرانے والا، بھولنے والا اور اس کی مثل الفاظ کہے یا جادو کے اثرات سے متاثر ہونے یا کسی اور تکلیف کی وجہ سے جو زخم لگے لشکر کے ہزیمت اٹھانے یا دشمن کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے جو اذیت آپ کو اٹھانی پڑی اس سے عار دلائے یا الزام تراشی کرے کہ آپ کا میلان (اپنی) عورتوں کی جانب زیادہ تھا ان تمام صورتوں میں اس قسم کی خرافات بکنے والے کو قتل کر دیا جائے بشرطیکہ یہ الفاظ تنقیص کے طور پر کہے ہوں

یہ قاضی رحمہ اللہ تعالیٰ کی گفتگو تھی، کچھ حصہ پہلے بھی گزرا مگر ہم نے یہاں تمام کو جمع کر دیا کیونکہ یہی اس کا مقام تھا، شوافع، احناف، اور حنابلہ تمام کی اس پر متفقہ تصریحات ہیں کہ یہ عمل، سب وارتداد اور موجب قتل ہے اگر چہ قبول

توبہ میں اختلاف ہے

سوال۔ جب یہ عمل بدعقیدہ شخص سے ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں لیکن جب کسی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے سے ہو تو پھر اسے کفر قرار دینا کیسے درست ہوگا ؟ خصوصاً ان کے نزدیک جو فقط ،تصدیق یا معرفت کو ایمان قرار دیتے ہیں حالانکہ کفر، انکار یا جہالت (مشہور یہی ہے) کا نام ہے

البتہ ان کے لوگوں کے ہاں اس کو کفر قرار دینا درست ہوگا جو اعمال کو ایمان کا جز قرار دیتے ہیں تو اعمال کے زوال سے ایمان کا زوال ہو جائے گا

جواب۔ امام الحرمین نے الشامل، میں یہ سوال خوارج سے یوں نقل کیا

خوارج کی طرف سے شور برپا کیا جاتا ہے کہ بقول تمہارے ایمان تصدیق ہے تو لازم آئے گا اسے اہل ایمان والا جانیں جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا تحقیر کی یا بُت کے سامنے سجدہ کیا کیونکہ یہ تمام اعمال معرفت وعقیدہ کے منافی نہیں، جبکہ ہمارا سب کا اتفاق ہے جس سے ایسے افعال صادر ہوں وہ کافر ہے تو یہ اس پر دلیل ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام نہیں

امام الحرمین کا جواب

پھر امام نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا

عقلی طور پر ایسے فواحش کا معرفت کے ساتھ جمع ہونے کا ہم انکار نہیں کرتے جیسا کہ تم نے کہا کیونکہ افعال جوارح عقیدہ قلبی کے منافی نہیں ہو سکتے لیکن مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے جس سے ایسا فعل صادر ہوا وہ کافر ہوگا تو اس اجماع سے ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ایسے افعال کا فیصلہ اسی شخص کے بارے میں کرے گا جس سے پہلے اس کی معرفت قلبی چھین لے گا

اس پر دلیل یہ ہے کہ جس نے معصیت کا ارتکاب کیا خوارج اس پر لفظ عارف کا اطلاق مانتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے اگرچہ اسے مومن کا نام نہیں دیتے

تو جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا ان کی تحقیر کی تو امت کا اجماع ہے کہ ایسے شخص کو عارف باللہ نہیں مانا جائے گا، اور یہ اس اجماع کی طرح ہے کہ جس نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اسے عارف باللہ نہیں مانا جائے گا اور اس کی وجہ معرفت باللہ اور جہالت نبوت میں تضاد نہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی معرفت چھین لیتا ہے جو نبوت انبیاء کا انکار کرتے ہوئے ان پر ایمان نہ لائیں

شیخ (حسین بن محمد بن عبداللہ) النجار (ت، ۲۲۰) کہتے ہیں، ایمان، معرفت قلبی، اقرار باللسان، لزوم ارکان اور اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع اور ترک تکبر کا نام ہے اور لکھا، ابلیس ملعون، تکبر کی وجہ سے کافر ہوا اور نہ وہ معرفت قلبی کے ساتھ اقرار باللسان بھی رکھتا تھا

امام ابوالحسن اشعری (ت، ۳۲۴) اور ان کے اکثر اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تصدیق کا ہی نام ہے البتہ معنی تصدیق میں اختلاف ہے کہ یہ معرفت ہی ہے یا علی التحقیق قول نفس ہے جس کا تقاضا معرفت ہے، قاضی ابن الباقلانی کا مختار یہی ہے

اسلاف کا مذہب یہ ہے کہ ایمان، معرفت قلبی، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے اور اس میں اضافہ وکمی ہوسکتی ہے، نفی اعمال سے اس کی نفی نہیں ہوتی، اس بارے میں اسلاف کا مذہب ہی حق ہے تفصیل کی جگہ یہ نہیں

امام الحرمین نے سوال کے جواب میں جو کہا

پہلے نفی معرفت کا فیصلہ ہوتا ہے، اس میں توقف ہے کیونکہ جب ہم حساً معرفت فرض کر رہے ہیں تو اس کی نفی سے مراد شرعاً نفی ہے تو اب ایمان کے شرعی معنی کی طرف

لوٹ آئے جس کی تفصیل کی محتاجی ہے

حاصل یہ ہوا کہ تصدیق کے ساتھ ایک اور امر کا متصل ہونا ضروری ہے ،جس کا دل میں حلول اور وہ اس کا عمل ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ،اجلال،توقیر ومحبت،اوامر ونواہی کی قبولیت پر اطمینان اور اس کے لئے یہی فرما برداری ہےتو جو اس سے تکبر کرے گا یا تحقیر وذلت کا مرتکب ہوگا وہ اس کے متضاد ہوگا تو ضد اثر تصدیق کی موجودگی میں تصدیق کی نفی ہو جائے گی اگر چہ تصدیق صورۃً موجود ہے جب تصدیق پر اس کا اثر مرتب نہیں ہو رہا اور اس کا معارض تصدیق کی وجہ سے موجود ہےتو عمل کالمعدوم ہوگی

کفر کی دو اقسام

تو کفر دو طرح کا ہے

۱۔ جہالت وانکار کی وجہ سے کفر

۲۔معرفت وتصدیق کے ساتھ کفر اور ان دونوں کا معارض ومتضاد کا وجود مثلاً یہود وابلیس کا کفر، جب ہم نے ان سے یہ معرفت وتصدیق کی نفی مانی تو واضح ہوگیا کہ مراد یہی معرفت ہے جو معتبر ہے

کفر گستاخ جو اپنے کو تصدیق کنندہ گردانتا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں خواہ اسے حلال جانے یا نہ جانے ، جاہل ہو یا عالم،

جس فقیہ نے حلال نہ جانے کی صورت میں اس کی تکفیر میں توقف کیا اس پر ماخذ تکفیر مخفی رہا اور یہ تحقیر نبی اس توقیر کے منافی ہے جو شرط ایمان ہے

حضرت فاروق اعظم کا عمل

اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی

جس نے حضور ﷺ کا فیصلہ نہ مانا، باقی یہ کہنے والے، یہ تمہارا پھوپھی زادہ تھا اس لئے تم نے اس کے حق میں فیصلہ کیا، اور اس طرح دیگر اعراب کو سرور عالم ﷺ نے قتل نہ کروایا، اس کی حکمتیں پیچھے گزر چکی کہ ان کا ترک قتل، منافقین کے ترک قتل کی طرح تھا

منقول ہے کہ ایسا کہنے والا بدری تھا، اگر صحیح ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ اس کے بعد بدری بنا اور یہ واقعہ بدر سے پہلے کا ہے کیونکہ بدر میں حاضر ہونے والا مغفور ہے لیکن ایسا کفر معاف نہیں البتہ مغفرت کا معنی اگر یہ کیا جائے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہوگا تو پھر اس کی بخشش ہے

الفاظ سبّ

جو الفاظ سب کفر ہیں ان میں سے کچھ سب، پر علماء نے قبول توبہ میں اختلاف کیا ہے، ان میں کچھ محض ارتداد ہیں اور سب نہیں، ان پر توبہ مقبول بشرطیکہ کفر چھپانے والا زندیق نہ ہو، اس کی توبہ میں بھی اختلاف ہے، سب ہے یا نہیں اس کا مدار عرف پر ہی ہے، سابقہ کلام علماء سے اس کے شابہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے

فرع، آپ کی والدہ اور سبّ

جس آدمی نے نبی ﷺ کی والدہ پر تہمت لگائی وہ گستاخ ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کے نسب پر طعن کیا، حنابلہ نے اس پر تصریح اور اتفاق کیا ہے، دیگر نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی، اگر کسی نے قذف کے علاوہ سب وشتم کیا تو اس کے بارے میں بعض حنابلہ نے مطلقاً کہا جس نے نبی کی والدہ کو سب وشتم کیا اسے قتل کروادیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہے یا کافر

(المغنی، ۱۰: ۲۳۰)

ابن تیمیہ نے لکھا

یہاں حنابلہ کی سبّ سے مراد قذف ہی ہے جیسا کہ جمہور کے تصریح ہے کیونکہ قذف ہی سبّ نبی ہے (الصارم المسلول،)

فرع، سیدہ عائشہ اور سبّ

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا پر سب کیا ،اسے قتل کیا جائے گا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا جس نے انھیں ایسا کہا اس نے قرآن کی مخالفت کی، امام ابن شعبان نے انہی سے یہ دلیل نقل کی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مقدس ہے

یعظکھم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدًا ان کنتم مومنین (النور،۱۷)	اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہوں

تو جس نے اس کا اعادہ کیا وہ کافر ہوگا

امام ابوالحسن الصقلی نے امام ابوبکر ابن الطیب باقلانی (ت،۴۰۳) سے نقل کیا، جب مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی طرف غلط اشیاء کی نسبت کی تو اس نے اپنی ذات کی تسبیح فرمائی مثلاً

وقالوا اتخذاللہ ولداًسبحنہ (البقرہ،۱۱۶)	اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی پاکیز گی ہے اُسے

جب منافقین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کے بارے میں غلط بات کی تو فرمایا

ولولا اذسمعتموہ قلتم مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحنک (النور،۱۶)	اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کیا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں الٰہی پاگیزگی ہے تجھے

تو سیدہ کی برائی سے طہارت کا بیان اپنی ذات اقدس کی تسبیح سے کیا، اس سے امام مالک کے قول کی تائید ہو جاتی ہے

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ کے سبّ کو عظیم قرار دیتے ہوئے ان کے سبّ کو اپنے نبی کا سب قرار دیا اور نبی کے سبّ واذیت کو اپنی ذات کا سبّ واذیت قرار دیا تو اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے والے کا حکم قتل لہذا نبی کو اذیت دینے والے کی سزا بھی قتل ہے (الشفاء ۲:۳۰۹)

سے حنابلہ میں سے امام ابویعلی نے نقل کیا، ابن تیمیہ نے لکھا اس پر متعدد اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے (الصارم المسلول)

فرع، دیگر ازواج مطہرات اور سبّ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر ازواج مطہرات کو سبّ کرنے والے کے بارے میں قاضی عیاض مالکی نے دو اقوال نقل کیے ہیں

قول اول، اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ بیوی کے سبّ کے ذریعے نبی ﷺ کو سبّ کیا ہے

قول ثانی، ان کا حکم دیگر صحابہ کی طرح ہے اس سے حدِ قذف وافتراء جاری کی جائے گی اور لکھا میرا مختار قول اول ہے (الشفاء، ۲:۳۱۱)

بعض نے کہا یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کیونکہ اس صورت میں نبی اکرم ﷺ پر یہ نقص وعار ہے

شیخ ابوبکر بن زیاد نیشاپوری (ت،۳۲۴) نے لکھا

میں نے شیخ قاسم بن محمد (ت،۲۷۶) سے شیخ اسماعیل بن اسحاق (ت،۱۲۶) کے حوالے سے سنا، مامون الرشید کے پاس شہر رقہ میں دو آدمیوں

کو لایا گیا ایک نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جبکہ دوسرے نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا تھا انھوں نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا کے گستاخ کو قتل اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے گستاخ کو چھوڑ دیا، شیخ اسماعیل نے فرمایا ان دونوں کا حکم قتل ہی تھا کیونکہ جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیدی اس نے قرآن کی مخالفت کی

(شرح اعتقاد اہل السنہ،۹۳۳۹۲)

اہل بیت اور دیگر اہل فقہ وعلم کا طریقہ بھی یہی ہے

امام ابوالسائب (ت،۲۷۰) نے لکھا

میں طبرستان کے مبلغ امام حسن بن زید کے پاس تھا، وہ صوف پہنتے، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ، ہر سال بیس ہزار دینار بغداد مدینۃ السلام میں اولادِ صحابہ پر خرچ کرتے، ان کی مجلس میں کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہایت ہی بد اور فحش بات کی تو فرمایا نو جوانوں اس کی گردن اڑا دو، علوی لوگوں نے کہا کہ یہ آدمی ہمارے محبین میں سے ہے فرمایا معاذ اللہ، اس نے رسول اللہ ﷺ پر طعن، کیا ارشاد الٰہی ہے

الخبیث للخبیثن والخبیثون	گندیاں گندوں کے لئے اور گندے
للخبیثت والطیبت للطیبین	گندیوں کے لئے اور ستھریاں
والطیبون للطیبت اولئک	ستھروں کے لئے اور ستھرے ستھریوں کے
میرؤن ممایقولون	لئے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ
(النور،۲۶)	کہہ رہے ہیں

اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خبیثہ ہیں تو نبی ﷺ (نعوذ باللہ) خبیث قرار پائیں گے لہذا یہ کافر ہے اس کی گردن اڑا دو تو انھوں نے میری موجودگی میں اسے قتل کر دیا

اسے شیخ اللالکائی نے نقل کیا (شرح اصول اعتقاد اہل سنہ،۲۴۰۲)

امام حسن بن زید کے بھائی امام محمد بن زید رضی اللہ عنھم سے ہے کہ ان کی خدمت میں عراقی آدمی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کا غلط انداز میں تذکرہ کیا، تو ایک بھاری ڈنڈا لیکر اس کے سر پر مارا اور اسے قتل کر دیا

(ایضاً،۲۴۰۴)

فرع، دیگر صحابہ کی گستاخی

اگر کسی نے دیگر صحابہ میں سے کسی کی گستاخی کی تو ایسے کو کوڑے مارے جائیں گے اس پر اہل علم کا اتفاق ہے، امام احمد فرماتے ہیں میں قتل کا نہیں کہتا مگر عبرتناک سزا کا قائل ہوں، اصحاب شافعی میں ان روافض کی تکفیر میں اختلاف ہے جو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنھما کو سب وشتم کریں

امام ابومصعب نے امام مالک سے نقل کیا

جس نے اہل بیت نبی ﷺ کی طرف منسوب کو سب وشتم کیا اسے اعلانیہ سخت سزا دی جائے اور طویل مدت قید میں ڈالا جائے حتی کہ وہ توبہ کر لے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حق کو حقیر جاننا ہے

امام ابوالمطرف شعبی فقیہہ مالقہ نے اس آدمی کے بارے میں فتوی دیا جس نے عورت کے رات کو حلف اٹھانے کے بارے میں کہا، اگر یہ ابوبکر صدیق کی بیٹی ہوتی تو یہ دن کو ہی حلف اٹھاتی، ایک جعلی فقیہ نے اس کی تصویب کر دی، شیخ ابوالمطرف نے فرمایا، اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا ذکر اچھے مقام پر نہیں کیا لہذا اسے سزا دیتے ہوئے طویل عرصہ قید میں ڈال دو، جس نے اس کی تصویب کی ہے اسے فقیہ کے بجائے فاسق کہو، لہذا اس پر زجر ہوئی اور اس

کا فتوی قبول نہیں کیا اور نہ اس کی شہادت، یہ تصویب اس کے لئے جرح بن گئی اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے بائیکاٹ کیا (الشفاء،۲: ۲۱۱)

کسی سلطان کے لئے اسے معاف کرنا جائز نہیں جو کسی صحابی کی گستاخی کرے بلکہ اسے سزا دے اور اس سے توبہ کا تقاضا کرے، اگر توبہ کر لے تو قبول اور اگر توبہ نہ کرے تو پھر سزا دے اور قید میں اڈالے حتی کہ مر جائے یا رجوع کر لے

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والا لایا گیا پوچھا، ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہنے لگا میں ان سے بغض رکھتا ہوں فرمایا، اگر تو کسی کو ناپسند کرتا ہے تو اسے گالی دے گا؟ اسے تیس کوڑوں کی سزا دی، اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گالی دینے والے کو کوڑے لگوائے (شرح اصول اعتقاد،۲۳۸۴)

امام ابن منذر نے فرمایا

لا اعلم احدا یوجب القتل عن سب من بعد النبی ﷺ (الاشرف،۳: ۱۶۱)	میں کسی کو نہیں جانتا جو حضور ﷺ کے بعد کسی کو گالی دینے والے کو قتل کا حکم دے

امام ابن منذر کا کلام اپنے اطلاق کی وجہ سے سیدہ عائشہ اور دیگر کو شامل ہے اس میں خوب غور کیا جائے

اگر دونوں کلام (قتل اور عدم قتل) صحیح ہیں تو جواب یہ ہوگا اول وجہ حضور ﷺ کی وجہ سے ہی ہے

امام ابویعلی حنبلی لکھتے ہیں، صحابہ کو گالی دینے والوں کے بارے فقہاء کا قول یہ ہے اگر حلال جانے تو وہ کافر ہے، اگر حلال نہیں جانتا تو فاسق ہے کافر نہیں

اور لکھا

اہل کوفہ اور دیگر اہل علم سے ایک گروہ نے صحابہ کو گالی دینے والوں کے قتل اور روافض کو کافر ہی قرار دیا

(الصارم المسلول)

امام محمد بن یوسف فریابی (ت،۲۱۲) سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینے والے کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا کافر ہے، پوچھا اس کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ فرمایا، نہیں (کتاب السنہ للخلال، ۷۹۴)

جو روافض کی تکفیر کرتے ہیں ان میں امام احمد بن یونس (ت، ۲۲۷) امام ابو بکر ہانی اثرم (ت، ۲۷۳) بھی ہیں، دونوں نے فرمایا ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے یہ مرتد ہوتے ہیں (شرح اصول اعتقاد، ۲۸۱۷)

اسی طرح امام کوفہ عبداللہ بن ادریس (ت، ۱۹۲) نے فرمایا

رافضی کے لئے شفعہ کا حق نہیں ہوتا کیونکہ شفعہ مسلمان کا حق ہے

امام احمد سے روایت ابوطالب میں ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دینا زندقہ ہے

(کتاب السنۃ للخلال، ۷۸۱)

جو تکفیر نہیں کرتے ان کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ پر تبرا کرنے والا فاسق ہے، حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے کمالات علمی اور محاسن میں سے ہے کہ انھوں نے اس ارشاد الٰہی سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ روافض کا فئی میں حق نہیں

والذین جاؤا من بعدھم یقولون — اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین — ہیں ہمارے رب ہمیں بخش دے اور

سبقونا با لایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم	ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھا اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے

(الحشر،۱۰)

جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو برا کہنے والے کا قتل لازم مانتے ہیں

ان میں صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن ابزٰی رضی اللہ عنہ بھی ہیں

(شرح اصول اعتقاد،۲۳۷۸) (کتاب السنۃ للخلال،۲۵۵)

زبان کاٹ دوں

مروی ہے ،حضرت عبید اللہ بن عمر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنھم کے درمیان جھگڑا ہو گیا، حضرت عبید اللہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلا دلانے کا حکم دیا اور فرمایا میں اس کی زبان کاٹ دوں گا تا کہ اس کے بعد کوئی شخص صحابہ رسول کے بارے میں ایسی جرأت نہ کرے

(شرح اعتقاد اہل السنۃ ،۲۳۷۶)

تو آپ نے سفارش اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے معاف کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیا

لیکن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا وغیرہ کا درجہ دے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں

فرع، حضور کی طرف جھوٹ منسوب کرنا

جس نے حضور ﷺ کے حوالے سے جھوٹ بولا ،اس کے کفر ،لزوم قتل وتوبہ میں اختلاف ہے لیکن یہ مقام تفصیل نہیں

فصل ثانی، کفار کا سبّ

ہر کفر سبّ نہیں، اسی وجہ سے اگر ذمی سے الفاظ کفر صادر ہوں مگر وہ سبّ نہ ہوں تو اس کا عہد ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی لزوم قتل کیونکہ ہم نے انھیں اس پر قائم رہنے کا اقرار کر رکھا ہے ہاں اگر سبّ ہو تو اس کا عہد ختم اور قتل لازم اس لئے کہ ہم نے اس کی اجازت انھیں نہیں دی پیچھے تفصیل سے یہ فرق مسلمان میں بھی گذر چکا ہے کہ اول صورت میں قبول توبہ ہے جبکہ دوسری صورت قبول توبہ میں اختلاف ہے

باب ثانی کی فصل ثانی میں اہمارے اصحاب کا اس بارے میں اختلاف آچکا ہے، کیا جب وہ اسے عقیدہ و دین مانے، اس میں اور دوسری صورت میں کوئی فرق ہے؟ ہمارا مختار یہی تھا کہ کوئی فرق نہیں اگر چہ شیخ صیدلانی اور دیگر نے فرق کو ترجیح دی ہے ہر حال میں بلاشبہ شتم، وسبّ اور موجب قتل ہے خواہ اس میں تکرار ہو یا نہ ہو اعلانیہ لوگوں کے سامنے ہو یا مخفی خلوت میں ہو جبکہ اس پر دو گواہ ہوں یا اقرار ہو کیونکہ دو گواہوں کے سامنے اقرار اور اس کا تلفظ بھی اظہار ہی کی صورت ہے

ہاں اگر یہ صورت ہو کہ کافر نے گھر میں یہ سمجھ کر گستاخی کی کہ کوئی نہیں سن رہا مگر پڑوسی مسلمانوں نے یا کسی کان لگانے والے نے سن لی اور گواہی دی تو کلام حنابلہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا مواُخذہ نہ کیا جائے دیگر آئمہ کے کلام میں نہیں ملا شاید ان کا اطلاق اسی پر محمول ہو

حنابلہ (قاضی ابویعلیٰ اور امام ابن عقیل) کہتے ہیں

جو شئی ایمان کو باطل کر دیتی ہے اگر اسے کوئی اعلانیہ کرے تو اس سے امان باطل ہو جائے گا کیونکہ اسلام کا درجہ عقد ذمہ سے بڑا پختہ ہے جب کلام، اسلام کی حفاظت دم ختم کرے تو اس سے حفاظت ذمہ بطریق اولیٰ ختم ہو جائے گا البتہ ان کے

درمیان ایک اور وجہ سے فرق ہے کیونکہ جب مسلمان رسول کو سب کرے گا تو یہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس کا سوء اعتقاد ہے لہذا یہ کافر ہوگا اور ذمی کا اعتقاد ہمیں معلوم ہے اور اسی کے اعتقاد پر اسے قرار دیا گیا ہاں یہ عہد ہے کہ وہ مخفی رکھے نہ کہ اعلانیہ تو اظہار و خفا میں تفاوت واضح ہو گیا،

امام ابن عقیل فرماتے ہیں جیسے مسلمان سے عہد ہے کہ ایسا اعتقاد نہ رکھے ایسے ہی ذمی سے اعلانیہ نہ کرنے کا عہد ہے تو ذمی کا اظہا، مسلمان کے خفا کی طرح ہے ،ذمی کا خفا اسلام کے لئے ضرر نہیں اور نہ ہی اس کی ہتک البتہ اعلانیہ میں اسلام کا ضرر اور بے عزتی ہے اسی لئے مسلمان کے باطنی جرائم کی تلاش نہیں کرتے ہاں اگر اعلانیہ کرے تو پھر اس پر حدود الٰہی کا اجرا کریں گے

قاضی ابو یعلیٰ اور امام ابن عقیل نے یہ قیاس ہر اس کلام میں جاری کیا جس سے ایمان ختم ہو جائے مثلاً نصاریٰ کا قول، اللہ، ان تین میں سے تیسرا ہے وغیرہ

تو ذمی نے اگر اعلانیہ شرک کا اعلان کیا تو عہد ختم جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں اپنے عقیدہ کا اعلان کرے تو اس کا عہد ختم (الصارم المسلول)

امام احمد سے اس یہودی کے بارے میں سوال ہوا جو موذن کے پاس سے گزرا جو اذان دے رہا تھا تو اس نے کہا تو جھوٹ کہہ رہا ہے فرمایا اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے گالی دی ہے (احکام اہل الملل، ۲۳۷)

جمہور مالکیوں کا یہی قول ہے ہر گستاخی پر قتل کیا جائے گا خواہ وہ اسے حلال جانتا ہو یا نہ جانتا ہو شیخ ابو مصعب نے نصرانی کے بارے میں کہا جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ پر فضیلت دی اس کے بارے میں (زہری نے) مجھ سے اختلاف کیا لیکن میں تو اسے ایسی ضرب لگاؤں گا جو اسے قتل کر دے یا فقط

ایک دن ورات زندہ رہے اور میں حکم دوں گا اسے پاؤں سے گسیٹ کر کوڑے کی جگہ پھینک دو تا کہ اسے کتے کھالیں

انہی نے اس نصرانی کے بارے میں قتل کا فتویٰ دیا جس نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کو پیدا کیا

اندلس کے اسلاف نے نصرانی عورت کے بارے میں قتل کا فتویٰ دیا جس نے ذات رب کا انکار کرتے ہوئے اعلانیہ کہا عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بیٹے ہیں

(الشفاء،۲:۲٦٦)

شیخ ابن قاسم نے فرمایا جس نے یوں گستاخی کی یہ نبی نہیں یا انھیں رسول نہیں بنایا گیا یا ان پر قرآن نازل نہیں کیا گیا جب کہ یہ گھڑا گیا ہے وغیرہ تو اسے قتل کیا جائے گا اگر کہا محمد تمہاری طرف رسول ہیں نہ کہ ہماری طرف، ہمارے نبی موسیٰ یا عیسیٰ ہیں وغیرہ تو اب کوئی سزا نہیں کیونکہ ہم نے انھیں اس پر پناہ دے رکھی ہے

انھوں نے فرمایا اگر نصرانی نے کہا ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے تمہارا دین تو گدھوں کا ہے۔ اس کی مثل کوئی قبیح کلمہ کہا یا موذن کو یہ کہتے ہوئے سنا اشھد ان محمدا رسول اللہ تو کہا اسی طرح کا اللہ تمہیں بھی عطا کرے تو اس پر تعزیری سزا اور طویل قید کی سزا ہوگی، یہی قول امام محمد بن سحنون کا ہے جو انھوں نے اپنے والد گرامی سے نقل کیا

ان کا ایک قول اور بھی ہے، جب کافر نے گستاخی کفریہ کلمات سے کی تو پھر قتل نہ کیا جائے گا، امام سحنون نے امام ابن القاسم سے نقل کیا جس یہودی اور نصرانی نے انبیاء کی کفر کے علاوہ سے گستاخی کی اس کی گردن ماری جائے گی اگر وہ مسلمان نہ ہو

(الشفاء،۲:۲٦۵)

یہ مذاہب ثلاثہ کی تصریحات اوران میں اختلاف ہے، کیاان کے دین واعتقاداوراس کے غیر میں فرق ہوگا یانہیں، صحیح مختار یہی ہے کہ کوئی فرق نہیں اور یہ جمہور علماء کا موقف ہے کیونکہ اکثریت جنھوں نے حضور ﷺ کی گستاخی کی وہ اسے اپنا اعتقاد ہی تصور کرتے تھے مثلاً ساحر، کاہن وغیرہ ان میں سے کسی کے بارے میں یہ منقول نہیں کہ اس نے حضور ﷺ کے نسب پرطعن کیا اور نہ کسی فحش وعیب کی آپ کی طرف نسبت کی اور نہ ہی ان میں سے کوئی اعتقاد رکھتا تھا جنھوں نے گستاخی کی اوران کے خون کو مباح قرار دیا، ان کا نقض قسم اول سے ہی تھا اوراس لئے بھی تہمت وغیرہ کے ساتھ گستاخی، قتل لازم کرتی ہے کیونکہ یہ نبوت پرطعن کا وسیلہ ہے جب وسیلہ، نقض عہد لازم کرتا ہے تو مقصود سے بطریق اولیٰ نقض ہوگا اگران کے اعتقاد کی وجہ سے انھیں قتل نہ کیا جائے تو پھر گستاخی پر قتل کا امکان ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ ہر گستاخ یہی کہہ سکتے ہیں یہ ہمارا اعتقاد ہے

اعتقاداورغیر کافرق

اعتقاداورغیر اعتقاد میں فرق اہل الرائے کے مطابق جاری ہوگا کہ عہد کسی گستاخی سے نہیں ٹوٹتا لیکن اولیٰ میں ہے کہ جمہور کی موافقت کرتے ہوئے ان دونون کو برابر سمجھا جائے بشرطیکہ وہ گستاخی بنے اوراس کامدارعرف پر ہے کیونکہ جس کا شرع اورلغت میں تعین نہ ہو وہاں عرف وعادت کی طرف رجوع لازم ہے جسے اہل عرف گستاخی قرار دیں گے ہم بھی اسے ہی کہیں گے ورنہ نہیں

جزئیات کا تذکرہ

یہاں کچھ جزئیات کا تذکرہ ضروری ہے تا کہ فقیہ ان پر اعتقاد کرتے ہوئے ان سے قاعدہ کلیہ اخذ کر کے حکم جاری کر سکے گستاخی پر گفتگو یا بطور حکایت

اسے زبان پر لانا اور اس کا دل میں تصور کرنا نہایت ہی شدید و پریشان کن معاملہ ہے لیکن بیان احکام کی وجہ سے مجبوری ہے پھر ہم اس کا خاص محل نہیں بلکہ تعین مسبوب کے بغیر مطلق کلام کریں تا کہ فقیہ فائدہ اٹھا سکے

گستاخی کی اقسام

گستاخی دو قسم پر ہے دعا اور خبر، پہلی قسم بدعا مثلاً لعنت، ذلت، قباحت، عدم رحمت رضوان، جڑ کٹ جائے، ذکر بلند نہ ہو وغیرہ کی دعا کرنا یہ تمام گستاخی کے کلمات ہیں خواہ مسلمان سے صادر ہوں یا کافر سے، یہ فرق بھی نہیں کہ مسلمان نے مخفی کہا اور اس پر گواہ تھے یا اعلانیہ کیا جب کافر آپ ﷺ کے بارے میں اعلانیہ دعا اور مخفی طور پر بدعا کرے مثلاً السام علیکم (تم پر موت ہو) بطور سلام کہے تو علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ گستاخی ہے لہذا قتل کیا جائے گا، حضور ﷺ نے یہودی کو اگر ایسی صورت میں معاف فرمایا تو یہ کمزوری اسلام کا وقت تھا یا آپ نے اسے معاف کر دیا، بعض نے کہا یہ گستاخی نہیں جس سے عہد ختم ہو جائے کیونکہ یہ اعلانیہ نہ تھی البتہ بعض سامعین (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے اسے محسوس کر لیا تھا

دوسری قسم، خبر، مثلاً برا نام رکھنا، نقص و استہزاء کے ساتھ خبر دینا، لکنت کا عیب لگانا، عذاب گناہ کے وقوع کی بات کرنا، بطور طعن آپ کی تکذیب کرنا، جادوگر، دھوکہ دینے والا، حیلہ ساز کہنا جو لایا ہے باطل اور جھوٹ ہے اگر شعر میں کہے تو زیادہ قبیح ہوگا کیونکہ شعر یاد ہو جاتا ہے پڑھا جاتا ہے اور دلوں میں موثر ہوتا ہے اور اگر ترنم کے ساتھ لوگوں کے اندر پڑھا جائے تو اس کا معاملہ بہت ہی پریشان کن ہوتا ہے

البتہ اگر بغیر طعن اپنے عقیدہ کے بارے میں اطلاع دے مثلاً میں ان کا تبع نہیں ہوں یا میں ان کی تصدیق کرنے والا نہیں یا میں ان سے محبت نہیں رکھتا یا میں ان کے دین کو پسند نہیں کرتا وغیرہ تو عقیدہ کا بیان ہے اور اس میں طعن نہیں کیونکہ عدم تصدیق و محبت بعض اوقات جہالت ،عناد اور حسد کی وجہ سے ہوتی ہے جب کسی نے کہا وہ رسول و نبی نہیں اور نہ ہی ان پر کوئی شئی نازل کی گئی ہے تو یہ ایسی تکذیب ہے جس کے ضمن میں آپ ﷺ کو جھوٹا کہنا ہے کیونکہ وہ ہمارے واسطہ سے جانتے ہیں کہ آپ نے رسول اللہ ہونے کا اعلان فرمایا

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے اسے انھوں نے ھو کذاب کے لاحق نہیں کیا کیونکہ یہ صریح گستاخی ہے جبکہ مذکورہ جملہ بالواسطہ گستاخی ہے

فرع

کافر نے اگر اللہ تعالی کی گستاخی کی اور پھر مسلمان ہو گیا تو اسلام درست اور قتل ساقط لیکن اگر اس نے حضور ﷺ کی گستاخی کی اور اسلام لے آیا تو اس میں اختلاف ہے کیونکہ یہ حق آدمی ہے، اگر مسلمان نے اللہ تعالی کی گستاخی کی اسلام لے آیا تو امام مالک اور دیگر لوگوں کے ہاں اس کے قبول توبہ اور سقوط قتل میں اختلاف ہے کیونکہ اس کا مسلمان ہونے کے باوجود گستاخی کرنا زندیق ہونے پر دال ہے

فرع

باقی انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کی گستاخی بالاتفاق حضور ﷺ کی گستاخی کی طرح ہے

گستاخ کی وراثت

گستاخ قتل کر دیا جائے یا گستاخی کے بعد طبعی موت مر جائے تو اس کی

وراثت کا حکم کیا ہے؟ مسلمان اگر اس حال میں مرے یا اسے اس حال میں قتل کر دیا جائے تو اس کا حکم باقی مرتدین والا ہے، اگر اس نے توبہ کر لی اور اسلام کی طرف لوٹ آیا جو اس کی توبہ مقبول مانتے ان کے ہاں اس کا مسلمانوں والا حکم ہوگا اور جو توبہ مقبول نہیں مانتے اور کہتے ہیں بطور حد اس کا قتل ہے ان کے ہاں اس کی وراثت دیگر مسلمانوں کی طرح ورثاء میں تقسیم ہوگی جیسے کہ زانی شادی شدہ کا حکم ہے

میراث زندیق

امام مالک سے میراث زندیق میں اختلاف ہے کیا وہ ورثاء کے لئے یا جماعت مسلمین کے لئے ہے جب توبہ سے انکار کرے یا توبہ کرلے کیونکہ اس کی میراث خون کے تابع ہے، کافر گستاخ قتل ہوا، امام ابن قاسم کہتے ہیں اس کی وراثت مسلمانوں کے لئے ہے لیکن بطور میراث نہیں کیونکہ دو ملتوں کے درمیان وراثت نہیں ہاں نقض عہد کی وجہ سے یہ مال فیٔ ہے

اسی طرح قاضی عیاض نے نقل کیا اور یہی امام شافعی کے قول کہ اس کے عہد کے ختم کا تقاضا ہے پہلے ہم نے بیان کیا کہ ممکن ہے اس کا قتل بطور حد اور عہد باقی ہو تو اسکی میراث کافر ورثاء کے لئے ہوگی لیکن قول امام شافعی اور دلیل کا تقاضا اول یہی ہے، اس کی امام ابن قاسم نے تصریح کی ہے لہذا یہی اصح ہے

باب رابع

مقام مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ہم پر لازم حقوق

اس کی چار اقسام ہیں

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کی عظمت اور قرآن میں آپ ﷺ کی تعریف

۲۔ حضور ﷺ تمام محاسن اور کمالات کے جامع ہیں

۳۔ احادیث مبارکہ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم وثناء کی ہے

آپ کے ہاتھوں آیات ومعجزات کا ظہور

فصل اوّل۔ قرآن اور اللہ تعالیٰ کا آپ کی عظمت وثنا کا بیان

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

لقد جاء کم رسول من
انفسکم عزیز علیه ماعنتم
حریص علیکم بالمؤمنین
رؤف الرحیم

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم
میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں
پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت
چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان

(التوبہ،۱۲۸)

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

کما ارسلنا فیکم رسولا
منکم یتلوا علیکم ایتنا
ویزکیکم ویعلمکم الکتاب
والحکمة ویعلمکم مالم
تکونوا تعلمون

جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں
سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے
اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم
سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس
کا تمہیں علم نہ تھا

(البقرہ،۱۵۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے

لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث
فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم
ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب
والحکمة وان کانوا من قبل لفی
ضلال مبین (آل عمران،۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ
ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان
پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا
ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ
ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

۴۔وماارسلناک الا رحمة للعالیمین (الانبیا،۱۰۷)	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے
۵۔انا ارسلنک شاھدا ومشرا ونزیرا وداعیاً الی الله باذنه وسراجامنیرا (الحزاب،۴۵،۴۶)	اے غیب کی خبریں بتانے والے(نبی) بے شک ہم نے تمیں بھیجا شاہد اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنتااور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتااور چمکادینے والا آفتاب
۶۔الم نشرح لک صدرک ووضعناعنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنالک ذکرک (الانشراح،۱،۴)	کیا ہم نے تیرا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتارلیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا

حضرت قتادہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیاوآخرت میں یوں بلند کیا کہ ہر خطبہ دینے والا، تشھد پڑھنے والانماز میں پڑھنے گا اشھد ان لا اله الاالله و اشھدان محمدا رسول الله (جامع البیان،۳:۲۳۵)

۷۔اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے

واطیعوا الله والرسول (آل عمران،۱۳۲)	اللہ اور رسول کے فرمانبردار رہو
۸۔امنوا بالله ورسوله (النساء،۱۳۶)	اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان رکھو

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت وایمان کو اپنی طاعت میں واوعطف کے ساتھ

ملا رکھا ہے اور یہ بات کسی دوسرے کے حق میں ہرگز جائز نہیں

(الشفاء، ۱:۲۰)

۹۔ان اللــه وملـئكتـه يصلون علـى الـنبـى يـا يها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما (الاحزاب،۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والوں ان پر درود اور سلام بھیجو

۱۰۔من يطع الرسول فقد اطاع اللـه ومـن تولىٰ فما ارسلنك عليهم حفيظا

(النساء،۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا

۱۱۔قـل ان كـنتـم تـحبـون الله فـاتبـعـونـى يـحببـكـم اللـه ويـغفرلكم ذنوبكم والله غفور رحيم (آل عمران،۳۱)

اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو میرے فرمابردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا

۱۲۔قـل اطيـعوا الله والرسول فـان تـولـوا فـان الله لا يحب الكفرين (آل عمران،۳۲)

تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی ایک جگہ بھی آپ ﷺ کا نام لے کر مخاطب نہیں کیا بلکہ فرمایا، یا یها االنبى،يا ايها الرسول حالانکہ دیگر کا نام لیا،یا آدم ،یا نوح،یاموسیٰ،یاعیسیٰ

۱۳۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوباً عند هم فی التوراة والانجیل یأمرهم بالمعروف وینههم وعن المنکر ویحل لهم الطیبت ویحرم علیهم الخبئث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم فالذین امنوابه وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه (الاعراف، ۱۵۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انھیں بھلائی کا حکم دے گا اور بڑائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان کے لئے حرام فرمائے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جوان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور مدد دیں اور ان پر نازل فرمودہ نور کی اتباع کریں

۱۴۔ وکذلک جعلنکم امة وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا (البقرہ، ۱۴۳)

یوں ہی بات ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا (النساء، ۴۱)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں

۱۶۔وبشر الذین امنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم (یونس،۲)
اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے

حضرت قتادہ، حسن اور زید بن اسلم کہتے ہیں قدم صدق سے حضور ﷺ مراد ہیں جو شفاعت کریں گے

(جامع البیان، ۱۱:۸۲)

۱۷۔اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے

لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (الحجر،۷۲)
اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں

اہل تفسیر کا اتفاق ہے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تمام عمر کی قسم اٹھائی ہے،
امام ابوالجوزا تابعی (ت،۸۳) فرماتے ہیں

ما اقسم اللہ بحیاۃ احد غیر محمد ﷺ لانہ اکرم البریۃ عندہ
اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی سوائے حضور ﷺ کے کیونکہ اس کے ہاں آپ ﷺ تمام سے معزز ہیں

(جامع البیان،۱۴،۴۴)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یسین قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ قسم آسمان و زمین کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اٹھائی،
امام نقاش کہتے ہیں حضور ﷺ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی نبی کی رسالت کی قسم نہیں کھائی بعض نے یسین کا معنی یا سید (اے سردار)

کیا ہے، اس میں بھی کسقدر عظمت و تعظیم ہے

حضور ﷺ کا فرمان ہے

انا سید ولد آدم — میں اولاد آدم کا سردار ہوں

(القرطبی، ۱۵:۵)

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

لااقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد — مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

(البلد ۱،۲)

۱۹. والضحیٰ والیل اذا سجی — چاشت کی قسم اور رات کی، جب وہ پردہ ڈالے

(الضحیٰ، ۱،۲)

پوری سورت پڑھو اور اس میں آپ ﷺ کی قدر منزلت کسقدر واضح و آشکار ہے

۲۰۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے

والنجم اذا هوٰى — اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم

(النجم، ۱)

امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنھما کہتے ہیں

نجم سے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے

(القرطبی، ۱۷، ۸۳)

سورۂ مبارکہ اول تا آخر کسقدر آپ ﷺ کی عظمت و شان پر مشتمل ہے اور جن چیزوں کا آپ ﷺ کو مشاہدہ ہوا وہ کسی نبی کو نہیں ہوا، عجائب ملکوت میں آپ

کے مشاہدہ کو الفاظ میں لایا ہی نہیں جا سکتا، آپ کا تمام ملائکہ اور باقی مخلوق سے آگے بڑھ جانا اور دیگر خصائص کا اس میں تذکرہ ہے

۲۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے

ن والقلم ومایسطرون   قلم اور ان کے لکھے کی قسم
(القلم، ۱)

اس سورت کا مطالعہ کریں اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی کتنی شاندار تعریف، آپ کے اخلاق کریمہ اور عظمت و شان کو آشکار فرمایا ہے

۲۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

انا فتحنا لک فتحاً مبیناً   بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح
(الفتح، ۱)   فرمادی

یہ سورت پھر اس سے متصل اگلی سورۃ الحجرات کا ہر دانا مطالعہ کرے تو اسے نبی کریم ﷺ کی شانیں ہی شانیں ملے گی، اور اگر ان کی تفصیل لکھی جائے تو کئی جلدیں ان کا احاطہ نہ کر سکیں پھر آپ ﷺ کے ادب و احترام و توقیر و اجلال کا بھی کسقدر حکم ہے

۲۳۔ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے

طٰہٰ ما انزلنا علیک القران   اے محبوب ہم نے تم پر قرآن اس لئے
لتشقی   (طٰہٰ، ۱،۲)   نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو

ان الفاظ میں جو شفقت و اکرام ہے وہ نہایت ہی آشکار ہے اسی طرح ان ارشادات عالیہ میں ہے

۲۴۔ باخع نفسک علی   تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے انکے

اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا (الکھف،٦)	پیچھے غم (کی وجہ) سے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں
۲۵۔لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین (الشعراء،۳)	کہیں تم اپنی جان پر کھیل نہ جاؤ گے اس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے
۲۶۔ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (الحجر،۹۷)	اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو
۲۷۔فانھم لایکذبونک ولکن الظلمین بایت اللہ یجحدون (الانعام،۳۳)	تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں

یعنی تم ان کے نزدیک جھوٹے نہیں ہو کیونکہ وہ تمہارے صدق وامانت سے آگاہ ہیں ہاں اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار نے انہیں آپ کی تکذیب پر ابھارا ہے

۲۸۔ارشاد مبارک ہے

ولقد استھزئ برسل من قبلک فحاق بالذین سخروا منھم ماکانوا بہ یستھزئون (الانعام،۱۰)	اور ضرور اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹا کیا گیا تو وہ جو ان سے ہنستے تھے انکی ہنسی انہیں لے بیٹھی

امام ابو محمد مکی (۳۵۵:۴۳۷) لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی اور اطمینان

دلاتے ہوئے آگاہ کیا جو آپ کے مقابل آئے گا اس کے ساتھ سابقہ مجرموں کی ہی طرح ہی ہوگا اور قرآن اس چیز سے خوب مالا مال ہے

۲۹۔ پھر ارشاد فرمایا

واذ اخذا لله میثاق النبین لما اتیتکم من کتب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أاقررتم واخذتم علی ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشهدین

(آل عمران، ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا اور فرمایا ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں

امام ابوالحسن قابسی لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسے فضل سے مخصوص کیا جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے

(الشفاء:۱،۴۳)

مفسرین فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے وحی کے ذریعے عہد لیا جب اس کی بعثت ہوگی اور وہ حضور کا اور آپ کی بعثت کا تذکرہ کرے گا اور یہ بھی عہد لیا کہ اگر وہ ان کے دور میں آجائیں تو ان پر ایمان لائیں گے، اپنی اپنی قوم کو بتائیں اور ان پر ایمان کا اور اپنے بعد آنے والوں کو بتانے کا عہد لیا (القرطبی، ۴:۱۲۵)

(رازی، ۱۲۲:۸)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہے سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر ہر نبی سے حضور ﷺ کے بارے میں عہد لیا گیا

لئن بعث وھو حی لیؤمنن به	اگر آپ ﷺ ان کی زندگی میں آ جائیں
ولینصرنه ویاخذ العھد	تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد
بذلک علی قومه	کریں اور وہ اپنی قوم سے یہی عہد لیں

امام سدی اور قتادہ سے بھی یہ منقول ہے

(جامع البیان، ۳۳۲:۳)

۳۰۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

واذ اخذنا من النبیین میثاقھم	اور محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے
ومنک ومن نوح	عہد لیا اور تم سے اور نوح سے

(الاحزاب، ۷)

۳۱۔ایک مقام پر فرمایا

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی	بے شک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف
نوح والنبین من بعده و اوحینا الی	وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد کے
ابراھیم و اسمعیل و اسحق	پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراھیم اور
ویعقوب والاسباط وعیسیٰ	اسمٰعیل اور اسحٰق اور انکے بیٹوں اور عیسیٰ اور
وایوب ویونس وھرون وسلمین	ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمن کو وحی
واتینا دائود زبورا (النساء، ۱۶۳)	کی اور ہم نے داود کو زبور عطا فرمائی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے، عرض کیا، یا رسول اللہ، آپ پر میرے والدین فدا

ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری کسقدر فضیلت ہے تمہیں آخر میں مبعوث فرمایا مگر ذکر
آپ کا سب سے پہلے کیا، اس کے ہاں آپ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اہل نار آپ کی
طاعت چاہیں گے حالانکہ عذاب بھگت رہے ہونگے، وہ کہیں گے

یلیتنا اطعنا الله واطعنا الرسولا کہتے ہونگے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا
(الاحزاب، ٦٦) حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا

امام کلبی (ت، ۱۴۲) نے ارشاد باری تعالیٰ

وان من شیعته لابراهیم اور بے شک اسی گروہ سے ابراھیم تھے
(الصافات، ۸۳)

کے تحت کہا 'ہا' ضمیر حضور ﷺ کی طرف لوٹ رہی ہے

(الشفاء، ۱:۴۲)

۳۲۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے

وما کان الله لیعذبهم اور اس کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے
وانت فیهم جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف
(الانفال، ۳۳) فرما ہو

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو اماں نازل کیں

فاذا مضیت ترکت فیکم جب میں چلا جاؤں گا تو تم میں استغفار
الاستغفار چھوڑ جاؤں گا
(سنن ترمذی، ۳۰۸۲)

بعض نے کہا جب تک حضور ﷺ کی ظاہری حیات تھی آپ امان اعظم ہیں اور جب
تک آپ کی سنت وطریقہ باقی ہے آپ باقی ہیں جب آپ کا طریقہ معدوم ہو جائے گا

تو پھر بلا وفتن کا انتظار کرو (الشفاء، ۱:۴۷)

۳۳۔ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے

سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حوله لنریه من ایتنا انه هو السمیع البصیر	پاکیزگی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے

(الاسراء،۱)

یہ واقعہ جن عجائبات پر مشتمل ہے وہ کسقدر عظیم ہیں

۳۴۔ یہ بھی فرمان الٰہی ہے

والله یعصمک من الناس (المائدہ، ۶۷)	اور اللہ لوگوں سے تمہاری نگہبانی کرے گا
۳۵۔ الا تنصروه فقد نصره الله (التوبہ، ۴۰)	اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی
۳۶۔ فانزل الله سکینته علیه (التوبہ، ۴۰)	تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا سکینہ (اطمینان) اتارا
۳۷۔ انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک هو الابتر (الکوثر، ۱:۳)	اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہ ہر خیر سے محروم ہے

۳۸۔ولقد اتینک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم (الحجر،۸۷)	اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتین دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن (عطافرمایا)
۳۹۔النبی اولیٰ بالمٔومینن من انفسهم (الاحزاب،٦)	یہ نبی مسلمانون کا انکی جانوں سے زیادہ مالک ہے
۴۰۔عفا الله عنک لم اذنت لهم (التوبہ،۴۳)	اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا

اس آیت مبارکہ میں جوتلطف وعظمت ہے وہ اہل بصیرت پر ظاہر ہے،آپ ﷺ کو دو میں سے ایک کا اختیار تھا آپ نے اذن کواختیارفرمایا،

آیت کریمہ نے واضح کیا اگرتم انھیں اجازت نہ دیتے تو ان کا حال ونفاق ،ظاہرہوجاتا آیت کاشروع عفو سے کیا تا کہ آپ ﷺ کےقلب انور پر بوجھ نہ ہو

دیکھواس میں کسقدرتلطف وادب ہےقرآن میں اس قدرکثیرآیات ہیں ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا جن میں صراحتاً اوراشارۃً آپ ﷺ کی رفعت اورشان کا بیان ہے پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے آپ ﷺ کو باقی تمام مخلوق پرشرف وعزت وعظمت عطافرمائی

وصلی الله علی هذا البنی الکریم وحشرنا فی زمرته ومن تحب بمنه وکرمه

نوٹ۔اس موضوع پر عظیم محدث شیخ عبد اللہ غماری (ت،۱۳۱۴) نے اہم

کتاب 'دلالۃ القران المبین علی ان النبی افضل العالمین' لکھی ہے جس کا ترجمہ علامہ محمد اکرام اللہ زاہد استاد جامعہ اسلامیہ لاہور نے کیا ہے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے

فصل ثانی

آپ ﷺ خلق و خَلق میں تمام محاسن کے جامع ہیں

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صورۃً ومعناً سب سے کامل بنایا ہے مخلوق میں ایسا کمال جسے وہ فخر وفضیلت سمجھے ان تمام کو آپ نے جمع کر لیا خواہ وہ کمالِ خلقت، جمالِ صورت، ونورِ عقل، صحتِ فہم، فصاحتِ زبان، قوت دل وحواس واعضا، اعتدال حرکات، شرف نسب، عزت قوم، مقدس خمیر

احوال بدن، مثلاً غذا، نیند، لباس، نکاح، رہائش، مال ومرتبہ میں، اخلاق عالیہ، آداب شرعیہ دین، علم، حلم صبر، شکر، عدل، زھد، تواضع، عفو، عفت، جود، شجاعت، حیا مروت، خاموشی، وعدہ نبھانا، وفاء، صدق، رحمت، حسن ادب ومعاشرت وغیرہ ایسی بے شمار صفات کاملہ اگر ان میں سے کوئی ایک کسی بھی میں پائی جائے تو وہ اپنے دور میں مثال بن جاتا ہے اور ادوار گزرنے کے باوجود اس کی تعظیم کی جاتی ہے

فکیف بمن فیہ علی اقصٰی درجات الکمال — اس ہستی کا کیا مقام ہوگا جو اپنے اندر ان تمام کو انتہائی کامل درجہ پر رکھتی ہے

پھر کچھ ایسے فضائل وخصائص بھی ہیں جو کسی اور بشر میں ممکن ہی نہیں

مثلاً فضیلت نبوت ورسالت، حبیب وخلیل، مصطفیٰ، اسراء، دیدار، قرب، دنو، وحی، شفاعت، مقام وسیلہ وفضیلت، بلند درجہ، مقام محمود، براق، معراج، تمام کی طرف رسول، انبیاء کی امامت، تمام انبیاء اور انکی امتوں پر گواہ، تمام اولاد آدم کی سرداری، صاحب لواء حمد وسیادت، نذیر ہونا، صاحب عرش کے ہاں خصوصی مقام وطاعت، امامت، ہدایت، رحمۃ للعالمین، رضا وسوال پر عطا ہونا، کوثر، آپ کی دعا کا قبول کرنا، اتمام نعمت، تمام زندگی کی عصمت، شرح صدر، وضع وزر، رفعت ذکر، غلبہ ومدد، نزول سکینہ وتائید ملائکہ، عطا کتاب وحکمت وسبع مثانی اور قرآن عظیم، تزکیہ امت، اللہ کی طرف دعوت، اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا درود، لوگوں کے درمیان اللہ کی

رہنمائی سے فیصلہ کرنا، ان سے ہر قسم کا بوجھ وسختی ختم کرنا، آپ کے نام ورسالت کی قسم ،دعا کو قبول کرنا، جمادات اور گونگوں کا کلام کرنا، مردوں کا زندہ ہونا، درختوں وغیرہ کا آپ کی آواز پر لبیک کہنا، انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا، کم چیز کا کثیر ہونا، چاند کا ٹکڑے ہو جانا، سورج کا پلٹ آنا، اشیاء کی ماہیت کا بدل جانا رعب اور غیوب پر مطلع ہونا، بادل کا سایہ کرنا، سنگریزوں کا تسبیح پڑھنا، کوڑھوں کا صحت مند ہونا، لوگوں سے حفاظت، آگے کی طرح پیچھے دیکھنا، دل کا نہ سونا، امت کے لئے غنائم کا حلال ہونا، تمام زمین کا سجدہ گاہ اور پاک ہونا، اور دیگر اوصافِ کاملہ جن کا احاطہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کرسکتا جس نے یہ عطا کیے اور ان سے آپ کو فضیلت بخشی اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے ساتھ آخرت میں آپ کے لئے جو منازل، کرامت، درجات قدس، مراتب سعادت، حسنٰی، دیدار ہے جن سے عقول واقف نہیں ہوسکتی اور وہم وخیال بھی وہاں حیران ہے

یہ اجمال ہے اس کی تفصیل وشرح سیر وشمائل، اور دلائل النبوۃ میں موجود ہیں مثلاً قاضی عیاض (اللہ تعالیٰ ان کی کاوش پر ان کو جزا دے) وغیرہ کی الشفاء کا مطالعہ کیا جائے، ہاں کچھ تفصیل بھی کیے دیتے ہیں

آپ کا سراپا اقدس

آپ ﷺ کا مقدس رنگ نہایت ہی خوشنما اور سفیدی اور سرخی کا حسین امتزاج تھا، آپ کا سر اقدس وقار و موزونیت کا آئینہ دار، روشن چہرہ، کنڈوالی زلفیں، اگر کنگھی فرماتے تو وہ کھل جاتے ورنہ اکھٹے ہوتے، بال مبارک کان کی لوتک ،کشادہ پیشانی، ابرو مبارک کمان کی طرح خمیدہ، لمبے اور متصل نہ تھے ان کے درمیان رگ تھی جو جلال کے وقت ابھر آتی،

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ کہتی ہے ابرو متصل تھے، ممکن ہے تھوڑے متصل ہوں، آنکھیں خوب سیاہ اور فراخ تھی، آنکھوں کے سفید حصہ میں سرخ ڈورے، پلکیں خوبصورت اور لمبی رخسار نرم، چہرہ گولائی کی طرف مائل، بڑے وقار والے، چہرہ اقدس چودویں کے چاند کی طرح چمکتا، جسم فربہ نہ تھا اور ٹھوڑی چھوٹی نہ تھی، رنگت میں سب سے خوبصورت، چہرہ اقدس شمس وقمر بلکہ ان دونوں سے بڑھ کر خوبصورت گویا سورج چہرہ پر تیر رہا ہے، گھنی داڑھی جو سینے پر کو بھرے، مقدس کان تام وکامل، دھن مبارک فراخ، بینی مبارک لمبی اور نرم، اس پر ہر وقت نور کی برسات رہتی، غور سے دیکھنے والے کو نور کی وجہ سے بینی بلند دکھائی دیتی (حالانکہ واقع میں ایسا نہ تھا) سامنے کے مبارک دانتوں میں مناسب کشادگی اور چمکدار تھے، چہرہ اقدس پر پسینہ موتیوں کی طرح دکھائی دیتا، گردن مبارک ایسی کہ مورتی کی گردن تراشی گئی ہے، چاند کی طرح سفید، سینہ اقدس کے نیچے سے لیکر ناف تک باریک بالوں کی خوبصورت لکیر تھی جیسے خوبصورت باریک ٹہنی ہو، اس کے علاوہ بطن اور سینہ اقدس پر بال نہ تھے، سینہ اقدس کشادہ تھا بطن اور اور سینہ اقدس برابر تھے، مبارک کاندھے بڑے اور ان میں بعد تھا ،کلائیاں عظیم اور ، کشادہ، بازو پر گوشت ،کلائیاں اور کاندھوں پر بال ،کلائیاں لمبی ،ہتھلیاں کشادہ، کلائیاں اور پنڈلیاں کشادہ، ہتھلیاں اور قدموں کے تلوے پر گوشت ،مبارک انگلیاں خوبصورت، ہڈیاں بھاری،، چمکدار اور روشن جسم، معتدل اور چاق وچوبند جسم، بغلیں سفید، انگلیاں بھری ہوئی ، جوڑ جلیل، تلوے معتدل، نرم پاؤں، پانی فی الفور گزر جاتا، جب چلتے تو مضبوط قدم رکھتے، بعض نے کہا تلوے خالی نہ تھے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ زیادہ خالی نہ تھے بلکہ معتدل تھے، جھک کر چلتے ، درمیانی چال چلتے ، تیز چلتے گویا اوپر سے نیچے آرہے ہیں، توجہ کے وقت کامل طور پر متوجہ

ہوتے ،آنکھیں جھکی ہوتیں،آسمان کی نسبت زمین کی طرف نظر زیادہ رہتی ،صرف ملاحظہ کرنے کے لئے نگاہ مقدس اٹھاتے ،نہ اتنے طویل اور نہ پست ،جب کسی طویل آدمی کے ساتھ چلتے تو اس سے لمبے دکھائی دیتے ،حسن وجمال غالب ،چہرہ اقدس روشن،خلقت خوبصورت پطن بڑا نہیں تھا کہ عیب ہو ،سر اقدس چھوٹا نہ تھا ،صاحب حسن وجمال، آواز میں نرمی ،بال مبارک نہایت ہی سیاہ،خاموشی کے وقت باوقار، گفتگو کے وقت سب پر غالب اور رونق دوبالا ہوجاتی ،تمام لوگوں سے جمیل، دور سے دیکھنے والے کو مرعوب اور اور قریب سے دیکھنے والے مست و بے خود بنا دیتے ،شریں گفتگو، انتہائی واضع نہ ضرورت سے زائد اور نہ کم ،گفتگو گویا موتیوں کا ہار جو نیچے ڈھلک رہا ہے قد انور معتدل ،کوئی آنکھ دیکھنے والا ٹھرتی نہ تھی ،دو خوبصورت ٹہنیوں کی طرح دیکھنے میں ان دونوں سے تر وتازہ اور وقار میں خوبصورت دکھائی دیتے آپ کے صحابہ خوب احترام کرتے ،آپ کی گفتگو کو خوب توجہ سے سنتے ،اگر آپ کوئی حکم دیتے تو اسے بجالانے میں جلدی کرتے ،صحابہ خوب خدمت بجالاتے اور خوب ادب کے ساتھ حاضری دیتے ،نہ تیوری چڑھاتے اور نہ بگڑتے ،صحابہ کو آگے چلنے کا حکم دیتے ،ملاقات پر سلام دینے میں پہل کرتے ،فکر وغم میں (باطناً) ڈوبے رہتے ،دائم الفکر، دین کے لئے جدوجہد کی وجہ سے آرام تک نہ کرتے بغیر ضرورت گفتگو نہ فرماتے ،سکوت طویل فرماتے ،کھل کر گفتگو کا آغاز واختتام فرماتے ،جامع کلمات سے کلام فرماتے ،طبعاً سخت طبیعت نہ تھے نہ کسی کو حقیر جانتے ،ہنسنا آپ کا فقط تبسم ہوتا ،دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی آپ آخری نبی ہیں ،تمام لوگوں سے سخی ،تمام سے جرات مند ،تمام سے سچے ،تمام سے بڑھ کر وعدہ نبھانے والے ،طبیعت نرم ،سب سے اعلیٰ انداز میں برتاؤ کرنے والے ،جو اچانک دیکھتا مرعوب ہوجاتا اور میل جول

رکھتا قربان ہو جاتا، فحش کلام نہ کرتے اور نہ تکلف فرماتے، نہ بازاروں میں آواز دیتے ،نعمت کی قدر کرتے اگرچہ کم ہو، کسی شئی کی مذمت نہ کرتے ،کھانے کی مذمت نہ کرتے اور نہ زیادہ مدح اگر بھوک ہوتی تناول فرمالیتے ورنہ چھوڑ دیتے ،دنیا اور اس کی چیزیں آپ کو پریشان نہ کرسکتیں

جب اشارہ فرماتے تو پوری ہتھیلی سے فرماتے ،تعجب کے وقت اسے الٹ دیتے ،گفتگو جدا جدا الفاظ میں کرتے دائیں ہتھلی کو بائیں انگوٹھے کے باطن پر مارتے ،ناراضگی کے وقت چہرہ پھیر لیتے ،بوقت خوشی آنکھیں جھکا لیتے تبسم کے وقت مبارک دانت بارش کے اولوں کی طرح دکھائی دیتے

وقت کی تقسیم

جب گھر میں تشریف لاتے تو وقت کو تین حصص میں تقسیم فرماتے ایک حصہ، اللہ تعالیٰ ،دوسرا اہل اور تیسرا اپنے لئے ،پھر اپنے لئے وقت میں سے کچھ خاص لوگوں کو دیتے جو آپ کی تعلیمات عوام تک پہنچاتے ،لوگوں سے کوئی شئی ذخیرہ نہ کرتے ، اہل فضل کو ترجیع دیتے اور اسے دین میں فضیلت کے مطابق تقسیم فرماتے ،بعض کی ایک ،بعض کی دو اور بعض کی زیادہ حاجات ہوتیں انھیں پورا کرنے میں مشغول رہتے اور جو ان کے لئے زیادہ بہتر ہوتا ان اس کی طرف متوجہ کرتے ، جو ان کے لئے ضروری تھا اس پر مطلع فرماتے اور فرماتے شاہد ،غائب کو پہنچائے ،جو مجھ تک اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا تم اس کی حاجت پہنچاؤ ،جس نے بادشاہ تک ایسے بندے کی حاجت پہنچائی

ثبت الله قدميه يوم القيامة روز قیامت ،اللہ اسے ثابت قدمی عطا فرمائے گا

آپ کے ہاں ایسی ہی اہم باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ،اس کے علاوہ کسی کی قبول نہ

فرماتے ،لوگ آپ سے دین ودنیا کا نفع پانے کے لئے اکھٹے ہوتے اور پاکر جدا ہوتے ، پھرلوگوں کی اس پر رہنمائی کرتے ،لوگوں کے لئے آپ کی زبان مقدس سے مفید باتیں صادر ہوتیں ان میں محبت پیدا فرماتے نہ کہ نفرت وتفریق ، ہرقوم کے سربراہ ووالی کا احترام کرتے اگرکوئی صحابی نہ آتے توجہ پوچھتے ،لوگوں سے عوام کے بارے میں سوال کرتے ،اچھائی کی تعریف اوراسے غالب وطاقتور بنانے کی کوشش کرتے جبکہ برائی کی مذمت اوراسے کمزورومٹانے کی جدوجہد کرتے ،بغیر اختلاف راہ اعتدال اختیار کرتے ،غفلت نہ کرتے کہیں لوگ غافل نہ ہوجائیں ہر حال میں چوکنا رہتے ،حق میں کوتاہی نہ کرتے اور نہ ہی اس کی اجازت دیتے ،صاحب عقل واختیار آپ سے ملاقات کرتے ،ان میں آپ کے ہاں وہ افضل ہوتا جو بھلائی اور خیر خواہی میں آگے ہوتا ان میں سے قدرومنزلت میں بڑاوہ ہوتا جولوگوں کی غمخواری اور بوجھ باٹنے میں زیادہ حصہ لیتا،آپ کا بیٹھنا واٹھنا ذکرالٰہی پر ہوتا بیٹھنے کے لئے جگہ کا تعین نہ کرتے بلکہ ایسا کرنے سے منع فرماتے ،جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے اوراس کی تعلیم دیتے ،ہر جلیس کواس کے حصہ کے مطابق دیتے کوئی ساتھی یہ محسوس نہ کرتا کہ فلاں کوآپ کے ہاں مجھ سے زیادہ مقام حاصل ہے جوآپ کوکسی بھی ضرورت میں ملااس کی بات خوب سنتے

اگرکسی نے سوال کیا تو اسے حاجت کے مطابق دیا یا آسان واحسن قول سے جواب دیا،آپ کا جودوخلق لوگوں میں معروف تھا گویا آپ ان کے لئے بمنزل والد کے ہوگئے اور وہ تمام کے تمام حق میں آپ کے ہاں برابر تھے ،آپ کی مجلس حلم ،حیا،صبر ،اورامانت کی مجلس ہوتی ،اس میں آواز بلند نہ ہوتی ،اس میں کسی کی پگڑی نہیں اچھالی جاتی ہیں اور وہاں کوئی بیہودہ بات نہیں کی جاتی ،ایک دوسرے کو یکساں

سمجھتے ہاں تقویٰ فضیلت کا مدار تھا، متواضع تھے، بڑے کی عزت کرتے اور چھوٹوں پر شفقت، صاحب حاجت کے لئے سراپا ایثار ہو جاتے اور مسافر کی خدمت کرتے

آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ہمیشہ خوشی کے آثار رہتے، اعلیٰ خلق اور نرم خو تھے، سخت طبیعت اور اونچی بولنے والے نہ تھے، نہ منہ چراتے، نہ عیب لگاتے اور نہ مدح میں مبالغہ فرماتے،

تین چیزیں آپ کی ذات سے متروک تھیں، جدال، اکثار، بے مقصد بات، تین چیزیں لوگوں کے حوالے سے متروک تھیں نہ کسی کی مذمت کرتے اور نہ طعن کرتے، نہ کسی کی پردہ دری کرتے، ثواب کی وجہ سے کلام فرماتے

اہل مجلس کا ادب

جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو تمام اہل مجلس سر جھکائے ہوئے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، جب خاموش ہوتے تو وہ بولتے آپ کے ہاں کسی بات میں جھگڑاتے نہ تھے، اگر کوئی بولتا تو دوسرے فارغ ہونے تک خاموش رہتے، آپ ﷺ ترتیب واران کی گفتگو کا جواب دیتے، پہلے کا پہلے پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا الخ اگر اہل مجلس کسی بات پر ہنستے تو آپ ﷺ بھی مسکراتے،، اگر وہ تعجب کرتے تو آپ بھی تعجب فرماتے، اگر کوئی اجنبی سوال و گفتگو میں میں زیادتی کرتا تو صبر وحوصلہ سے کام لیتے حتی کہ آپ کے صحابہ کسی عاقل سائل کا انتظار کرتے تاکہ وہ آپ سے پوچھے اور ہم بھی استفادہ کریں آپ فرماتے

اذا رأيتم طالب حاجة يطلبها فارفدوه — جب کسی کی طلب حاجت دیکھو تو اس کی مدد کرو

اپنی ثنا اسی سے سنتے جو حد سے متجاوز نہ ہوتا، کسی کی گفتگو کو نہ کاٹتے

آپ کا سکوت مبارک

آپ ﷺ کا سکوت چار چیزوں پر مشتمل ہوتا ،حلم، احتیاط، تدبر، تفکر تدبر، لوگوں کے درمیان عدل میں، تفکر فانی و باقی، صبر میں حلم اس قدر تھا کہ کوئی شئی ناراض نہ کرتی ،اور نہ پریشان، احتیاطاً چار چیزوں میں اعلی چیز اختیار کرتے ءتا کہ اقتداء کی جائے ،بدکوترک فرماتے تا کہ اس سے روکا جائے ،ایسی رائے بناتے جس میں امت کی بھلائی ہو اور ایسی چیزوں میں جدوجہد فرماتے تا کہ امت کی دنیا وآخرت بہتر ہو جائے محض کسی کی شکایت سے گرفت نہ فرماتے اور نہ ہی اس کی تصدیق فرماتے ،مجلس میں سب سے زیادہ وقار والے ،اکثر آپ کا بیٹھنا گھٹنوں پر کپڑا ڈال کر ہوتا ،اس طرح چوکڑی مار کر اور دوزانوں ہو کر بھی بیٹھتے ،بغیر ضرروت بات نہ کرتے ،بدکلام والے سے اعراض کر لیتے ،آپ کی گفتگو میں ٹھراؤ تھا آپ کی نعت کہنے والا کہے گا

لم ار قبله ولا بعده مثله ﷺ میں نے آپ ﷺ کی مثل نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں

آپ ﷺ کے سراپا اقدس میں متعدد احادیث وارد ہیں مگر ہم یہاں ان تمام کا ذکر نہیں کر رہے

حکماء کا اتفاق

تمام حکماء اس پر متفق ہیں جو صفات آپ ﷺ کی خلقت کے حوالے سے منقول وموجود ہیں ان تمام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ مزاج میں سب سے معتدل اور اعتدال میں سب سے کامل ہوں، حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں میں نے اکثر کتب میں پڑھا

ان النبی ﷺ ارجح الناس نبی ﷺ سب سے زیادہ عقلمند اور

عقلاً و افضلهم رایاً	صاحب دانش، رائے کے لحاظ سے سب سے افضل واعلیٰ ہیں

دوسری روایت کے الفاظ ہیں میں نے تمام کتب میں یہ لکھا ہوا پایا

ان الله تعالیٰ لم يعط جميع الناس من بدء الدنيا الى انقضائها من العقل فی جنب عقله الا كحبة رمل من بين رمال الدنيا	اللہ تعالیٰ نے ابتدا خلق سے لیکر انتہا تک لوگوں کو جو عقل دی، وہ حضور ﷺ کی عقل کے سامنے اس طرح ہے جیسے دنیا کی تمام ریتوں کے سامنے ایک ذرہ ریت ہو

(الشفاء،ا:٦٧)

یہ خلاصہ ہم نے ذکر کیا جس سے آپ ﷺ کے صورۃً ومعناً کمال خلقت پر استدلال ہے اور آپ کی بشریت دیگر بشروں سے اعلیٰ پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے خصائص نبوت ورسالت، معارف ربانیہ اور انوار الٰہیہ بھی عطا فرمائے ہیں

قوت حواس

مثلاً قوت حواس کے اعتبار سے آپ ﷺ کا یہ خاصہ ہے

انه يرى فی الثريا احد عشر نجماً	آپ نے ثریا میں گیارہ ستاروں کا مشاہدہ کیا

(الشفاء،ا،٦٨)

ختنہ شدہ پیدا ہونا

آپ ﷺ کے مختون پیدا ہونے کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے انکار کیا اور بعض نے کہا آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے

(ابن سعد،ا:۱۰۳)

جسم نبوی کی خوشبو

آپ ﷺ کا جسم اقدس خوشبودار تھا آپ ﷺ کا پسینہ کستوری سے زیادہ مہک والا تھا جس بچے کے سر پر آپ ﷺ دست شفقت رکھتے

فیعرف من بین الصبیان بریحها — وہ بچوں کے درمیان اس خوشبو کی وجہ سے پہچانا جاتا

(مسلم، ۲۳۲۹)

اس راہ سے گزرے ہیں وہ

جس راستے پر آپ ﷺ کا گزر ہوتا وہ مہک اٹھتا وہ خصوصی خوشبو بتاتی کہ آپ ﷺ ادھر تشریف لے گئے ہیں (مسند دارمی، ۲۲)

جب آپ ﷺ رفع حاجت کے لئے کسی جگہ تشریف فرما ہوتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ ﷺ کا بول براز نگل جاتی اور وہاں سے خوب مہک آتی

(الشفاء، ۱، ۲۳:)

یہ بات ہمارے امام ابوجعفر ترمذی (ت، ۲۹۵) کے قول کی تائید کر رہی ہے کہ آپ ﷺ کے تمام فضلات پاک تھے کیونکہ حدیث مرفوع ہے

ان الارض تبلع ما یخرج من الانبیاء فلا یریٰ منه شئی — زمین انبیاء علیھم السلام سے خارج ہونے والی شی کو نگل جاتی ہے اور کوئی شی دکھائی نہیں دیتی

(المواھب، ۲:۳۱۴)

مجھے تو امام ابوجعفر ترمذی کا قول طہارت ہی پسند ہے اگر چہ ہمارے دیگر اصحاب اس کے مخالف ہیں کیونکہ بول پینے والی حدیث صحیح ہے، امام دارقطنی نے فرمایا شیخین پر اس کا اخراج لازم تھا، آپ ﷺ نے منہ دھونے کا حکم بھی نہیں دیا جو واضح طور پر

طہارت پر شاہد ہے

دل کا بیدار رہنا

آپ ﷺ کی مقدس آنکھیں سوتی مگر دل بیدار رہتا (البخاری، ۳۵۶۹)

گہری نیند سے بھی آپ ﷺ کا وضو نہ ٹوٹتا (البخاری، ۱۳۸)

یہی شان دیگر انبیاء علیہم السلام کی ہے (البخاری، ۳۵۷۰)

یہ بھی منقول ہے

انہ کان یری فی الظلمة کما یری فی الضوء	آپ ﷺ تاریکی میں اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں

(دلائل للبیھقی، ۶، ۷۴)

فصاحت لسانی

فصاحت لسانی، تاثیر قول، صحت معانی، قلت تکلف، میں آخری درجہ کمال پر تھے عمدہ حکمتیں آپ کا خاصہ تھیں، تمام عرب زبانوں کے ماہر اور ہر قوم کو اس کی زبان سے مخاطب ہوتے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم نے آپ سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا فرمایا کیوں نہ ہو میری زبان میں قرآن نازل کیا گیا

(شعب الایمان، ۱۴۳۱)

ایک روایت میں ہے میں قریشی ہوں اور بنو سعد میں تربیت پائی ہے

(المعجم الکبیر، ۵۴۳۷)

اسی وجہ آپ ﷺ میں قوت اور آپ خالص زباں سے آگاہ تھے

دیہات میں رضاعت کے فوائد و حکمتوں میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ بچہ خوب طاقتور اور قوی ہو جاتا ہے حضور ﷺ کو چالیس مردوں کی طاقت ملی تھی

(فتح الباری،۱،۳۷۸:)

آپ ﷺ نے ایک ہی دفعہ رکانہ پہلوان کو تین دفعہ پچھاڑا حالانکہ وہ تمام لوگوں سے طاقتور تھا اسی قوت کی بنا پر ایک ہی رات میں تمام ازاوج کے ہاں تشریف لے جاتے ،وصال کے وقت آپ کی نو بیویاں تھیں

(ابوداود،۴۰۷۸)

کثرت ازواج میں متعدد حکمتیں اور فوائد میں سے چند یہ ہیں

۱۔آپ ﷺ بشریت کے تمام تقاضوں میں کامل تھے جیسا کہ خصائص رسالت میں بھی کامل

۲۔آپ ﷺ کا اپنے رب اور ملکوت اعلی کے ساتھ شدید تعلق واتصال تھا اور اس میں ہر وقت ارتقا واضافہ ہوتا حالانکہ بشر کے ساتھ مخاطبت کا تقاضا مناسبت کی وجہ سے ان کی طرف التفات ہے اور خواتین کے ساتھ معاشرت اسی کی طرف جاذب ہوتی ہے

۳۔آپ ﷺ ظاہر وباطن میں،جلوت وخلوت میں کامل ہیں ،مرد اوقات جلوت ظاہری جان اور نقل کر سکتے ہیں کثرت ازواج اس لئے تھی تا کہ اوقات خلوت باطنہ کے احوال وکمالات نقل کرسکیں اوران سے امت کواحکام حاصل ہوں

۴۔کسی خاتون کا والد یا بھائی قتل ہو چکے تھے جس کی وجہ سے عداوت تھی طبائع بشری عورت کا اپنے اہل کے ساتھ میلان اور خاوند کے احوال پر اطلاع ضروری ہے

حتی کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنھا نے حضو ﷺ کا بستر لپیٹ دیا تھا تا کہ ان کا کافر باپ اس پر نہ بیٹھے (ابن سعد،۹۹:۸)

یہ چیز ایسے کمال عظیم پر شاہد ہے جس کا اندازہ ہی دشوار ہے پاک ہے وہ ہستی جس نے

حضور ﷺ کے ظاہر و باطن کو اسقدر کامل بنایا

فضیلت نسب مبارک

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو خصائص عطا فرمائے ان میں فضیلت نسب بھی ہے سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عبداللہ اور آپ کی والدہ تک جس بطن میں آپ تشریف فرما ہوئے وہ نکاح اسلام کی طرح صحیح نکاح تھا وہاں نہ زنا اور نہ جاہلیت کا نکاح ہوا بلکہ آپ مقدس پشتوں سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل ہوتے رہے

(الخصائص الکبریٰ، ۱:۳۹)

اور آپ تمام مخلوق میں اشرف ہیں کیونکہ آپ بنو ہاشم میں منتخب بنو ہاشم، قریش میں اعلیٰ، قریش، کنانہ سے اعلیٰ، کنانہ تمام عرب سے افضل اور عرب تمام اولاد آدم میں افضل ہیں، تمام انبیاء علیھم السلام اپنے انساب وصفات میں کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر قوم سے اعلی آدمی کو نبی بناتا ہے

زہد وعبادت

آپ ﷺ کا زھد وعبادت میں محنت، اللہ تعالیٰ کی خشیت، اس پر توکل، صبر، رضا، اور مخلوق پر شفقت اور دیگر صفات قلبیہ میں سے صرف کچھ کے علاوہ لوگ آگاہ نہیں ہو سکتے آپ کے حسن شمائل، عمدہ سیرت، پر حکمت گفتگو، آپ کا تمام کتب منزلہ تورات وانجیل کا علم رکھنا، تمام حکماء کی حکمتوں، سابقہ تمام قوموں کی تاریخ سے آگاہی، ضرب الامثال اور سیاسیات انام، شرائع کا اجراء، اعلیٰ ادب اور خصائل حمیدہ کی بنیاد ڈالنا، فنون علوم جنھوں نے آپ کے کلام سے فیض پایا، آپ کے

اشارات کو بطور حجت مانا، مثلاً طب، حساب، وراثت اور نسب وغیرہ سے دیوان اور کتب کے صفحات مالا مال ہیں اقلام اور سیاہیاں ختم ہو گئی لیکن لوگ ان کے دسویں حصہ کو بھی نہ پہنچ پائے، یہ فضائل اتنے کثیر ہیں کہ تمام لکھنے والوں نے اس سمندر سے چلو بھی حاصل نہیں کیا باوجود اس کے کہ آپ ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا اور نہ ہی کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے بلکہ آپ نبی امی ہیں، ان میں سے کسی کی بھی معرفت نہ رکھتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے شرح صدر عطا فرمایا، آپ پر وحی و نبوت اور دلائل قطعیہ نازل ہوئی یہ ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں ہم نے اختصاراً کچھ کا تذکرہ کر دیا ہے

فصل ثالث

احادیث مبارکہ اور تعظیم وثناء الٰہی، آپ کے ہاتھوں پر معجزات غالبہ کا ظہور

ا۔امام حاکم نے مستدرک، امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں نقل کیا سیدنا آدم علیہ السلام نے عرض کیا، یا اللہ میں حضور ﷺ کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں مجھے معاف فرمادے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم تم نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے انھیں پیدا نہیں کیا؟ عرض کی یا رب جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے پیدا فرما کر اپنی روح میرے اندر پھونکی، میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے چاروں پایوں پر لکھا تھا لا اله الا الله محمد رسول الله ، میں نے جان لیا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ متصل کیا ہے یہ سب سے زیادہ محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آدم تو نے سچ کہا یہ واقعۃً مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں

جب تم نے ان کے وسیلہ سے دعا کی تو میں نے تجھے معاف کردیا

ولو لا محمد ما خلقتک	اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا

امام حاکم لکھتے ہیں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کتاب میں یہ پہلی روایت ہے جو میں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے نقل کی ہے

(المستدرک، ۲: ٦١٥)

۲۔امام حاکم نے ہی حضرت ابن عباس سے نقل کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کی اے عیسیٰ محمد پر ایمان لاؤ اور اسے حکم دو جو تمہارا امتی انھیں پائے وہ ان پر ایمان لائے

لولا محمد ما خلقت آدم ولو	گر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا
لامحمد ما خلقت الجنة	اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں جنت ودوزخ
والنار ولقد خلقت العرش على	پیدا نہ کرتا میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ
الماء فاضطرب فكتب	مضطرب ہوا

علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فسکن
تو اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ساکن ہو گیا

پھر لکھتے ہیں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری اور مسلم نے اسے تخریج نہیں کیا

(المستدرک، ۲:۶۱۵)

حضور ﷺ کے اسم گرامی کی فضیلت پر لاتعداد احادیث و آثار ہیں

(نوٹ) امام حافظ حسین بن بکیر بغدادی (ت، ۳۸۸) نے اس پر جز (مستقل مقالہ) لکھا ہے جس کا ترجمہ فقیر نے کیا ہے (قادری)

۳۔امام ترمذی نے مناقب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

حضور ﷺ سے پوچھا گیا

متی وجبت لک النبوة؟ — آپ کب نبی بنائے گئے؟

فرمایا

وآدم بین الروح والجسد — ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے

اور لکھتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے

(سنن ترمذی، ۳۶۰۹)

۴۔آپ ﷺ نے فرمایا

انا اکرم ولد آدم علی ربی ولا فخر (سنن ترمذی، ۳۶۱۰)
میں اپنے رب کے ہاں اولاد آدم میں معزز ہوں لیکن فخر نہیں

۵۔یہ بھی فرمایا

انا اکرم الاولین والا خرین ولا فخر (مسند دارمی، ۴۷)
میں اولین وآخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں

ایک اور جگہ فرمایا

انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر (مسلم، ۶۶۷۸)	میں روز قیامت اولاد آدم کا سردار ہونگا مگر فخر نہیں

۷۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبریل آئے اور کہا میں تمام زمین مشرق و مغرب گیا ہوں

فلم ار افضل من محمد ولم ار بنی اب افضل من بنی هاشم (فضائل الصحابہ لاحمد، ۶۲۸۲)	لیکن میں نے محمد ﷺ سے افضل نہیں دیکھا اور نہ بنو ہاشم سے بڑھ کر کوئی افضل خاندان پایا

۸۔ شب معراج حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں جب براق لایا گیا تو وہ ذرا بدکا جبریل امین نے اسے فرمایا تو حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایسا کیوں کر رہا ہے

ما رکبک احد اکرم علی الله منه فارفض عرقاً (سنن ترمذی، ۳۱۳۱)	تجھ پر ان سے بڑھ کر معزز سوار نہیں ہوا تو وہ پسینہ سے شرابور ہو گیا

۹۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا، اے محمد مانگو، عرض کیا میرے رب میں کیا مانگوں تو نے

اتخذت ابرهیم خلیلًا وکلمت موسی تکلیماً واصطفیت نوحاً اعطیت ملکا لاینبغی لاحد من بعده	حضرت ابراہیم کو خلیل، موسیٰ کو کلیم اور حضرت نوح کو ایسا ملک دیا جو ان کے بعد کسی کے لئے مناسب نہیں

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اعطیتک خیرًا من ذلک	میں نے تمہیں ان سے بہتر دیا ہے
اعطیتک الکوثر وجعلت	میں نے آپ کو کوثر دیا، تمہارا نام

اسمک مع اسمه ینادی به فی جوف السماء وجعلت الارض طهورا لک ولامتک وغفرت لک ماتقدم من ذنبک وما تأخر فانت تمشی فی الناس مغفورًا لک ولم اصنع ذالک لاحد قبلک وجعلت قلوب امتک مصاحفها وخبأت لک شفاعتک لم اخبها لنبی غیرک (دلائل للبیہقی ،۲: ۳۹۷)

اپنے نام کے ساتھ رکھا، آسمانوں میں اس سے پکارا جاتا ہے زمین کو تمہارے اور تمہاری امت کے لئے پاک کر دیا، میں نے تمہیں اگلے اور پچھلے معالات پر عصمت عطا کر دی آپ زمین میں مغفور بن کر رہ رہے ہیں اور یہ شان میں نے کسی کو نہیں دی میں نے تمہارے لئے مقام شفاعت رکھا جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں

۱۰۔ایک اور حدیث میں ہے، مجھے میرے رب نے یہ بشارت عطا فرمائی سب سے پہلے جنت میں میری امت کے ستر ہزار آدمی داخل ہونگے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار ہونگے، مجھے اس نے یہ عطا فرمایا کہ میری امت پر قحط نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ مغلوب ہوگی، مجھے نصرت و عزت عطا کی گئی، مہینہ کی مسافت تک رعب و دبدہ دیا، میرے لئے اور میری امت کے لئے غنائم کو حلال فرمادیا اور کثیر ایسی اشیاء ہمارے لئے حلال کر دیں جو سابقہ امتوں پر حلال نہ تھی اور دین میں ہمارے لئے کوئی تنگی نہ رکھی

(مناہل الصفا،۹٦)

۱۱۔حضور ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے آیات عطا کیں اور لوگ ان پر ایمان لائے مجھے اللہ تعالیٰ نے خصوصی وحی عطا کی

فارجوا ان اکون اکثرھم تابعاً یوم القیامۃ (البخاری، ۷۲۷۴) امید ہے روز قیامت میری امت ان تمام سے زیادہ ہوگی

مفہوم یہ ہے کہ میرا معجزہ (قرآن) تا قیامت باقی ہے جبکہ ان انبیاء علیھم السلام کے معجزات ختم تو تا قیامت لوگ اصلی قرآن سے براہ راست فیض پا سکتے ہیں نہ کہ بطور اطلاع و خبر

۱۲۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے

انی عبد اللہ وخاتم النبین وان آدم لمنجدل فی طینتہ ودعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ بن مریم (مسند احمد، ۴:۲۷) میں اللہ کا بندہ ہوں اور آخری نبی ہوں جبکہ آدم ابھی مٹی میں تیار ہو رہے تھے میں حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں

۱۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے ہے

ان اللہ فضل محمدا ﷺ علی اھل السماء وعلی الانبیاء صلوات اللہ علیھم (مسند دارمی، ۴۶) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اہل سماء اور حضرات انبیاء علیھم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے

۱۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے والد گرامی حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا ہوں، یہ اشارہ اس طرف ہے

ربنا وابعث فیھم رسولًا منھم (البقرہ، ۱۲۹) اے ہمارے رب اور بھیج ان میں سے ایک رسول انہی میں سے

میرے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی

میری والدہ نے حمل کے وقت خواب دیکھا کہ ان کے جسم سے نور نکلا جس

سے شام کے محلات روشن ہو گئے

مجھے بنو سعد میں دودھ پلایا گیا وہاں میں اپنے بھائی کے ساتھ تھا، دو آدمی سفید لباس میں آئے (ایک روایت میں تین کا ذکر ہے) ان کے ہاتھوں میں سونے کا تھال جو برف سے مالا مال تھا انھوں نے میرا سینہ چاق کیا، میرا دل نکال کر اسے شق کیا اور اس سے گوشت کا سیاہ لوتھڑا نکالا اور پھینک دیا پھر میرے دل وبطن کو خوب دھویا

(سیرۃ النبویہ لابن ہشام، ۱:۱۳۵)

ایک اور روایت میں ہے ایک نے دوسرے کو کوئی شئی دی جو مہر تھی جس کا نور دیکھنے والے کو حیران کر دیتا، اس سے میرے دل میں مہر لگائی جس سے وہ ایمان وحکمت سے معمور ہو گیا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور دوسرے نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا تو وہ سل گیا

۱۵۔ دوسری روایت میں ہے حضرت جبریل نے فرمایا یہ دل قوی ہے اس میں

عينان تبصران واذنان سميعان دیکھنے والی دو آنکھیں اور سننے والے دو کان ہیں (مسند دارمی، ۵۳)

پھر ایک نے کہا اسے دس امتیوں کے ساتھ وزن کرو تو وزن کرنے پر اسے راجح پایا پھر سو کے ساتھ وزن کیا پھر ہزار کے ساتھ پھر کہا اگر ساری امت کے ساتھ وزن کرو تو یہ بھاری ہوگا (مسند دارمی، ۱۴)

۱۶۔ ایک روایت میں ہے پھر انھوں نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور میرا سر و ماتھا چوما اور پھر کہا یا حبیب آپ ڈریں مت، اگر تم جان لو جو تم پر خیر کا ارادہ ہے تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں خوب شرف عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ تمہارے ساتھ ہیں جب وہ واپس لوٹے تو میں ان کا مشاہدہ کر رہا تھا (تاریخ للطبری، ۲:۱۶۲)

میں (علی سبکی) کہتا ہوں، ہر عاقل سوچے آپ کی تخلیق کسقدر اعلیٰ ہے پھر دل اقدس کی تطہیر پھر اس میں نور عظیم کا ودیعت کیا جانا، پھر اس کا صفا، معارف واحوال کا کیا عالم ہوگا جب ہم میں سے کسی کے لئے (تکدر کے باوجود) تھوڑی دیر کے لئے دل کا دروازہ کھلتا ہے تو وہ تمام کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے

فکیف بھذا القلب النقی الممتلیٰ نورا من غیر دنس یعتریه فی شئی من الاوقات؟

تو اس دل نقی اور نور سے مالا مال دل اقدس کا عالم کیا ہوگا یہاں دنس وتکدر کا کسی وقت بھی گذر نہیں ہوسکتا

شق صدر کے بارے میں آرہا ہے کہ شب معراج بھی ہوا لیکن یہ راوی حدیث حضرت شریک کا اختلاط ہے، ہاں شق صدر بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہوا

(نوٹ) ہم نے اپنی کتاب معراج حبیب خدا ﷺ میں واضح کیا کہ حضرت شریک کا اختلاط نہیں بلکہ دیگر راویوں سے بھی یہ ثابت ہے (قادری)

معجزہ معراج

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معجزات عطا فرمائے ان مین اسراء بھی ہے قرآن مجید نے اسے بیان کیا، تمام مسلمانوں کا اس کی صحت ووقوع پر اتفاق ہے، سلف وخلف جمہور مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اسراء ومعراج بیداری کے عالم میں روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوا، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت حذیفہ، حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت مالک بن صعصہ، حضرت ابوحبہ انصاری، حضرت ابن مسعود، ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ، ابن مسیّب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراھیم، مسروق، مجاہد، عکرمہ، ابن جریج رضی اللہ عنھم کا یہی قول ہے اور

یہی طبری ،ابن حنبل اور جماعتِ عظیم کا قول ہے اکثر فقہاء، محدثین، متکلمین اور مفسرین کا یہی موقف ہے (الشفاء،۱:۱۸۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اسراء، روح اور خواب میں ہے اور انبیاء کے خواب برحق ہوتے ہیں، محمد بن اسحاق نے اسی طرف اشارہ کیا اور حسن سے بھی منقول ہے مگر مشہور اس کے مخالف ہے

تیسرا اگروہ کہتا ہے بیت المقدس تک جسمانی ہے لیکن صحیح مشہور قول پہلا ہی ہے دوسرا قول یقیناً باطل ہے کیونکہ اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو قریش کیوں انکار کرتے ،اگر حضرت معاویہ سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہوجائے تو پھر ان پر تعجب ہے، اسی طرح اس کا قول بھی باطل ہے

کہ جسم سویا تھا مگر دل بیدار تھا کیونکہ آپ ﷺ نے انبیاء علیہ السلام کو جماعت کروائی یہ اور دیگر اعمال اسے باطل قرار دیتے ہیں اسراء اپنے اندر کئی انعامات رکھتا ہے اسراء ومعراج ایک رات ہوئے مکہ میں ہونے پر اتفاق ہے مگر تاریخ میں اختلاف ہے ہمارے استاد امام ابومحمد دمیاطی کا مختار نبوت سے ایک سال پہلے ہے اور ربیع الاول کا مہینہ تھا، تذکرہ حمدونیہ میں ہے کہ ماہ رجب تھا اسی طرح اہل مصر ستائیس رجب کی رات محفل کرتے ہیں لیکن یہ بدعت ہے جو کہ ان کی جہالت پر دال ہے

حدیث معراج

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے پاس براق لایا گیا جس کا رنگ سفید، حمار سے بڑھا اور خچر سے چھوٹا تھا، اس کا قدم حدنگاہ پر پڑتا، اس پر سوار ہوکر بیت المقدس پہنچا، میں نے اسے حلقہ کے ساتھ باندھا جس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام باندھتے تھے میں نے مسجد میں داخل ہوکر دو رکعتیں ادا کیں پھر

نکلا، جبرئیل امین شراب اور دودھ کا برتن لائے میں نے دودھ کو منتخب کیا جبریل کہنے لگے آپ نے فطرت کو چنا ہے پھر مجھے آسمان دنیا کی طرف بلند کیا گیا، جبریل نے دستک دی سوال ہوا تم کون ہو؟ بتایا جبریل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے میرا نام لیا محمد ﷺ، پوچھا کیا انھیں مبعوث کیا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں میری ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی انھوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائیں دیں، پھر مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا جبریل نے دستک دی پوچھا کون؟ بتایا جبریل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں بتایا محمد ﷺ، پوچھا انہیں بلایا گیا ہے؟ بتایا ہاں ہمارے لئے دروازہ کھلا تو وہاں میری ملاقات حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہم السلام سے ہوئی، دونوں نے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ جبریل نے دستک دی سوال ہوا تم کون ہو؟ بتاتا جبریل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے میرا نام لیا محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں مبعوث کیا گیا ہے؟ کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے، دروازہ کھولا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ہماری ملاقات ہوئی انہیں حسن کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے، انھوں نے مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے دعا دی۔ پھر چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا جبریل نے دستک دی سوال ہوا تم کون ہو؟ بتایا جبریل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد ﷺ، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے کہا ہاں بلایا گیا ہے ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انھوں نے مرحبا کہا اور دعا دی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

ورفعناه مکانا علیا (مریم، ۵۷) اور ہم نے اسے بلند جگہ کی طرف اٹھایا

پھر میں پانچویں آسمان کی طرف بلند کیا گیا جبریل نے دستک دی، سوال ہوا تم کون

ہو؟ بتایا جبریل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھون نے کہا محمد ﷺ، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں مجھے حضرت ہارون علیہ السلام ملے اور دعا دی، پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا ، جبریل نے دستک دی سوال ہوا تم کون ہو؟ بتایا جبریل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں ؟ انھوں نے کہا محمد ﷺ پوچھا کیا انھیں مبعوث کیا گیا ہے؟ بتایا ہاں، ہمارے لئے دروازہ کھلا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعا دی، پھر میں ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا جبریل نے دستک دی سوال ہوا تم کون؟ بتایا جبریل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں انھوں نے کہا محمد ﷺ، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے، ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا تو وہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پایا جو بیت المعمور کے ساتھ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے، وہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور وہ دوبارہ نہیں آتے پھر مجھے سدرہ المنتہیٰ پر لے جایا گیا جس کے پتے ہاتھی کے کانوں اور پھل قلال کی طرح تھے جب اسے اللہ کے امر نے ڈھانپ لیا جیسے کہ ڈھانپنا تھا تو اس مین تبدیلی آئی اس کے حسن کو مخلوق بیان کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتی، فرمایا پھر اس نے میری طرف وحی کی، جو وحی کرنا تھی مجھ پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کیں، میں واپس لوٹا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا انھوں نے پوچھا رب تعالیٰ نے تمہاری امت پر کیا فرض فرمایا ہے ؟ میں نے بتایا پچاس نمازیں، کہنے لگے واپس جا کر اپنے رب سے کمی کرواؤ تمہاری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، مجھے بنی اسرائیل میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے، میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور عرض کیا، اے میرے پروردگار میری امت پر تخفیف فرما تو مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دی گئیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور

پانچ کی کمی سے آگاہ کیا کہنے لگے تمہاری امت میں اتنی طاقت نہیں واپس اپنے رب کے حضور جاؤ اور کمی کی درخواست کرو

فلم ازل ارجع بین ربی وبین موسیٰ — میں اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا

حتیٰ کہ فرمان الٰہی ہوا، یا محمد دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، ہر نماز کا ثواب دس کے برابر ہے تو یہ پچاس ہو جائیں گی، تو جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن نہ کی تو کوئی شئی نہ لکھی جائے گی، اگر کر لی تو ایک برائی لکھی جائے گی، میں نے واپس آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہنے لگے پھر واپس جا کر اپنے رب سے کمی کرواؤ، میں نے کہا اتنی بار گیا ہوں اب مجھے جاتے حیا محسوس ہوتی ہے

(مسلم، کتاب الایمان)

یہ حدیث صحیح ہے اسے امام بخاری و مسلم نے نقل کیا

(البخاری، ۳۸۸، مسلم، ۱۶۲)

ایک روایت میں ہے حضرت آدم علیہ السلام اور ابراھیم علیہ السلام نے مرحبا کہتے ہوئے، ابن صالح نے کہا جبکہ دیگر نے اخ صالح کہا

(البخاری، ۳۴۹)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنھما سے ہے

ثم عرج بہ حتی ظھرت المستوٰی اسمع فیه صریف الاقلام — پھر عروج ملا حتی کہ میں ایک میدان میں پہنچا وہاں میں نے اقلام کی آواز سنی

(مسلم، ۱۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے خود کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا، نماز کا وقت ہوا تو میں نے ان کی امامت کروائی مجھ سے کہا گیا یہ خازن دوزخ مالک ہے انھیں سلام کہو تو وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے پہلے سلام کہا

(مسلم، ۱۷۶)

مالک نے جو ابتدأ سلام کیا اس میں حکمت واشارہ ہے کہ آپ اور آپ کی امت دوزخ کے عذاب سے سلامت رہے گی

معراج اور دیدار الٰہی

اس رات سر کی آنکھوں سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، اس میں اسلاف کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس اور جماعت صحابہ اور ان کے بعد امام ابوالحسن اشعری، امام احمد بن حنبل کی رائے یہی ہے کہ دیدار کیا، دیگر صحابہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوذر اور امام حسن بصری سے بھی یہی مروی ہے

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں میں توقف کرتا ہوں، امام احمد بن حنبل سے ایک روایت دل سے دیکھنے کی اور دنیا میں آنکھوں سے دیدار کے انکار کی بھی ہے توقف بھی کچھ لوگوں نے اختیار کیا، قاضی عیاض کہتے ہیں

حق جس میں شک نہیں، یہی ہے کہ باری تعالیٰ کی دنیا میں رؤیت عقلاً جائز ہے لیکن اس کا وقوع ایسا غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا جسے وہ آگاہ فرمادے، ہمارے نبی کے بارے میں اس کا وجوب وثبوت اور یہ قول کہ آنکھوں سے دیدار کیا اس پر قاطع دلیل اور نص نہیں کیونکہ سہارا آیات سورۂ نجم ہیں اور ان کی تفسیر میں اختلاف منقول ہے اور احتمال دونوں کا ہے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں متواتر اور قاطع کوئی دلیل منقول نہیں اگر کوئی نص حدیث اس بارے

میں وارد ہوتی تو پھر اس پر اعتقاد لازم ہوتا (الشفاء،۱:۱۹۸)

ہم کہتے ہیں یہ شرط کہاں ہے کہ وہ دلیل قاطع یا متواتر ہو بلکہ اگر وہ حدیث ظاہراً صحیح ہے اگر چہ خبر واحد ہے تو اس پر اعتماد کرلیا جائے گا کیونکہ یہ ان اعتقادیات میں سے تو ہے نہیں کہ دلیل قطعی ضروری ہو پھر ہم اس کے مکلّف نہیں کہ بطور یقین وظن دونوں میں کسی سے ایک پر جزم اختیار کریں

اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

فاوحیٰ الی عبده ما اوحیٰ (النجم،۱۰) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی

قاضی عیاض لکھتے ہیں

اکثر مفسیرین کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کی طرف وحی کی اور انھوں نے حضور کی طرف البتہ شاذ ہی اس کے خلاف کسی نے کہا

امام جعفر صادق سے ہے کہ حضور ﷺ کی طرف اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ وحی فرمائی، اس کی مثل امام واسطی (ت،۳۲۰) نے بات کی ہے، بعض متکلمین نے بھی اسراء کی رات حضو ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کا شرف پایا، امام اشعری اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے بھی منقول ہے، دیگر نے اس کا انکار کیا ہے (الشفاء،۱:۲۰۲)

ہم کہتے ہیں یہ انکار درست نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی قوی دلیل ہے لہذا مختار یہی ہے

انه کلمه بلاواسطة کما حکی عن الاشعری وغیره اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے بلا واسطہ کلام فرمایا جیسا کہ امام اشعری وغیرہ سے منقول ہے

کیونکہ حضرت موسیٰ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو بار بار مراجعت اور دیگر اشیاء معراج

اس پر شاہد ہیں ہاں یہ پردہ کے پیچھے ہوئی اگر عدم دیدار کا قول ہو اور اگر قول دیدار کا ہو تو پھر دیدار کے علاوہ کسی وقت میں ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تا کہ اس آیت کے خلاف بات نہ رہے

وما کان لبشر ان یکلمه الله	اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے
الا وحیاً اومن ورآئ حجاب	کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ
او یرسل رسولاً فیوحی باذنه	بشر پردہ کے پیچھے ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ
مایشاء انه علی حکیم	وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے
(الشوری، ۵۱)	بے شک وہ بلندی وحکمت والا ہے

دنو اور تدلی سے انتہائی قرب، مقام لطف اور ایضاح معرفت مراد ہے ورنہ اللہ کے بارے میں حساً یہ محال ہے

نوٹ، تفصیل کے لئے فقیر کی 'کتاب معراج حبیب خدا ﷺ' کا مطالعہ کیجیے

(قادری غفرلہ)

روز قیامت مقام مصطفیٰ ﷺ

روز قیامت آپ ﷺ کی شان وعظمت پر یہ احادیث شاہد ہیں

۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب لوگ قبور سے اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا،

وخطیبهم اذا اوفدوا	جب لوگ وفد بن کر حاضر ہونگے تو میں
ومبشرهم اذا ایسئوا لواء	ان کا نمائندہ ہونگا جب مایوس ہونگے تو
الحمد بیدی وانا اکرم	میں بشارت دونگا، حمد کا جھنڈا میرے
ولدآدم علی ربی ولا فخر	ہاتھ ہوگا اور میں اولا وآدم سے اپنے رب
(سنن ترمذی، ۳۶۱۰)	کے ہاں سب سے معزز ہوں مگر فخر نہیں

۲۔دوسری روایت میں ہے

وقائدهم اذا وفدوا وخطيبهم اذاانصتوا وشفيعهم اذا حبسوا ومبشرهم اذا ايسئوا لواء الكرم بيدى (دلائل للبیہقی،۵۔۴:۴۸۴)	وفد کے وقت میں ان کا قائد،خاموشی کے وقت ان کا خطیب،جب روک لئے جائیں گے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور کرم کا جھنڈا میرے ہاتھوں ہوگا

۳۔یہ بھی فرمایا

انا سيد ولد آدم يوم القيامة وبيدى لواء الحمد ولا فخر فمن سواه الا تحت لوائى وانا اول من يحرك حلق الجنة فيفتح الله لى (سنن ترمذی،۱۲،۳۶۱۲)	روز قیامت میں اولاد آدم میں معزز ہوگا حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ ہوگا مگر فخر نہیں اس دن ہر نبی آدم اور ان کے علاوہ بھی تمام میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے میں جنت کے دروازے پر سب سے پہلے دستک دونگا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے کھول دے گا

آپ ﷺ کی ذات اقدس دنیا وآخرت دونوں میں تمام کی سردار ہے، یوم القیامة کے الفاظ اس طرف اشارہ ہے یہ امتیازی وصف اور یہ مقام عظیم ومقام محمود اس دن ظاہر ہوکے سامنے آئے گا کہ دوسرا کوئی شفاعت میں آپ ﷺ کی مثل نہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لمن الملك اليوم لله الواحد القهار (غافر،۱۶)	آج بادشاہی کس کی ہے؟ اللہ کی جو یکتا کنٹرول فرمانے والا ہے

حدیث شفاعت مشہور ہے اس لئے اس کا ذکر ضروری نہیں

خوبصورت نکتہ

قاضی عیاض نے مسئلہ عصمت انبیاء میں بہت خوبصورت نکتہ لکھا

کہ انبیاء کچھ اشیاء پر عذر کرتے ہوئے انھیں ذنوب شمار کریں گے اور ان میں سے ہر ایک کا محل ودفاع درست ہے اگر ان کے علاوہ کوئی شئی ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتے

ہم قاضی عیاض کے ساتھ ہیں کہ حضرات انبیاء علیھم السلام ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں خواہ وہ کبائر ہیں یا صغائر دانستہ یا بھول کر

(الشفاء،۱:۱۰۹)

حبیب وخلیل

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خلت ومحبت دونوں سے نواز رکھا ہے خلیل ہونے کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے

لکن صاحبکم خلیل الله تمہارا نبی اللہ کا خلیل ہے

(مسلم،۲۳۸۳)

محبوب ہونے کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے

الا وانا حبیب الله سنو، میں اللہ کا حبیب ہوں

(سنن ترمذی،۳۶۱۶)

مقام وسیلہ اور بلند درجہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مقام وسیلہ اور درجہ رفیعہ سے بھی نواز رکھا ہے اور یہ جنت میں سب سے اونچا مقام ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو نصیب نہ ہوگا ،کوثر بھی ملی جو جنت کی نہر ہے اور وہ آپ ﷺ کی حوض کوثر سے جاری ہوگی

فضیلت دینے سے ممانعت کیوں؟

قاضی عیاض لکھتے ہیں جب قرآن و احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے واضح ہے کہ آپ ﷺ اکرم البشر اور افضل الانبیاء ہیں تو ان احادیث کا مفہوم کیا ہوگا جس میں فضیلت دینے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے افضل ہوں اسی طرح فرمایا انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو

اسی طرح فرمان ہے مجھے موسیٰ پر فضیلت مت دو، یہ بھی فرمایا جس نے کہا میں یونس سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا، جب آپ کو کسی نے کہا، اے مخلوق سے بہتر تو فرمایا، یہ مقام حضرت ابراھیم کا ہے

جواب۔ اہل علم نے ان ارشادات کے متعدد معانی بیان کیے ہیں

ا۔ یہ ممانعت اس وقت تھی جب آپ نہ جانتے تھے کہ میں اولا د آدم کا سردار ہوں، ہم کہتے ہیں یہ ضعیف ہے کیونکہ روایت ممانعت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ آخری سالوں میں ایمان لانے والے ہیں اور اس وقت آپ ﷺ اپنی فضیلت کا علم رکھتے تھے خصوصاً حدیث معراج کا مطالعہ کریں متعدد چیزیں اس مسئلہ کو آشکار کر رہی ہیں

۲۔ یہ ارشادات بطور تواضع ہیں لیکن یہ جواب اعتراض سے محفوظ نہیں

۳۔ ایسی فضیلت سے منع کیا گیا ہے جس سے کسی دوسرے نبی کی تنقیص ہوتی ہو

۴۔ حق نبوت و رسالت میں فضیلت دینے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں انبیاء برابر ہیں یہ ایسی شئی ہے جس میں فضیلت نہیں ہوسکتی، تفاضل بذیادتی احوال، خواص، کمالات، مراتب اور الطاف میں ہوسکتی ہے، نفسِ نبوت میں تفاضل نہیں ہوتا، تفاضل دیگر امور میں ہے یہی وجہ ہے ان میں الوالعزم ہیں، بعض کے مقامات بلند، بعض کو بچپن میں

حکم، بعض کے ساتھ بلاواسطہ کلام اور کسی کے بے حد درجات بلند ہیں

۵۔ حدیث میں انا سے قائل مراد ہے یعنی کوئی آدمی اگر چہ ذکاوت وفطانت اور عبادت مین کسقدر آگے ہو وہ یہ نہ کہے میں حضرت یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا (یعنی قوم کو چھوڑ کر چلا جانا وغیرہ) کیونکہ ان کا درجہ افضل واعلیٰ ہے اور ایسی اشیاء ان کے رتبہ میں ذرہ بھر فرق نہیں لاسکتیں اور نہ اس میں کمی آسکتی

(الشفاء،۱:۲۲۶)

ہمارا چھٹا جواب

ہم کہتے ہیں ' **لاتفضلوا بین الانبیاء** ' کے بارے میں قاضی عیاض کی ہی گفتگو کے ضمن میں چھٹا جواب بھی موجود ہے جن کی تفصیل ہم کیے دیتے ہیں اگر چہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل حقائق احوال سے آگاہ ہونے کی بنا پر ایک دوسرے کی فضیلت کا علم رکھتے ہیں مگر تم نہیں جانتے کیونکہ فضیلت دینا توقیفی معاملہ ہے، جس نے بلاعلم فضیلت دی اس نے کذب بیانی کی یا وہ پھسل گیا، تو ممانعت مخاطبین کے لئے بطور تادیب ہے کیونکہ وہ مراتب انبیاء سے اکثر جاہل ہوتے ہیں تو اس میں اہل علم یا کتاب وسنت کی روشنی میں فضیلت دینے والے شامل نہ ہونگے

(فتح الباری،۲:۴۴۲)

اسماء مبارکہ

آپ کے فضائل میں سے اسماء مبارکہ بھی ہیں، بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا، میرے پانچ نام ہیں، اہل علم کہتے ہیں، کہ یہاں حصر نہیں بلکہ انہوں نے دیگر اسماء بھی ذکر کیے ہیں، انہیں اسماء پر شیخ ابو خطاب عمر بن حسن بن علی بن

دحیہ(۶۳۳:۵۴۶) نے دوجلدوں میں کتاب لکھی
ان میں سے کچھ یہ ہیں

محمد،احمد،الرسول، النبی،الامی، الاول، الاخر، الامین، الاتقٰی، اعلم باللہ،امام النبین ،اکثر الانبیاء تابعاً (زیادہ امت والے)ارحم الناس (سب سے زیادہ رحم کرنے والے)ارجح الناس عقلاً(عقل میں سب سے زیادہ)الاخذ بالعجزات(کمر سے پکڑ کر دوزخ سے دور لے جانے والے)احسن الناس (سب سے خوبصورت)اجود الناس(سب سے سخی)اشجع الناس(سب سے بہادر)الابطحی(وادی مکہ کے رہنے والے)بینة من اللہ (اللہ کی دلیل)البشیر،البرھان (آخری قطعی دلیل)بیان،باطن(اللہ تعالیٰ کی عطا سے باطنی امور سے آگاہ)بلیغ(اعلیٰ کلام کرنے والے)ابر قلیطیس(رومی زبان میں محمد)التقی(سب سے صاحب تقوی)التالی (تلاوت آیات کرنے والے)التھامی(وادی تہامہ والے)ثانی اثنین(غار میں دوسرے)الحق المبین(واضح کرنے والے)الحاشر(قیامت میں تمام کو جمع کرنے والے)حامل لواء حمد(لواءحمد کا جھنڈا اٹھانے والے)الحلیم(حوصلہ والے)حٰم،حکیم(حکمت والے)حمید(حمد والے)حافظ(محافظ) حجة(دلیل)حریص(سب سے زیادہ پیار کرنے والا،حنیف(یکسو)حم عسق،حفیظ(حفاظت والے)حسیب(محاسب)،حمطایا (حرم کے محافظ)حاتم(سب انبیاء میں خلق اور خلقت میں خوبصورت)حامد(اللہ کی حمد کرنے والے)خاتم النبین،الخاتم(صاحب مہر)الخبیر(اللہ کی خبر رکھنے والے)خلیل اللہ (اللہ کے خلیل)داعی اللہ (اللہ کی طرف بلانے والے)ذو الوسیلہ(مقام وسیلہ

والے)ذوالمعجزات(معجزات والے)الذکر(سراپاذکر)رؤف(نہایت شفیق)رحیم،رحمة للعالمین(،رحمة مهداة (سراپارحمت)راکب الجمل (عربی)الراضی(رضاوالے)الرفیع الذکر(بلندذکر والے)الزکی(پاکیزہ)زین من وافی القیامة (قیامت میں وفا کرنے والوں کے سرتاج)طه(طہارت والے)اللسان(صاحب لسان)المکی، مرغمة(کفر مٹانے والے)المدنی ،المقدس،المهمین(الحافظ)المشفع (مقبول شفاعت)المر ثل(ترتیل سے قرآن پڑھنے والے) محمود(حمد کیے گئے)المسلم،المرسل،المنیر(روشن) المتوکل،المبشر،المزمل،المدثر،مشفع(سریانی میں بمعنی محمد)الماحی(کفرمٹانے والے)المقفی(آخری نبی)مقیم السنه(اعلیٰ طریقہ جاری کرنے والا)مطهر(پاک کرنے والا)المص،المسر،المدحمنا(انجیلی نام)اطامون(محفوظ)المذکر(نصیحت کرنے والا)المولیٰ(سربراہ،محلل(حلال کرنے والے)محرم(حرام کرنے والے)موتمن(امانت گاہ)ماجد (بزرگ)مومن(امن والے)معقب(آخر میں آنے والے)المنصف(انصاف والے)المکرم (عزت والے)المهدی (رہنما)المصطفیٰ(منتخب)المطاع(مقتدا)منذر(انجام سے آگاہ کرنے والے)المرفع الدرجات(بلنددرجے والے)المعزز(سب سے عزت والے)الموقر(سب سے توقیروالے)المبلغ(تبلیغ فرمانے والے)النذیر (ڈرانے والے)نعمة الله (اللہ کی نعمت)النور(سراپانور)نبی الرحمة (رحمت والے نبی)نبی الملحمة(جہادوالے نبی)النجم الثاقب(چمکدارستارہ)البنی

الصالح(صالح نبی)الصادق(سچ والے)المصدوق(جن کی تصدیق ہوئی
)الصفوح(درگزر کرنے والے)صاحب القضیب (تلوار والے)صاحب
التاج (عمامہ والے)الکوثر (کوثر والے(صاحب الھراوۃ (صاحب
عصا)الصاحب (دوست)صاحب منبر (منبر والے)صاحب
الوسیلہ(مقام وسیلہ والے)صاحب قول لا الہ الااللہ(لا الہ الااللہ
پڑھانے والے)الضحوک (تبسم فرمانے والے) عبد اللہ ،العاقب (آخر
میں آنے والے)العظیم (عظمتوں والے)العفو (معاف فرمانے
والے)العروۃالوثقیٰ (مضبوط رشتے والے)العفیف (عصمت
والے)العدل (سراپا عدل)العربی ،العالم، الغالب،الغنی،الغیث ،(کرم کی
بارش)الفار قلیط (حق و باطل میں فرق کرنے والے)الفجر (سراپا
روشنی)الفاتح،الفرط (آگے جا کرامت کی انتظار اورانتظام فرمانے والے
)فضل اللہ ،قثم(جامع خیر)القتال (جہاد سے محبت کرنے والے)قدم
صدق (سچی دلیل)قاسم (انعامات الٰہیہ تقسیم کرنے والے
)القرشی،السراج (روشن چراغ)سیف اللہ المسلول (تلوار الٰہی
)الشاھد (گواہ)الشھید (روحانی طور پر حاضر و ناظر)
الشفیع،الشافع،الشکور (شکریہ ادا کرنے والے)الھادی (رہنمائی کرنے
والے)الواعظ (نصیحت کرنے والے)الولی ،(دوست وقریب)یسین (اے
مخلوق کے سردار)

کنیت مبارکہ

آپ ﷺ کی مشہور کنیت ابوالقاسم ،ابوالارامل (بے سہارا کے سہارا) بھی

ہے منقول ہے، کہ آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم کی وجہ یہ ہے

لانه يقسم الجنة بين الخلق يوم القيامة (الریاض الانیقہ، ۲۷۳)	کہ روز قیامت مخلوق کے درمیان جنت آپ ﷺ تقسیم فرمائیں گے

سوال۔ان میں اکثر صفات ہیں نہ کہ اسماء؟

جواب۔یہاں اسماء سے مراد دونوں ہیں، اسماء حسنٰی میں بھی یہی صورت ہے کہ وہ صفات پر بھی مشتمل ہیں

سوال۔ان میں سے بعض اسماء الٰھیہ ہیں؟

جواب۔جو اسماء خالق اور مخلوق کے درمیان مشترکہ ہیں وہاں صرف اشتراک لفظی ہی ہے ورنہ ان کے درمیان ہرگز کوئی قدر مشترک نہیں

كما ان ذاته تعالىٰ لا تشبه الذوات كذلك صفاته	جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کسی ذات کے مشابہ نہیں اسی طرح اس کی صفات کے بھی کوئی صفت مشابہ نہیں ہوسکتی

ہم نے اسماء کی تفصیل میں اختصار سے کام لیا ہے کیونکہ یہ آشکار و واضح ہیں

لفظ محمد و احمد ﷺ

واضح ہے کہ لفظ محمد ﷺ محمود ہونے اور صفاتِ خیر ہونے پر مبالغہ ہے اور لفظ احمد، اللہ تعالیٰ کی حمد میں مبالغہ کے لئے ہے کیونکہ آپ ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی حمد کرنے والا نہیں

معجزہ قرآن کریم

آپ ﷺ کے معجزات میں قرآن بھی ہے جو سب سے بڑا معجزہ ہے بلکہ یہ ستر ہزار معجزات پر مشتمل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کی ایک سورت کو بطور مقابلہ

مثل لانے کے لئے پیش کیا اور سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے تو ہر آیت یا آیات معجزہ پائیں پھر اس میں حسن تالیف، اجتماعی کلمات، وضاحت، وجوہ اعجاز و بلاغت ہے جو تمام فصحاء عرب سے بڑھ کر ہے، نظم عجیب کی صورت، اسلوب غریب میں عقول حیران، اذہان عاجز، اس کا غیبی اخبار پر مشتمل ہونا، سابقہ امتوں کی خبریں، شرائع قدیمہ کے بارے میں اطلاع، ایسے ایسے واقعات جن سے کوئی اہل کتاب ہی آگاہ ہوسکتا ہے جس نے مطالعہ میں عمر لگائی ہو لیکن آپ ﷺ نے انھیں تفصیل کے ساتھ انہی الفاظ میں بیان فرمادیا آیات کے عدد کسیر کے باوجود ان میں مذکور چار اقسام اعجاز موجود ہیں

قرآن کے اندر معجزات سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے پھر ہر زمانہ میں موجود اسے ہر بعد میں آنے والا دیکھ اور سن سکتا ہے جیسا کہ پہلے لوگوں نے دیکھا اور سنا، اس کے عجائب ختم نہیں ہونگے، یہ کثرت تلاوت سے پرانا نہ ہوگا، یہ قطعی تواتر کے آخر درجہ پر ہے، ہر شہر میں شیوخ، بوڑھے نوجوان، اور بچے اسے نقل کرنے والے ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس میں ایسی اشیاء ہیں کہ مخالفین کو ان کے مقابلہ کا چیلنج دیا گیا، اس کے سماع سے دلوں میں ہیبت، خوف اور خشیت پیدا ہوتی ہے، اس کا تلفظ آسان ہے، اس میں تبدیلی ناممکن، لوگ ان میں سے ایک ایک شئی کی تفصیل لکھیں تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں

معجزہ شق القمر

آپ ﷺ کے معجزات میں سے شق القمر بھی ہے، اہل مکہ نے آپ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تو آپ نے انھیں دو ٹکڑے کر کے دکھایا ایک ٹکڑا پہاڑ کی ایک طرف اور دوسرا اس کے نیچے تھا اور جبل حرا ان کے درمیان تھا

سورج کا پلٹنا

ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ گودِ علی رضی اللہ عنہ میں آرام فرماتے سلسلہ وحی شروع ہوگیا حتی کہ سورج غروب ہوگیا پوچھا علی تم نے نماز عصر پڑھ لی ہے؟ عرض کیا نہیں آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی

اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس	اے اللہ علی تیری طاعت اور تیرے رسول کی غلامی میں تھے لہذا سورج کو واپس کردے

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھا کا بیان ہے میں نے سورج غروب دیکھا پھر غروب کے بعد طلوع ہوا دیکھا، اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پھیلی ہوئی تھی اور یہ واقعہ خیبر کے مقام صہبا پر ہوا، اسے امام طحاوی نے (شرح مشکل آلا ثار، ۳:۹۲) میں نقل کیا

قاضی عیاض فرماتے ہیں اس کے راوی ثقہ ہیں، امام احمد بن صالح مصری نے کہا ہر اہل علم کو حدیث اسماء (ردشمس) یاد کرنی چاہیے کیونکہ یہ علامات نبوت میں سے ہے، امام ابو الخطاب نے اسے موضوع کہا لیکن یہ حکم اس سند کا ہے فضیل بن مرزوق عن ابراھیم عن حسن عن فاطمہ بنت حسین عن اسماء تو ابراھیم بن الحسن کی بھول ہے اور فضیل بن مرزوق کا اختلاط بھی ہے

انگلیوں سے چشمے

ایک معجزہ مقدس انگلیوں سے چشمے بہنا بھی ہے اور یہ بلاشبہ صحیح احادیث سے ثابت ہے آپ ﷺ کی برکت سے قلیل چیز کثیر ہو جاتی اور اس پر متعدد واقعات شاھد ہیں مثلاً چشمہ تبوک، حدیبیہ کا کنواں، وضو کے برتن میں، عورت کے مشکیزے

اور لوٹے میں، جب آپ زمین پر قدم مارتے پانی نکل آتا

(الطبقات،۱۵۲:۱)

آپ ﷺ کی برکت سے خندق کے دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کھانے میں کثرت ہوگئی، چند قرص جو اور بکری کا گوشت ہزار آدمی نے کھایا، چند قرص جو جنھیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی بغل میں رکھا ستر یا اسی آدمیوں نے کھایا

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا تیار کیا جو ڈیڑھ صد آدمیوں نے کھایا

(دلائل للبیہقی،۹۴:۲)

ایک گوشت کا پیالہ لایا گیا، صبح تا شام لوگ اس سے کھاتے رہے

(سنن ترمذی،۳۶۲۵)

بقیہ زادراہ میں دعا کی وجہ سے لشکر کا کھانا تیار ہوگیا

(مسلم،۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اہل صفہ بہتر کا ایک پیالہ دودھ پینا اور حضرت ام سلیم کے جو وغیرہ کے کثیر واقعات منقول ہیں

درختوں کا سلام

درختوں نے آپ ﷺ سے کلام کیا اور آپ کی نبوت کی گواہی دی، طلب فرمانے پر دوڑتے ہوئے حاضر ہوگئے، کھجور کا تنا فراق میں رویا، سنگریزوں نے ہتھیلی میں تسبیح کی، پتھروں نے سلام کہا اور کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، حیوانات نے آپ سے گفتگو کی مثلاً گو، ہرن، بھیڑیا اور اونٹ وغیرہ شیر نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی خدمت کر کے آپ کی غلامی کا مظاہرہ کیا (المستدرک،۶۱۹:۲)

زہر آلود بکری کا زندہ ہو کر گفتگو کرنا، بعض نے کہا یہ گفتگو بغیر حیات کے تھی، متکلمین کے یہ دونوں اقوال ہیں کہ کیا وجود حروف وصوت کے لئے حیات شرط ہے یا نہیں

(الشفاء، ۱:۳۱۸)

مریض اور بیمار آپ کی برکت سے شفا پاتے، مثلاً حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ رخسار پر لٹکنے کے بعد واپس لوٹا دی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی

(دلائل للبیہقی، ۳:۱۰۰)

جس نابینا نے آپ کا وسیلہ دیا اسے آنکھیں مل گئی (سنن ترمذی، ۳۵۷۸)

جس کی آنکھ پر آپ نے لعاب دہن لگایا اس کی بنیائی لوٹ آئی اور اسی سال کی عمر میں بھی سوئی میں دھاگہ ڈال لیتا (مجمع الزوائد، ۸:۲۹۸)

حضرت کلثوم کے سینہ میں تیر لگا آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا تو وہ صحت مند ہو گئی

(الاستیعاب، ۴:۱۲۲۰)

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے زخم پر لعاب دہن لگایا تو اس میں پیپ پیدا نہ ہوئی (مجمع الزوائد، ۸:۲۹۸)

خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنکھوں میں لعاب لگایا تو وہ صحت مند ہو گئیں

(البخاری، ۴۲۱۰)

اسی دن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی زخمی پنڈلی پر لعاب لگایا تو وہ درست ہو گئی اسی طرح کے کثیر واقعات ہیں

قبولیت دعا

آپ ﷺ کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول تھی، جس کے لئے آپ دعا

فرماتے اس کا اثر اس کی اولاد در اولاد تک جاتا، یہ بات نہایت ہی وسیع ہے آپ ﷺ چیزوں کی ماہیت بدل دیتے، جسے مس فرماتے یا پورا لگاتے یا سواری فرماتے اس کی برکت ہوتی، بکری کے خشک تھنوں میں دودھ اتر آتا جیسے کہ حضرت ام معبد کی بکری، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنھا کی بکریاں، حضرت انس اور دیگر لوگوں کی بکریاں، غیوب پر مطلع ہونا بھی آپ کا معجزہ ہے اور یہ باب اتنا وسیع ہے کہ کئی جلدیں اس کے لئے درکار ہیں

اللہ تعالیٰ کی آپ کو لوگوں سے حفاظت حاصل تھی اور وہ ان کی اذیت میں کافی تھا، آپ کے معارف وعلوم ظاہرہ بھی معجزہ ہیں، ملائکہ اور جنات کا خبریں دینا، ملائکہ کے ساتھ مدد کا آنا اور جنات کی اطاعت بھی شامل ہے

راھبوں، کاھنوں، یہود علماء اور اہل کتاب کا آپ ﷺ کی نعت، اوصاف، اسم ، اور علامت کی خبریں دینا، مہر نبوت کا دونوں شانوں کے درمیان ہونا اور بادل کا سایہ کرنا، اسی طرح ولادت کے وقت بہت سی نشانیوں کا ظہور، مکہ میں جنات کا اطلاع دینا بھی ہے، آسمان کے ستاروں کے ذریعے حفاظت، شیاطین کی رسد گاہ کا توڑنا، اور ان کا وحی کا نہ سن پانا، بتوں سے بغض کرنا، امور جاہلیت سے پاک ہونا، اور دیگر خصائص اور وصال تک حفاظت بھی شامل ہے آپ ﷺ کے معجزات پر اہل علم نے مستقل کتب لکھیں مثلاً امام ابونعیم، امام بیہقی، وغیرہ وہ احاطہ نہ کر پائے ہم نے صرف اشارہ کیا تا کہ اہل ایمان کی محبت واعتقاد میں اضافہ ہو

چوتھی فصل

مخلوق پر آپ کے لازم حقوق

آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی نبوت و رسالت کو دل و زبان سے ماننا فرض ہے اس کے بغیر اسلام و ایمان درست ہی نہیں، اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے اللہ کی توحید کو مانا مگر رسولوں کا اعتراف نہ کیا وہ کافر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہوگی، حضور ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس تمام کی دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار لازم ہے

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے جو بولنے پر قادر نہیں، دل سے ایمان لے آیا اور شہادت زبان سے پہلے موت آ گئی، بعض کے نزدیک ایمان مکمل نہیں، بعض نے کہا مکمل ہے اور وہ جنتی ہے اور یہی صحیح ہے (الشفاء۲:۵)

لیکن اگر کوئی بولنے پر قادر ہے تو پھر نطق لازمی ہے، قاضی عیاض نے عجیب اختلاف نقل کیا کہ وہ کافر ہے یا عاصی، یہ اس محل اجماع کے علاوہ میں ہے جس کا ذکر آیا کیونکہ وہ اس صورت میں ہے جب کسی نے توحید مان لی مگر رسل کا دل و زبان سے اعتراف نہ کیا حالانکہ دعوت پہنچی ہو تو یہ شخص بالاتفاق کافر ہوگا لیکن یہ صورت یہ ہے کہ جس نے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل کا دل سے اعتراف کیا اور کسی شک یا عناد کی وجہ سے ترک تلفظ نہیں کر رہا لیکن اسے مکمل سمجھ کر رہا ہے تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافر ہے

آپ ﷺ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات کی طاعت، آپ کی اتباع آپ کی سنن کی بجاآوری، آپ کے راستے کی پیروی، آپ کے حکم کی تابعداری اور ظاہر و باطن سے تسلیم کرنا لازم ہے کہ دل میں آپ ﷺ کے فیصلہ کے خلاف تنگی نہ ہو، آپ کے قول یا فعل کی مخالفت کا ترک، آپ سے محبت، آپ کی سنت کا لزوم لازم ہے، سنت سے بدعت کی طرف تجاوز نہ ہو، آپ کی ذات ہمیں اپنی ذوات سے زیادہ محبوب ہو، آپ سے سچی محبت ہو کہ اس کا اظہار بطور علامت بھی ہو اور پہلی چیز آپ کی اقتدا

،آپ کے طریقہ پر عمل،آپ کے اقوال و افعال کی اتباع،آپ کے اوامر کی بجاآوری ،آپ کے نواہی سے اجتناب ،تنگی وخوشحالی میں آپ کا طریقہ اسی طرح خوشی و تکلیف میں،ھویٰ نفس اور موافقت شہوات کے خلاف آپ کے معمول کو ترجیح ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خواہ بندوں کو ناراض کرنا پڑ جائے جو بندہ ان صفات سے متصف ہوگا وہ کامل المحبت ہوگا اور جو ان سے بعض کی مخالفت کرتا ہے وہ ناقص المحبت ہے البتہ اسم محبت سے خارج نہ ہوگا اس پر دلیل حضور ﷺ کا ارشاد گرامی شاھد ہے جو شراب پر حد لگنے والے آدمی کے بارے میں فرمایا

انه يحب الله ورسوله — یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے پیار کرتا ہے

(البخاری،۶۷۸۰)

آپ سے محبت کی علامات میں سے کثرت ذکر اور ملاقات وزیارت کا کثرت شوق بھی ہے،آپ کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم وتوقیر ہے،آپ کا اسم گرامی سن کر اظہار خشوع خضوع بھی ہے آپ کے محبوبوں سے محبت ،آپ کی اہل بیت ،صحابہ مہاجرین وانصار سے محبت ،آپ کے دشمنوں سے عداوت ،آپ سے بغض رکھنے والوں سے بغض اور دشمنی بھی علامت ہے، کیونکہ جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے محبوبوں سے بھی محبت کرتا ہے

حبيب الى قلبی حبيب حبيبی

(میرے حبیب کے محبوب بھی میرے محبوب ہیں)

قرآن سے محبت،سنت سے محبت،اور ان کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہنا،دنیا سے زھد،فقر کو پسند کرنا بلکہ اسے اختیار کرنا بھی علامت ہے

محبت کی حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ موافق کی طرف دل کا میلان ہو یا جمال صورت کی وجہ

سے یا حسن سیرت کی بنا پر یا کسی احسان کی وجہ سے

والنبی ﷺ جامع لذلک کله حضور ﷺ ان تمام اسباب محبت کو جامع ہیں

پیچھے جمال صورت و حسن سیرت پڑھ چکے، مخلوق پر آپ ﷺ کے جو احسانات ہیں ان سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں آپ ﷺ کی خیر خواہی لازم ہے، دین سراپا خیر خواہی کا نام ہے

اللہ تعالیٰ کیے لئے یوں کہ اس کے بارے میں اعتقاد درست، اس کی محبت وشوق، اس کی ناراضگی سے دوری، اس کی عبادت میں اخلاص ہے

اس کی کتاب کے لئے خیر خواہی یوں ہے کہ اس پر ایمان اس کے احکام پر عمل، اس کی تلاوت بوقتِ تلاوت ادب وتواضع تعظیم، اس کا فہم اور دوسروں کو سمجھانا، غلو کرنے والوں کی تاویل اور منکرین کے طعن کا دفاع کرتا ہے

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی یوں ہوگی آپ کی نبوت کی تصدیق آپ کے اوامر ونواہی پر حتی المقدور عمل، آپ کی ظاہری حیات اور آپ کے مشن کی خدمت، حمایت، آپ کے طریقوں کو سیکھنا، ان کا دفاع اور ان کا پھیلانا، آپ کے اخلاق مبارکہ اور آداب جمیلہ سے مزین ہونا،

اللہ تعالیٰ اس کی کتاب اور اس کے رسول کی طرف دوسروں کو دعوت دینا، ان پر عمل کرنا، آپ کے دفاع کی خاطر جان ومال قربان کرنا، آپ کے طریقوں سے اعراض کرنے والوں سے دوری ان سے نفرت اور ان سے احتراز رکھنا، آپ کی امت پر شفقت، آپ کے اخلاق وسیرت اور آداب جاننے کے لئے مطالعہ اور ان پر استقامت کے ساتھ چلنا ہی آپ کی خیر خواہی ہے

آپ ﷺ کے حقوق میں سے آپ کی توقیر وعزت بھی ہے آپ سے آگے نہ بڑھا جائے، آپ کی آواز سے آواز بلند نہ کی جائے، آپ کے پاس آواز پست رکھی جائے، آپ کے بلانے اور دعا کو ایک دوسرے کی طرح نہ سمجھا جائے آپ ﷺ کی تعظیم، نصرت واعانت میں خوب مبالغہ سے کام لیا جائے، صحابہ کا معمول اس میں مبالغہ ہی تھا، اگر ہم اس کا تذکرہ کریں تو بات طویل ہو جائے گی اگر چہ انھوں نے خوب مبالغہ کیا

فلم یبلغوا ما ھو حقہ ﷺ وما	مگر وہ آپ ﷺ کا حق ادا نہ کر سکے اور
احد من البشر بطیق القیام	نہ ہی کوئی انسان آپ ﷺ کا حق ادا
بحقہ علی اھتنھام لکن	کرنے پر قادر ہے البتہ حسب طاقت کیا
بحسب طاقتہ	جا سکتا ہے

ذکر کے آداب

آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی حرمت وتوقیر اسی طرح لازم ہے جیسے ظاہری حیات میں تھی خواہ وہ آپ کے ذکر کا معاملہ ہو یا ذکر حدیث وسنت ہو، خواہ آپ کے مبارک نام کا تذکرہ ہو یا سیرت کا یا معاملہ ال وعترت کا ہو ہر مومن پر لازم ہے کہ جب آپ ﷺ کا تذکرہ کرے یا اس کے پاس تذکرہ ہو تو وہ خوب خضوع وخشوع، اور توقیر سے کام لے حتی کہ حرکت ختم کر دے اور سکون کے ساتھ رہے، اسی طرح ذہن میں آپ ﷺ کی ہیبت وجلال کو لائے گویا وہ آپ ﷺ کے سامنے موجود ہے اور انہی آداب کو بجالائے جن کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے

اسلاف کا طریقہ ادب

اس معاملہ میں اسلاف آئمہ وصالحین کا یہی معمول ملتا ہے

۱۔امام صفوان بن سلیم مدنی (ت،۱۳۲) کے پاس جب حضور ﷺ کا ذکر ہوتا تو روپڑتے

فلا یزال یبکی حتی یقوم الناس منه ویترکوه	وہ اسقدر روتے کہ لوگ پاس سے اٹھ کر چلے جاتے

۲۔حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے تو تعظیم کی خاطر باوضو ہوتے، یہ بھی منقول ہے

کان یغتسل ویتطیب ویلبس ثیاباً جددا وساجه ویتعمم ویضع علی رأسه ردائه وتلقی له منصة فیخرج فجلس علیهاوعلیه الخشوع ولا یزال یبخر بالعود حتی یفرغ من حدیث رسول الله ﷺ	غسل کرتے ،خوشبو لگاتے ،اچھے کپڑے اور جبہ پہنتے ،عمامہ اور چادر سر پر رکھتے پھر مسند بچھائی جاتی تشریف لاتے اس طرح بیٹھتے کہ خشوع طاری ہوتا ، جب تک درس حدیث جاری رہتا دھونی دکھائی جاتی

اور پھر مسند پر صرف حدیث بیان کرنے لئے بیٹھتے اس کے علاوہ نہ بیٹھتے

(الشفاء،۲:۴۲)

آپ ﷺ کی توقیر میں سے ہے کی آپ کے صحابہ کا احترام کیا جائے اور ان کے مشاجرات واختلافات میں گفتگو سے رکا جائے ،آپ ﷺ کے آثار مثلاً شہر مکہ اور مدینہ کا احترام کیا جائے ،ان کا اسی طرح جسے آپ ﷺ نے مس فرمایا

امام مالک نے فتوی جاری فرمایا جو مدینہ طیبہ کی مٹی کو ردی کہے اسے تیس درے لگائے جائیں اور اسے گرفتار کیا جائے اور فرمایا اس کا قتل کسقدر ضروری ہے جو اس کو غیر طیبہ کہے جس میں آپ ﷺ کی تدفین ہے

درود و سلام کا لزوم

آپ ﷺ کے حقوق لازمہ میں سے درود شریف بھی ہے قاضی عیاض مالکی نے اس کی فرضیت پر اجماع نقل کیا، اس میں اختلاف ہے کہ عمر میں ایک دفعہ ہی کافی ہے یا ہر ذکر کے وقت یا نماز میں؟ امام طبری کا موقف ہے ایک سے زائد دفعہ بالاتفاق مستحب ہے ہم نے درود شریف کے الفاظ اپنی کتاب، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام میں جمع کر دیے ہیں

بارگاہ اقدس کی حاضری

آپ ﷺ کے حقوق میں سے روضہ اقدس کی حاضری بھی ہے ہم نے مذکورہ کتاب میں زیارت اور اس کے احکام و آداب کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے خدمت میں سلام بھیجنا اور آپ ﷺ کے جواب دینے پر گفتگو کی ہے، واضح رہے آپ ﷺ کے حقوق کی حد نہیں، اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہم نے چند ذکر کیے تا کہ اس کتاب کا خاتمہ ان پر ہو اور ہمارا خاتمہ خیر پر ہو لہذا ہم اسی پر اکتفا کر رہے ہیں اور اس کتاب کی یہ آخری گفتگو تھی

اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اپنے من و کرم سے لکھنے سننے اور پڑھنے والے کے لئے اسے نافع بنا دے بندہ اس کی تصنیف سے قاہرہ میں اپنے گھر درب الطفل میں ۲۴ شعبان المعظم کو فارغ ہوا

الحمد لله وحده وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

حسبنا الله ونعم الوكيل

اختتام ترجمہ بتوفیق اللہ تعالیٰ

۱۵، اگست ۲۰۰۳ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۴ بوقت ۳۰۔۱۰

مرکزی دفتر کاروانِ اسلام شادمان لاہور

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اسلام اور احترامِ نبوت

امام تقی الدین علی السبکی
کی عظیم کتاب
السیف المسلول علی من سب الرسول
کا ترجمہ

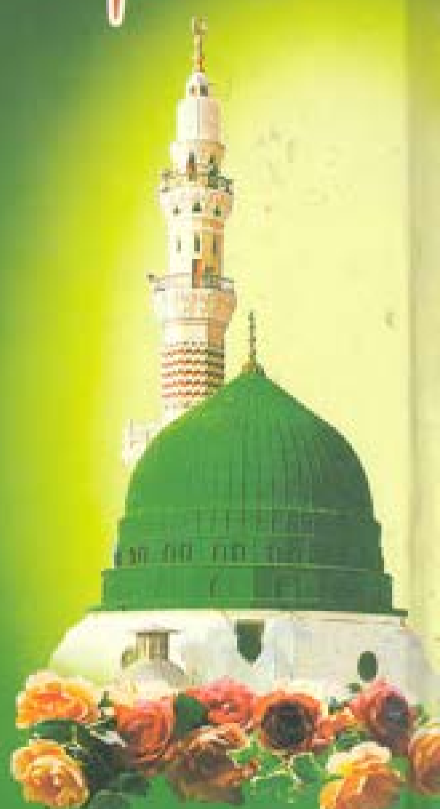

از
مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز
جامعہ اسلامیہ امپیریل ہاؤسنگ سکیم ٹھوکر نیاز بیگ لاہور